فرمان نبوی ﷺ
لانبی بعدی
ایام اسیری
از قلم
محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

ایام اسیری

از قلم

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

ناشر

کتب خانہ احرار

فیلڈ گنج چوک جامع مسجد لدھیانہ

تفصیلات

نام کتاب	:	ایام اسیری
مصنف	:	مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی
باہتمام	:	مجلس احرار اسلام ہند
سن اشاعت	:	2021ء
ناشر	:	کتب خانہ احرار، لدھیانہ
تعداد	:	1100
کمپوزنگ	:	سرحدی عقاب ابن مولانا علی حسن
مطبع	:	مدنی پرنٹرس اینڈ پبلشرز دیوبند
صفحات	:	200
قیمت	:	Rs. 100/-

AYYAM-E-ASIRI

BY

Moulana Muhammad Usman Rehmani Ludhianvi

Naib Shahi Imam, General Secretary Majlis Ahrar Islam Hind

ناشر

کتب خانہ احرار، 140 شاہ پور روڑ، فیلڈ گنج چوک جامع مسجد لدھیانہ پنجاب انڈیا

جاری کردہ۔ شعبہ نشر واشاعت مجلس احرار اسلام ہند

Contact No.: 01612722282,9815590100

E-Mail: ahrarindia@gmail.com

انتساب

تحریک تحفظ ختم نبوت ﷺ

کے

شہداء محافظین اور قیدیوں کے نام

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

حرف اول

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے
اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں

الحمدللہ پاداش حق میں جیل جانا ہمارے خاندان کی روایتوں میں شامل ہے، برصغیر کے اس مشہور علمی مجاہد خاندان علماء لدھیانہ کے جدامجد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ سے لیکر میرے پردادا جان رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اولؒ کی ذات تک ہمارے خاندان کے الحمدللہ تقریباً ڈیڑھ سو علماء اور نوجوانوں نے ملک کی جنگ آزادی اور فتنہء قادیانیت کی سرکوبی کرتے ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آزاد بھارت میں بھی ہمیں اس روایت کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی، اور میرا نام ان اکابرین و مجاہدین کے خدمت گذاروں میں لکھا گیا جنہوں نے پرچم حق کو ظالم کے سامنے بلند کرتے ہوئے جیل کی سلاخوں کو چومنا اپنے لئے سعادت سمجھا۔

قید کے دن مجرموں کے لئے ایک اذیت ناک صورت حال پیدا کرتے ہیں لیکن راہ حق کے مسافروں کے لئے یہ ایک خوبصورت احساس ہوا کرتا ہے، جو کہ بندوں کو اپنے رب کے مزید قریب کرنے کے ساتھ ساتھ راہ حق کے مسافروں میں مزید حوصلہ اور استقامت پیدا کرتا ہے، راہ حق کے مسافر جب زنداں کی

سلاخوں میں اپنے رب کی حمد وثنا کرتے ہوئے اپنے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ضرور ایک نہ ایک دن فتح حاصل کریں گے تو اس وقت دنیاوی جرائم میں بند قیدی انہیں نہ صرف حیرت سے دیکھتے ہیں بلکہ ان کے حوصلوں پر بھی رشک کرتے ہیں، تاریخ اسلام ایسے عظیم الشان واقعات سے لبریز ہے جن میں ہر دور کے مجاہدین اسلام نے جیل کی سلاخوں کو بخوشی چوما اور پھر قربانیوں کی وہ مثال پیش کردی جسے قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب راہ حق کا کوئی مسافر گرفتار کرلیا جاتا ہے تو پھر اس کی جیل میں گذر رہی زندگی کا ہر ایک دن دشمن کی کامیابی ہے اور آواز حق خاموش ہوتی جاتی ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے، تجربہ یہ بتاتا ہے کہ باہر والوں کا یہ تجزیہ سراسر غلط اور ناقص ہے، بلکہ اصل معاملہ یہ ہے کہ راہ حق کے مسافروں کا قید خانہ میں گذرنے والا ہر ایک دن انہیں منزل مقصود سے قریب کرتا جاتا ہے، دلوں سے خوف کوسوں دور ہوجاتا ہے اور دشمن خوف زدہ نظر آنے لگتا ہے، تاریخ یہ بتاتی ہے کہ راہ حق کے مسافروں کے جیل میں حوصلے دیکھ کر دشمن کو بھی اس بات کا بارہا یقین ہوا ہے کہ یہ لوگ ناقابل تسخیر ہے، دین محمد ﷺ کے ان پروانوں کو شکست نہیں دی جاسکتی، بلکہ یہ پیدا ہی دشمن کو سرنگوں کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

میں یہ نہیں بتا سکتا کہ راہ حق کے مسافر جب جیل جاتے ہیں تو ان کے ساتھیوں، خاندان کے لوگوں اور پیچھے رہ جانے والوں کے احساسات کیا ہوتے ہیں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جب کسی کا پیارا جیل جاتا ہے تو اس کی اسیری کے دنوں میں وہ تمام لوگ بھی اسی کی طرح آزمائش سے گذرتے ہیں، قیدی کی طرح

عزیز و اقارب کے لئے بھی وہ وقت صبر اور ہمت کے ساتھ آزمائش کا ہوتا ہے، دنیاوی قیدی خود بھی خوف زدہ ہوتا ہے اور اس کے اہل خانہ بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لئے راہ حق کے مسافر قیدی خود بھی پرعزم ہوتے ہیں اور ان کے اہل خانہ اور ساتھی بھی پر عزم نظر آتے ہیں۔

لدھیانہ سنٹرل جیل میں اس سیاہ کار اور دیگر ساتھیوں نے عقیدہ تحفظ ختم نبوت ﷺ کے سلسلے میں دائر مقدمہ میں چار سال دو ماہ کا طویل عرصہ گذارا ہے، اس مدت میں جہاں قادیانیوں کے ساتھ مقدمہ کے دوران بارہا آزمائش کا وقت آیا وہیں متعدد مرتبہ ایمان افروز واقعات بھی رونما ہوئے، جن میں سب سے اہم واقعہ دوران اسیری ملک کی جیلوں میں سب سے پہلے لدھیانہ سینٹرل جیل میں تعمیر کی گئی مسجد ختم نبوت کا وجود میں آنا ہے، نیز ایام اسیری میں جیل حکام سے کھٹی میٹھی تکرار سے لیکر کئی مرتبہ لڑائی تک پہونچی صورت حال بھی ایک یادگار ہے، لدھیانہ جیل میں اہل اسلام کی اخوت کے واقعات کو دیکھ کر متعدد غیر مسلم قیدیوں کا اسلام قبول کرنا بھی ہمیں اشکبار کرتا رہا۔

ایام اسیری ابھی قلم بند کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اپنی کتاب "قافلہ علم وحریت" مکمل کرتے وقت میں نے اسیری کے دنوں پر کتاب تحریر کرنے کا ذکر شامل اشاعت کر دیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر قارئین اور محبین جو کہ علماء لدھیانہ کی تاریخ پڑھ کر اکثر مجھے دعاؤں سے نوازتے ہیں، اور ساتھ ہی یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ ایام اسیری کب شائع ہو رہی ہے، بارہا اس سوال کو ٹالتے ٹالتے آخر

۳/ستمبر ۲۰۱۵ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایام اسیری قلم بند کرنی شروع کر دی، گرچہ مجھے رہا ہوئے عرصہ گذر چکا ہے، لیکن جیل کے شب وروز آج بھی ذہن میں اس طرح تازہ ہیں جیسے یہ کل کی ہی بات ہو، لدھیانہ جیل میں ہمارا جانا، مقدمہ کا پس منظر اور ساتھیوں کا تعارف ودیگر اہم باتوں کے ساتھ ساتھ تاریخی خطوط اس دستاویز میں ان شاء اللہ آپ پڑھیں گے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ رب کریم اپنے محبوب خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے صدقہ ءطفیل میری اس کاوش کو قبول فرمائے، نیز یہ کتاب راہ حق کے مسافروں کے لئے مفید ثابت ہو، آمین اسیری کے دن جیل کی بندشوں میں کس انداز سے گذارے جاتے ہیں اس کی ترجمانی جناب جگر نے بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

یوں بسر کی ہم نے اسیری میں جگر
ہر طریقہ داخل آداب زنداں ہوگیا

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

لدھیانہ

۹/ربیع الاول ۱۴۴۲ھ، ۲۶/اکتوبر ۲۰۲۰ء

☆☆☆

عرض ناشر

لدھیانہ کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کے مشہور خاندان حبیب کی عظیم روایات کو اس دور جدید میں قائم رکھنے والے نوجوانوں کے دلوں کی دھڑکن، بے خوف شخصیت کے مالک مقرر شعلہ بیان حضرت مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی، شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کے فرزند ہیں۔آپ پنجاب کے نائب شاہی امام ہیں اور کل ہند جلس احرار اسلام کے قومی جنرل سکریٹری ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد فلاحی اداروں کے روح رواں بھی ہیں،

قائد ملت اسلامیہ مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی نے صرف بیس سال کی عمر میں شعبہ ءتحفظ ختم نبوتؐ مجلس احرار اسلام ہند کی نظامت سنبھالتے ہی قادیانیت پر لرزہ طاری کردیا اور پھر تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے سلسلہ میں پانچ سالہ قید کے دوران بھی ناقابل فراموش کارنامے انجام دئے۔نائب شاہی امام مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی شخصیت کو جو حضرات قریب سے جانتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ روزانہ کی مصروفیات اور سفر کے درمیان بھی آپ متعدد کتابیں تحریر کر چکے ہیں، جو کہ حیرت کی بات معلوم ہوتی ہے۔

مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی کتاب "ایام اسیری" کا احباب کو بے صبری سے انتظار تھا، اس کتاب کی پروف ریڈنگ مکمل توجہ سے مولانا محمد عارف

صاحب جیسلمیری امام وخطیب مسجد عمر فاروقؓ پنجابی باغ ٹبّہ روڑ لدھیانہ نے کی ہے،جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔

لدھیانہ جیل میں آج بھی راہِ وفا کے شہ سوار مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی جرأت اور خلوص کے قصے سنائے جاتے ہیں۔اس کتاب میں اپنے ساتھیوں کا بلند الفاظ میں ذکر کرنے والے ہم سب کے عثمان بھائی جان نے جیل میں جو مشقتیں اور پریشانیاں خود اٹھائی ہیں،انہیں تحریر نہیں کیا۔آپ کے جیل کے ساتھیوں میں سے اگر کبھی کسی صاحب نے قلم اٹھایا،تو دنیا کے سامنے دار ورسن میں صبر اور استقامت کے وہ حیرت انگیز واقعات سامنے آئیں گے،جن سے ابھی تک صرف خاص احباب ہی واقف ہیں۔

بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ کتاب ہر خاص و عام کے لئے مفید ثابت ہو۔۔آمین

شاہنواز احمد خان احراری
ناظم شعبہ نشر واشاعت،مجلس احرار اسلام ہند،لدھیانہ
کتب خانہ احرار 140 شاہ پور روڑ،فیلڈ گنج چوک لدھیانہ پنجاب انڈیا

☆☆☆

مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی:
علمائے لدھیانہ کا علمی وروحانی وارث

از قلم: مولانا محمد عارف جیسلمیری، مقیم لدھیانہ پنجاب

لدھیانہ کا نام علمی و دینی حلقوں میں چنداں محتاجِ تعارف نہیں، امام العارفین مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانویؒ سے لے کر رئیس الاحرار مجاہدِ آزادی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ تک علماء وفضلاء کی ایک طویل فہرست ہے، جنھوں نے اس ملک کی آزادی اور اسلامیانِ ہند کی ہمہ جہتی خدمات کے حوالے سے ناقابلِ فراموش خدمات انجام دی ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے خاندان میں علم وروحانیت کا سلسلہ نسل در نسل جاری ہے اور ہندوپاک میں منقسم اس خاندان کے جلیل القدر علماء دنیا بھر میں دینی فیض رسانی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی رئیس الاحرارؒ کے پڑپوتے اور امیر الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی دامت برکاتہم کے صاحب زادے ہیں، آپ کی دینی تعلیم کی بسم اللہ آپ کے دادا مولانا مفتی محمد احمد صاحب رحمانیؒ لدھیانوی کے ہاتھوں عمل میں آئی، مولانا مرحوم کے حادثہ وفات کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ثانی مدظلہم نے آپ کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے

کلیدی کردارادا کیااوراپنے جانشین کی حیثیت سے انھیں تیار کرنے میں اللہ کے فضل سے کام یاب بھی رہے،

مولانا انظرشاہ کشمیریؒ ششم کے سال آپ کو دیو بند لے گئے اور دارالعلوم وقف دیو بند میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہو گیا، دیو بند اور سہارنپور کے تین سالہ زمانہ قیام میں جن اساتذہ کے طرزِ تدریس نے مولانا رحمانی کو بے حد متاثر کیا، ان میں مولانا انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا جمیل احمد سکروڈھویؒ، مولانا عثمان غنی صاحبؒ سابق شیخ الحدیث مظاہرعلوم وقف سہارنپور، مولانا رئیس الدین صاحب بجنوریؒ اور مولانا وقارعلی صاحب جیسے کئی نامور اکابر علماء کے اسماء شامل ہیں، دیو بند میں ظہر کی نماز میں روز ہی مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سے ملاقات کا معمول رہا، یہ ملاقات شاہ صاحبؒ کے گھر کے قریب واقع مسجد عزیز میں ہوا کرتی تھی، جن دنوں آپ لدھیانہ میں تعلیمی تعطیلات کے دور سے گزر رہے تھے، حسنِ اتفاق سے انھیں ایام میں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحبؒ کی جامع مسجد لدھیانہ تشریف آوری ہوئی اور پھر آپؒ ہی کی تحریک پر مولانا رحمانی کا مظاہرعلوم وقف سہارنپور میں داخلہ کروایا گیا اور پھر یہیں سے مولانا رحمانی نے سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے خاندان کا اس ملک کے محسن خانوادوں میں شمار ہے اور پھر کئی علمی خدمات ایسی ہیں، جن کا نقطۂ آغاز یہی خاندان رہا، اس لیے دیو بند مالیرکوٹلہ اور سہارنپور جہاں بھی آپ زیرِ تعلیم رہے، اساتذہ نے آپ کی جانب خصوصی توجہات مبذول کیں، مدرسے کے دیگر اساتذہ وملازمین اور طلبہ نے بھی آپ کے ساتھ احترام کا معاملہ رکھا، مولانا اپنی خاندانی نسبت سے اور کچھ اپنی تواضع پسند

طبیعت کے سبب اس وقت سے اب تک عوام وخواص کے محبوب بنے ہوے ہیں،آپ کے قیامِ دیوبند کا ایک واقعہ بڑا یادگار ہے،ایک دفعہ جب کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے مہمان خانہ کے سامنے سے گزر رہے تھے،تو ایک بزرگ عالمِ دین نے آپ کو روکا اور پوچھا بیٹے! آپ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ثانی لدھیانوی کے صاحب زادے ہیں یا مولانا عبدالرزاق صاحب بھوپالی کے؟ آپ نے جواب میں مولانا ثانی لدھیانوی مدظلہم کا نام ذکر کیا اور وہ بزرگ آپ کو دعائیں دیتے ہوے آگے بڑھ گئے۔

دیوبند سے جب سہارنپور منتقل ہوے،تو سب سے پہلے پل کھمران پر شاہ محمود صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوے،اس خاندان سے آپ کی دوستی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحبؒ کے دور سے چلی آرہی ہے،یعنی گویا تین چار پشتوں سے دوستی کا یہ حسیں سلسلہ قائم ہے،خاندانی روایت کے مطابق سب سے پہلے پل کھمران سہارنپور گئے،وہاں سے شاہ محمود صاحب بہ ذاتِ خود انھیں اپنے ہم راہ لے کر مفتی مظفرحسین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے اور کہا کہ عزیزم مولوی محمد عثمان آپ کے حکم کے مطابق سہارنپور آ گئے ہیں،اب یہ پڑھیں گے آپ کے ادارے میں؛لیکن ان کا قیام میرے یہاں رہے گا،چناں چہ شاہ محمود صاحب نے کوٹھی میں ایک کمرہ مولانا رحمانی کے لیے مختص کرا دیا اور آپ نے وہیں رہنا سہنا شروع کر دیا،شاہ محمود صاحب اس علاقے کے ذی اثر سیاسی لوگوں میں سے ایک ہیں اور بڑے بڑے سرکاری افسران وسیاسی حضرات کی ان کے ہاں روزانہ آمد ورفت رہتی ہے اور یہ سلسلہ کئی

دہائیوں سے چلا آ رہا ہے، ادھر پنجاب میں مولانا رحمانی کے گھرانے کا بھی یہی حال ہے اور صبح و شام مجلس احرار اسلام ہند کے دفتر جامع مسجد فیلڈ گنج پر عوام و خواص کا جمگھٹا لگا رہتا ہے، ایک روز آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر میں اسی ماحول میں یہاں بھی رہا، تو میرے والد صاحب مدظلہم نے علمی و دینی لحاظ سے جو امیدیں اور توقعات مجھ سے قائم کی ہیں، وہ شاید پوری نہیں ہوسکیں گی؛ اس لیے آپ نے باقی تعلیمی وقت مظاہر علوم وقف ہی کے احاطے میں گزارنے کا اپنے نزدیک پختہ فیصلہ کرلیا۔

اپنے محبوب استاذ مولانا وقار علی صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت! اب آج سے میں بھی مظاہر علوم ہی میں رہا کروں گا، آپ میرے لیے کسی کمرے میں سیٹ کا انتخاب فرما دیجیے، حضرت الاستاذ نے اول تو بڑی حیرانی کا اظہار کیا لیکن جب مولانا رحمانی نے پوری بات سنائی تو خوش ہو گئے اور مظاہر علوم وقف کے احاطے میں کمرہ نمبر بیس میں آپ کو سیٹ دلوادی۔ شام کو مولانا رحمانی اپنے سامان کے ساتھ اس کمرے میں منتقل ہو گئے، پہلی رات اگرچہ بڑی بے چینی کے ساتھ گزری، لیکن وہ اپنے فیصلے پر قائم رہے اور باقی ڈھائی سالہ تعلیمی مدت میں شاہ محمود صاحب اور ان کی اولاد کے شدید اصرار کے باوجود، کوٹھی کا رخ نہیں کیا، اگلے ہی روز اپنے کمرے کے لیے ایک شاندار قالین اور پنکھا خرید لائے اور اپنے کمرے میں پہلے سے رہائش پذیر سات آٹھ رفقاء کا ہر اعتبار سے خیال رکھا۔ مولانا کا مظاہر علوم کا یہ تین سالہ قیام بڑی حسیں یادیں اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے، یہ کہنا چاہیے کہ اساتذہ اور

زمانہ طالب علمی کی بابت انھوں نے جو کچھ اپنے دادا مرحوم سے سنا تھا، یا اب جو ہدایات اس سلسلے میں والد صاحب مدظلہم دے رہے تھے، انھوں نے ان سب ہدایات ونصائح کی تعمیل و بجا آوری کے ساتھ وہ وقت گزارا۔ اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرنا اور ہر سبق میں پابندیِ وقت کے ساتھ حاضر ہونا، ان کے دو نمایاں وصف رہے۔ اپنے دادا مرحوم کے رفیق مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ کی روحانی مجلس میں جاتے رہے، مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہریؒ کے ہاں بھی آمد و رفت کا سلسلہ آخر تک رہا، گاہ بہ گاہ سہارنپور سے دیوبند جا کر اپنے دیوبند کے اساتذہ سے استفادہ کرتے رہے، مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی عصر سے مغرب تک کی مجلس میں آپ ہر روز حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح علم و روحانیت کے چشموں سے آپ برابر اپنی تشنگی بجھاتے رہے۔ آپ کے استاذ محترم مولانا رئیس الرئیس الدین صاحب بجنوریؒ نے سال کے آخری درس کے موقع پر قیمتی نصیحتیں فرماتے ہوئے یہ شعر پڑھا تھا:

حسنِ صورت چند روزہ حسنِ سیرت مستقل
اُس سے خوش ہوتی ہیں نظریں اِس سے خوش ہوتا ہے دل

مولانا محمد عثمان لدھیانوی نے اپنے فا فیض اور خدا رسیدہ اساتذہ کی زیرِ نگرانی عملی زندگی میں قدم رکھا اور بلاشبہ آپ خاندانِ علمائے لدھیانہ کے ایک ایسے ممتاز فرد ہیں، جنھوں مختلف میدانوں میں اپنا سفر بڑی کامیابی و نیک نامی کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے۔ میں نے پچھلے پانچ سالوں میں مولانا محمد عثمان رحمانی کو بہت قریب سے دیکھا ہے، لاریب وہ مثالی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک

بہترین انسان بھی ہیں، علماء لدھیانہ کی تاریخ پر جس شخص کی بھی نظر ہے، وہ دل سے اس بات کا معترف ہے کہ مولانا محمد عثمان رحمانی نے خاندانی روایات و امتیازات کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ آگے بڑھایا ہے۔ وہ ایک نامور مقرر ہیں، کسی بھی اسٹیج پر اور کسی بھی موضوع پر آپ انھیں خطاب کی دعوت دیجیے، وہ اس موضوع پر مرتب و مدلل انداز میں گفتگو کریں گے اور لہجے کی حلاوت و مٹھاس اور آواز کی گھن گرج سامعین کو ان کا مکمل بیان سننے پر آمادہ کیے رکھے گی، پنجاب کی حد تک میں خود گواہ ہوں کہ کسی بھی اجلاس میں ان کی آمد کی اطلاع پا کر لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے بیان کو سن کر ہی رخصت ہوتے ہیں، پنجاب سمیت ہند کے مختلف صوبوں میں دینی و سیاسی قسم کے جلسوں میں ان کی شرکت آج کل ایک عام سی بات ہے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی علم دوستی، اساتذہ و اکابر کے ساتھ ان کے مضبوط و مستحکم روابط و تعلقات اور پنڈت جواہر لال نہرو اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد جیسے لوگوں کے ساتھ ان کے سیاسی تعلقات اور ان جملہ سیاسی و دینی تعلقات کے خالص مسلمانانِ عالم کے حق میں استعمال کی حسین روداد کتبِ تاریخ میں بالتفصیل مذکور ہے، مجھے اپنا یہ احساس و مشاہدہ قلم بند کرتے ہوئے دلی خوشی ہے کہ میں نے رئیس الاحرارؒ کے پڑپوتے مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کو اس پہلو سے بھی اپنے اجداد کا سچا وارث پایا ہے، قابلِ ذکر سیاسی پارٹیاں آپ کے خاندان کی ملی و ملکی خدمات سے بہ خوبی واقف و آگاہ ہیں اور اس خاندان کے افراد کو ہر جگہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا اور ان کی آراء و مشوروں کو وزن

دیا جاتا ہے۔ پنجاب میں آنے والی ہر حکومت مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی باتوں کو اہمیت دیتی ہے اور یہ ہم مسلمانانِ پنجاب کی سعادت وخوش نصیبی ہے کہ مولانا محمد عثمان رحمانی حکومت سے پنجاب کے مسلمانوں کے کئی اہم مسائل حل کرانے میں کام یاب رہے ہیں۔ مولانا رحمانی ایک زمانے میں مذہبی امور کمیٹی وقف بورڈ پنجاب کے چیئر مین بھی رہے اور اس پلیٹ فارم سے مسلمانانِ پنجاب کی دل و جان سے خدمت کی۔ آپ کا وقف بورڈ پنجاب سے یہ انسلاک عوام کے ساتھ ساتھ، علماء وائمہ کے لیے کئی فوائد کا موجب بنا۔

مولانا عثمان رحمانی ملک کے ان معدودے چند علماء میں سے ہیں، جن کا دائرہ کار وطریقِ کار مسالک ومشارب اور ادیان و مذاہب کے حدود وقیود سے ابتدا ہی سے بالاتر رہا ہے، اللہ نے آپ کو قلب ونظر کی وسعت سے نوازا ہے، بین المسالک ان کے اس قبولِ عام میں ان کی ذہنی وقلبی وسعت کا بہت بڑا دخل ہے۔ قریب رہنے کے بعد ہی ایسی چیزوں کا کماحقہ ادراک ممکن ہے، مجھے ذاتی طور پر بھی اس کا تجربہ ہوا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے تلخ واقعات ولمحات کو عوام وخواص کے وسیع تر دینی مفاد کی خاطر اس طرح نظر انداز کر جاتے ہیں، جیسے وہ واقعات گویا رونما ہی نہ ہوے ہوں۔ اللہ کا فضل ہے کہ جب کسی دینی وسیاسی غرض سے وہ اہالیانِ لدھیانہ و پنجاب کو آواز دیتے ہیں، تو ہندو مسلم سکھ عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ بہ خوشی صدر دفتر مجلس احرار جامع مسجد فیلڈ گنج حاضر ہوتے ہیں اور پھر باہمی مشورے سے طے شدہ امور کو سختی کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں۔

موجودہ حکومتِ ہند نے "سی اے اے" کے نام سے ایک حد درجہ سنگین و

متنازع بل کو جب منظوری دی، تو اس کے خلاف مولانا محمد عثمان لدھیانوی مدظلہم بڑی جرأت وہمت کے ساتھ میدان میں اترے، شہر لدھیانہ کے دانہ منڈی کے نام سے معروف وسیع وعریض میدان میں احتجاج شروع کیا، جس میں سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف اپنے احساسات کے اظہار کے لیے شہر لدھیانہ بلکہ پنجاب کے مسلمانوں، سکھوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کی ایک معتد بہ تعداد نے اہتمام کے ساتھ شرکت کی۔ مولانا کے قائم کردہ لدھیانہ کے اس شاہین باغ کا اثر ملک بھر میں محسوس کیا گیا اور سیاسی وملی اثر ورسوخ رکھنے والے مختلف مذاہب کے قائدین نے ملک کے مختلف شہروں سے اس میں حصہ لیا۔ جامعہ ملیہ اور شاہین باغ دہلی جہاں سے سب سے پہلے اس متنازع قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی تھی، سے وابستہ لوگوں نے بھی لدھیانہ کے اس احتجاج کو بڑی اہمیت دی اور اسے ہندوستان کا ایک بڑا احتجاج قرار دیا۔ یہ احتجاج چالیس روز تک جاری رہا اور اس کی کام یابی کے لیے برادرِ معظم مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی صاحب اور ان کے جاں نثار احرار رضا کار مکمل طور پر وقف رہے۔

مولانا کی حیات پر مختلف پہلوؤں سے تفصیلاً روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ مولانا پر اللہ رب العزت کا ایک عظیم الشان انعام یہ ہے کہ وہ اپنی مصروف ترین زندگی میں سے، تصنیف وتالیف کے لیے بھی مستقل طور پر وقت نکالتے ہیں اور اس تصنیفی کام کو حد درجہ استقلال ومداومت کے ساتھ اپنا معمولِ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کے کام سے ٹوٹی پھوٹی وابستگی کی نعمت راقم سطور کو بھی حاصل ہے، میں نے تحفظ ختم نبوت ورد قادیانیت پر لکھے گئے اپنے بعض مضامین میں،

مولانا مدظلہم کی نگارشات سے استفادہ کیا ہے، وہ کسی بھی مضمون کو آسان سے آسان تر بنا کر لکھتے و بیان کرتے ہیں، جامعہ عربیہ سید المدارس سلیم پور دہلی کے زمانہ تدریس میں، مجھے مولانا محمد عثمان لدھیانوی صاحب کی معرکتہ الآراء کتاب "قافلہ علم وحریت" کے بالاستیعاب مطالعے کا موقع ملا تھا، یہ کتاب علمائے لدھیانہ کی تین سو سالہ علمی و دینی خدمات اور آزادیِ وطن سے متعلقہ ان کے لافانی کارناموں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مفید اور معلوماتی کتاب ہے، جسے ہند و پاک کے علمی و دینی اور سیاسی وملی حلقوں میں وقعت و پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔علمائے لدھیانہ کا ذکر تاریخی کتابوں میں منتشر تھا اور کئی تاریخی باتیں ایسی بھی تھیں، جو ہند و پاک میں منقسم جلیل القدر علمائے لدھیانہ کے سینوں میں محفوظ تھیں اور ان کے جاننے والے بہت کم لوگ تھے،مولانا رحمانی کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہرے حروف میں ہمیشہ درج رہے گا کہ انھوں نے دس سال کی جہدِ مسلسل ومحنتِ شاقہ کے بعد ایک ایسی کتاب تیار کردی، جس میں سینوں میں محفوظ بہت سی اہم وقابلِ ذکر باتیں سفینے پر منتقل ہوئی ہیں اور مختلف تاریخی کتب میں پھیلے ہوئے علمائے لدھیانہ کے قابلِ قدر علمی و سیاسی کارناموں کو بڑی عمدگی کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ علمائے لدھیانہ سے متعلق یہ ایک ایسی مثالی دستاویز ان کے قلم سے تیار ہوئی ہے، جسے ہر انصاف پسند مؤرخ اپنی تاریخ میں جگہ دے گا اور لدھیانہ اور علمائے لدھیانہ سے متعلق، مستقبل میں لکھی جانے والی کتابوں میں اسے ماخذ کی حیثیت دی جائے گی،مصنف چوں کہ نوجوان عالمِ دین ہونے کے ساتھ ایک جری ونڈر

انسان بھی ہیں، اس لیے بہت سی ایسی باتیں بھی اس کتاب میں پڑھنے کو مل جاتی ہیں، جنھیں معرضِ تحریر میں لانے کا عام قلم کاروں کو یارا نہیں۔ اس بات کو " قافلہ علم وحریت" کی مقبولیت پر ہی محمول کیا جائے گا کہ اس کا پہلا ایڈیشن اشاعت کے کچھ ہی عرصہ بعد ختم ہو گیا، میرا اور ان کے حلقہ احباب میں شامل بہت سے اہلِ علم افراد کا کئی سالوں سے اصرار تھا کہ اس کتاب کو مزید اضافوں ساتھ دوبارہ شائع کر دیا جائے، مولانا اپنے لوگوں کی بات کو سننے اور حسبِ استطاعت اس کی تعمیل میں بھی اپنی مثال آپ ہیں، وہ ان دنوں اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری میں مصروف ہیں اور سو صفحات کے اضافے کے ساتھ، کتاب کا دوسرا ایڈیشن جلد شائع ہوگا۔ ان شاءاللہ

مولانا مدظلہم کے بارے میں یہ بات تقریباً سب کو معلوم ہے کہ انھوں نے اپنی حیاتِ مستعار کے پانچ سال سینٹرل جیل لدھیانہ میں گزارے ہیں، اس پانچ سالہ دورِ اسیری پر ایک مستقل کتاب کے لکھنے کا ارادہ وہ بہت پہلے سے کیے ہوئے تھے اور قافلہ علم وحریت کے ذریعہ وہ اس کا اعلان بھی کر چکے تھے، یہ کتاب اب تیار ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو گئی ہے آپ کی مزید دو کتابیں "داستانِ لدھیانہ" پنجابی زبان اور لدھیانہ کی تاریخ ہندی زبان میں منظرِ عام پر آ گئی ہیں۔ ماشاءاللہ مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی صاحب کو ہندی اور پنجابی زبان پر بھی عبور حاصل ہے، اللہ کرے قافلہ علم وحریت کی طرح داستانِ لدھیانہ کو بھی قبولِ عام حاصل ہو۔ داستانِ لدھیانہ میں لدھیانہ کے ان مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں کی وطنی خدمات کو ذکر کیا گیا ہے، جنھوں نے اٹھارہ سو ستاون سے لے کر

انیس سو سینتالیس تک انگریز مخالف جد و جہد میں حصہ لیا تھا۔امام العارفین مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانویؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، سردار کرتار سنگھ، لالہ لاجپت رائے اور نامدھاریوں کے رہنما پرتاب سنگھ جی جیسی بہت سی معروف شخصیات بھی اس کتاب کا حصہ ہیں اور مختلف المذہب وہ غیر معروف شخصیات بھی اس کتاب کے ذریعے سامنے لائی گئی ہیں، جنھیں عام مؤرخین نے سرے سے انداز کر دیا اور یا پھر اشاروں کنایوں ہی میں ان کے ذکر تک اپنے کو محدود رکھا۔مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی ایک دردمند سیاسی و ملی قائد، مخلص عالمِ دین اور انصاف پسند مؤرخ کے طور پر ابھرے ہیں اور اسلامیانِ ہند و پاک کو ان کی ذات سے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔

اس دعا کے ساتھ اب رخصت ہوتا ہوں کہ خدائے کریم ان کے اس لائقِ صد رشک سفر کو اسی شان کے ساتھ دیر و دور تک جاری رکھے اور ہر طرح کے شر و رفتن اور ابتلائات و آزمائشوں سے انھیں اپنے حفظ و امان اور پناہ میں رکھے۔

محمد عارف جیسلمیری

☆☆☆

قادیانیت کیا ہے؟

لدھیانہ سنٹرل جیل کے واقعات اسیری تحریر کرنے سے قبل یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ قادیانیت کے فتنے کے متعلق چند باتیں تحریر کرتا چلوں تاکہ نئے پڑھنے والوں کو یہ علم ہو جائے کہ ہماری قادیانیت کے خلاف جد وجہد خالص اسلامی شریعت کے مطابق چلی آرہی ہے، جماعت قادیان کی طرف سے مجلس احرار اسلام ہندلدھیانہ کے ارکان پر دائر کروایا گیا قتل کا جھوٹا مقدمہ اور پھر اس مقدمہ کی وجہ سے ایک طویل مدت تک جیل میں گذارے دنوں کا تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا سے تھا اور ہے۔

تاریخ کے اوراق اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے وطن عزیز بھارت پر انگریز کمپنی حکومت کی طرف سے چال بازیوں سے کام لیتے ہوئے جب قبضہ کرلیا گیا تو ملک بھر کے مسلمان اور دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، انگریز کمپنی حکومت کے دستاویز اور تاریخی حقائق بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ ملک کو انگریز کے پنجے سے آزاد کرانے کے لئے مسلمانوں نے اٹھارہویں صدی کی ابتداء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک لگا تار پہلی صف میں انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے نہ صرف فرنگیوں کو لرزہ براندام کر دیا تھا بلکہ اپنی قربانیوں کی وجہ سے سب سے منفرد مقام بھی حاصل کیا، مسلمانوں کی اس ہمت وجرأت اور سرفروشی کو دیکھتے ہوئے انگریزوں نے اپنے قدیم

حربے "پھوٹ ڈالواور راج کرو" کے تحت مسلمانوں کو جنگ آزادی سے دور کر نے کے لئے ایک سازش تیار کی، اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انگریزوں نے پنجاب کے ضلع گرداسپور کے قصبہ قادیان سے تعلق رکھنے والے انگریزوں کی کچہری کے ہی ملازم مرزا غلام قادیانی کا انتخاب کیا۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا، یہ اللہ تبارک وتعالی کا فیصلہ ہے اور خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اللہ تعالی کی جانب سے ہمارے آقا ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب عطا ہوا، اور یہ عقیدہ ختم نبوت ہی اسلام کی ایسی بنیاد ہے کہ جس کی وجہ سے دین اسلام اپنے بنیادی عقائد پر قائم ودائم ہے، کیونکہ انگریز حکومت کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اسلام کی مکمل عمارت عقیدہ ختم نبوت ﷺ پر ٹکی ہوئی ہے، اس لئے انگریزوں نے اسی عقیدہ کے خلاف سازش تیار کر کے مرزا غلام قادیانی کو میدان میں اتارا، دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ تمام اقوام کے لوگ بھی اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آنے والا ہے اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھتے ہوئے شان رسالت، ناموس رسالت اور تاج ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کے لئے بے مثال قربانیاں پیش کرتے آئے ہیں، انگریزوں نے بھارت کی جنگ آزادی کے دوران مسلمانوں کو انگریز کی مخالفت سے ہٹانے کے لئے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہی سازش تیار کی در اصل کمپنی حکومت نے اپنے دانشوروں کے ذریعہ اس بات کی تحقیق کر لی تھی کہ

اگر مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوتؐ کے ساتھ نعوذ باللہ چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو مسلمان اپنے تمام ضروری کاموں اور تحریکوں کو چھوڑ کر اس عقیدہ کے دفاع کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، فتنۂ قادیانیت کی بنیاد انہی باتوں کے مدنظر رکھی گئی، مرزا غلام قادیانی اور اس کی جماعت قادیان کے قیام کا اصل مقصد ہی مسلمانوں کی توجہ کو تحریک آزادی ہند سے ہٹانا تھا۔

انگریزوں کی سازش کے جواب میں فتنہ قادیانیت کے ارتداد اور کفریہ عقائد پر دنیا میں سب سے پہلے علماء لدھیانہ ہی کے سرخیل حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی اور ان کے برادران نے فتوئے تکفیر جاری کیا تھا، قادیانیت کے کفر کی وضاحت کے لئے بے شمار ٹھوس دلائل موجود ہیں جنہیں پڑھ کر کوئی بھی صاحب علم آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی تمام تر جدوجہد صرف اور صرف سلطنت برطانیہ کی بقا اور انگریزوں کے اشاروں پر اہل اسلام کو منتشر کرنے کے لئے تھیں، عظیم مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اولؒ نے بڑے ہی مدبرانہ انداز میں برادران ملک وملت کو فتنۂ قادیانت کے متعلق بیدار کرتے ہوئے بتایا تھا کہ قادیانیت انگریز کی سیاسی سازش ہے، اور یہ بات حقیقت بھی ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کے خلاف قادیانیوں کی سازش سیاسی نوعیت کی ہی رہی، کیونکہ عقیدہ ختم نبوتؐ کے خلاف قادیانیت کی سیند ماری کی کوشش اسی لئے رہی ہے کہ مسلمانوں کو اقتدار میں آنے سے روکا جائے۔

آج بھی پوری دنیا میں جماعت قادیان انگریزوں اور اسلام دشمن طاقتوں

کی زیر سرپرستی دولت اور میڈیا کے بل پر اہل اسلام میں انتشار ڈالنے کی ناکام کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے، مرزا غلام قادیانی کے نام نہاد جانشین دولت کے بل پر ہر سال کرائے کے لوگوں کو بلا کر اپنا سالانہ جلسہ منعقد کر کے خوش فہمیوں میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں، فتنہء قادیانیت کے نام لیوا ملازمین اور نام نہاد مریدین گرچہ آج بھی اسلام مخالف اشاعتی سرگرمیوں میں ملوث ہیں لیکن دنیا بھر میں علماء اسلام نے ان کو بے نقاب کر دیا ہے، فتنہ قادیانیت کے خلاف ۱۸۸۴ء میں سب سے پہلے علماء لدھیانہ کی جانب سے جاری کئے گئے فتوائے تکفیر نیز روز اول سے ہی مرزا غلام قادیانی اور اس کی جماعت کے چہرے سے نام نہاد اسلام کا لبادہ اتار دیا تھا، اور پھر علماء لدھیانہ کی صدائے حق پر ملک بھر اور دنیا کے مختلف مما لک کے علماء کرام کی جانب سے بلند کی گئی لبیک کی صداؤں نے فتنہ قادیانیت کے پھلنے پھولنے سے قبل ہی اس کا تابوت تیار کر دیا، یہی وجہ رہی کہ مرزا غلام قادیانی سے لیکر آج تک جماعت قادیان دنیا کے مختلف مما لک میں سوائے اپنے دفاتر کھولنے کے کوئی عوامی کامیابی حاصل نہیں کر سکی، آج بھی ہمارے ملک بھارت میں قادیانی اپنی شر انگیز سرگرمیوں میں ملوث ہیں، اخبارات اور سوشل میڈیا پر جھوٹی خبریں شائع کرانے کے باوجود قادیانی جماعت کو اپنے اجلاس کے لئے سامعین کو دور دور سے لالچ دے کر بلانا پڑتا ہے جس کے باوجود ابھی تک ان کی تعداد ہزاروں تک نہیں پہنچ سکی۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ علماء لدھیانہ کی جانب سے مرزا غلام قادیانی کے خلاف ایسے وقت میں سب سے پہلا فتوائے تکفیر جاری کیا گیا جب

انگریز حکومت کے خوف سے کوئی بھی آواز بلند کرنے کی جرأت نہیں دکھا رہا تھا کیونکہ مرزا غلام قادیانی کو انگریز کمپنی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی، علماء لدھیانہ کے عظیم خاندان پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم رہا کہ جنگ آزادی میں انگریزوں کے ٹوڈی مرزا غلام قادیانی کے خلاف سب سے پہلے آوازِ حق بلند کرنے کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر تحریک آزادی کے دوران قادیانیت کو بے نقاب کرنے کا سہرا بھی اسی خانوادے کے فرزند جلیل مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام ہند کے سر بندھا۔

مجلس احرار اسلام اور تحریک ختم نبوتؐ

☆ انگریز کے خود کاشتہ پودے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوتؐ پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تو عاشقان رسول ﷺ اس کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح حائل ہو گئے، ان عاشقان رسول ﷺ نے جھوٹی نبوت کے دعویدار مرزا غلام قادیانی اور اس کی جماعت اور انگریز حکومت کے خلاف پرزور تحریک شروع کی جسے تاریخ اسلام میں تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے نام سے جانا جاتا ہے، یوں تو تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز ۱۸۸۴ء میں علماء لدھیانہ کی جانب سے مرزا قادیانی پر دیے گئے فتویٰ تکفیر کے جاری ہونے کے ساتھ ہی ہو گیا تھا، لیکن عوامی سطح پر اس تحریک کو متحدہ بھارت میں مجلس احرار کے بانی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفکر احرار چودھری افضل حقؒ اور دیگر رفقاء احرار نے شروع کیا، مرزا قادیانی کے خلیفہ مرزا محمود کی طرف سے انگریزی حمایت یافتہ قادیانی سازش کو جب ایک بار پھر عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کی گئی تو احرار سر پر کفن باندھ کر میدان عمل میں کود پڑے، اس دور میں ان حضرات کی سر پرستی حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اور مسلم سیاسی لیڈران کے رہنما مجدد وقت حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ نے فرمائی۔

☆ مجاہدین احرار نے قادیانیوں کی طرف سے کشمیر کو قادیانیت کے رنگ میں رنگنے کی سازش کو ناکام کرنے کے لئے منظّم جدوجہد کا آغاز کیا تقریباً تمام احرار رہنما اور ہزاروں رضا کاران احرار نے تحریک کشمیر کو کامیاب بنانے کے لئے قربانیاں دیتے ہوئے دیوانہ وار انگریزی تشدد کا سامنا کیا اور جیلیں بھر دیں، احرار کی یہ کاوش کامیاب رہی، اور قادیانیت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، قادیانیت کو انگریز حکومت کی حمایت حاصل ہونے کے باوجود بے خوف احراریوں نے چند ہی سالوں میں برصغیر میں قادیانیت کے چہرے سے نقاب الٹ دیا، قادیانی خلیفہ کی طرف سے آئے دن مسلمانوں کو ورغلانے اور مفادات اسلامیہ کو نقصان پہچانے کے ساتھ ساتھ مضافات قادیان کے مسلمانوں پر ظلم اور تشدد کے قصہ کو ختم کرنے کے لئے آخر رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور ان کی جماعت نے فیصلہ کرلیا۔

☆ ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۴ء کا دن وہ تاریخ ساز دن ہے جب احرار نے قادیانیت کا قلع قمع کرنے کے لئے خاص قادیان میں جا کر ختم نبوتؐ کا ڈنکا بجادیا، احرار پر انگریز حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود قادیان میں "احرار کانفرنس" منعقد کی گئی، اور قادیانی ظلم وستم کی وہ زنجیر توڑ دی گئی، جس میں انگریز کی مدد سے قادیانیوں نے مظلوم مسلمانوں کو جکڑ رکھا تھا، مختلف مؤرخین نے مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کے فتنے کے تعاقب اور تاج ختم نبوتؐ کی حفاظت کے لئے احرار کی خدمات کو قابل تحسین بتاتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اگر احرار کی خدمات میں صرف تحریک ختم نبوتؐ ہی کا ذکر کیا

جائے تب بھی یہ ایک ایسی خدمت ہے جس کو انجام دینے کے بعد احرار کو کسی اور شئے کی ضرورت نہیں، تمام احرار لیڈران نے تاج ختم نبوت ﷺ کی حفاظت کے لئے کئی سال اسیری کی زندگی گذاری، تحریک ختم نبوت ﷺ میں احرار کے رضا کاروں نے اپنے رہنماؤں کے کاندھے سے کاندھا ملا کر قادیانیت کا مقابلہ کیا، ایک دو نہیں سینکڑوں احرار رضا کار اس مشن میں تشدد برداشت کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگئے، احرار کی تحریک ختم نبوت ﷺ پنجاب سے نکل کر یوپی، بہار، بنگال، کشمیر، دکن اور بھوپال غرض کہ ملک کے کونے کونے تک پھیل گئی، اور قادیانیت کا شیش محل پارہ پارہ ہوگیا، احرار کی تحریک تحفظ ختم نبوت ﷺ کو برصغیر میں تمام مسلک کے علماء کی تائید حاصل رہی ہے، اکابرین احرار نے قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے ایک ایسی تحریک کا آغاز کیا جو کہ ہر منزل پر اپنی فتح کا پرچم لہراتے ہوئے آزادی ہند سے پہلے اور بعد میں بھی تا حال رواں دواں ہے۔

تقسیم ہند کے بعد تحریک تحفظ ختم نبوت ﷺ

☆ ملک کی جنگ آزادی کی کامیابی کے ساتھ ہی عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کرنے والے شیروں کا مسکن صوبہ پنجاب تقسیم کی زد میں آ گیا، پنجاب کی تقسیم قادیانیت کے لئے خوشی کی بات تھی کیونکہ جہاں ایک طرف نئے بنے مسلمانوں کے ملک پاکستان میں قادیانیت کو اپنے ناپاک پنجے پیوست کرنے کا موقعہ مل رہا تھا وہیں دوسری اور بھارتی پنجاب میں تقسیم ہند کے وقت ہجرت کے دوران بچ گئے دو فیصد غریب مسلمانوں کے ایمان کو بھی سلب کرنے کے لئے میدان خالی

نظر آ رہا تھا، لیکن شاید مرزا غلام قادیانی کے چیلے اس بات کو بھول گئے کہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے تاج ختم نبوت ؐ کی حفاظت کے لئے دنیا کے تمام گوشوں میں جانثاروں کو متعین فرما رکھا ہے۔

☆ ملک آزاد ہوا اور پنجاب کی تقسیم کے ساتھ ہی پاکستان کے وجود میں آنے کے وقت مشرقی پنجاب سے لاکھوں مسلمان مغربی پنجاب (پاکستان) کی جانب ہجرت کر گئے لیکن اس دوران مجلس احرار اسلام کے بانی علماء لدھیانہ کے مایہ ناز فرزند رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے قیام پاکستان کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے اس عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے نئے بنے ملک میں نہ بس کر اپنے وطن لدھیانہ پنجاب میں ہی پرچم دین کو قائم رکھنے کا فیصلہ فرمایا، یہ پنجاب گرچہ پہلے پنجاب سے مختلف بن گیا تھا ہزاروں مساجد، مدارس اور خانقاہیں ویران ہوگئیں، کسی کسی گاؤں میں ایک ایک دو دو غریب مسلمانوں کے گھر باقی بچے تھے جو کہ اب مساجد اور مدارس کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی آنی والی نسل کو دین سے آشنا کروانے سے معذور ہو گئے، ایسے وقت میں اللہ کریم نے ایک بار پھر علماء لدھیانہ کو اس عظیم خدمت کا موقعہ عطا فرمایا۔

☆ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے تقسیم ہند کے فوراً بعد ناساز گار حالات کے درمیان لدھیانہ سے بند پڑی مساجد کی آباد کاری کا سلسلہ شروع کیا اور اس کام کے لئے اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ کی سرپرستی میں اپنے فرزندوں میں سے مولانا خلیل الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مفتی سعید الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مفتی محمد احمد

رحمانی لدھیانوی کو پنجاب میں دین اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی ذمہ داری عطا فرمائی، ان تینوں برادران نے لدھیانہ جالندھر امرتسر پٹیالہ سمیت پنجاب کے مختلف اضلاع میں نہ صرف بند پڑی مساجد کو ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء کے دوران قابضین سے خالی کروایا بلکہ پنجاب میں بچ گئے دو فیصد مقامی مسلمانوں کو جنہوں نے حالات کے مدنظر اپنی شناخت چھپالی تھی ہمت اور حوصلہ دے کر ایک بار پھر سے مساجد تک پہونچادیا۔

☆ جس کے بعد ۱۹۸۷ء سے اسی خاندان کے فرزند رئیس الاحرار کے پوتے مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے اپنے اکابرین والد محترم اور دونوں تایا حضرات کے مشن کو نہ صرف قریب سے سمجھا بلکہ اسے پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنی ذمہ داری بخوبی ادا کرنی شروع کردیں، اور پھر دیکھتے دیکھتے رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کے پوتے اور آپ کے ہی ہمنام مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے نہ صرف مجلس احرار اسلام ہند کو ملک میں دوبارہ قائم کیا بلکہ تحریک تحفظ ختم نبوتﷺ کو ایک بار پھر اس بلندی پر لے گئے جہاں کبھی مجلس احرار اسلام ہند کے ابتدائی دور میں ہوا کرتی تھی، امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے تحریک کے ساتھ ساتھ پنجاب بھر میں مساجد کی آبادکاری کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر کے مقامی مسلمانوں میں ہمت اور حوصلہ پیدا کیا جس کی وجہ سے آج صوبہ کے ہر ایک حصے میں آباد ہو چکی مساجد کی تعداد کئی سو عدد تک پہنچ گئی ہے۔

☆ موجودہ پنجاب میں مجلس احرار اسلام ہند نہ صرف مساجد کو آباد کرانے کے لئے پیش پیش ہے بلکہ تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں فرقہ پرست عناصر کی طرف سے اقلیتوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا بھی منھ توڑ جواب دے رہی ہے، نیز خدمت کے میدان میں بھی مجلس احرار اسلام ہند نے ایک سنہری تاریخ رقم کردی ہے، پنجاب کی سرزمین پر کرونا وائرس کی وبا کے دوران تین ماہ تک لاکھوں افراد تک راشن پہنچانا، اور بلاتفریق مذہب وملت تمام ضرورت مندوں کے ساتھ کھڑے ہونا نیز پنجاب میں مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ فرقہ پرستی کے اس دور میں مضبوط آپسی بھائی چارہ قائم کرنا اور فتنہ قادیانیت کے خلاف تمام مسلک کے علماء حضرات کو ایک اسٹیج پر یکجا کرلدھیانہ میں صد سالہ اجلاس منعقد کر کے دس لاکھ افراد کو ایک جگہ جمع کرنا موجودہ احرار کے سنہری کارنامے ہیں، اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ یہ جماعت آنے والے دور میں بھی اسی آن بان اور شان کے ساتھ پرچم اسلام کو سربلند رکھے آمین۔

مقدمہ کا پس منظر

☆ نومبر ۱۹۹۹ء کی ایک سرد شام تھی اور ضلع لدھیانہ کی تحصیل جگراؤں کے گاؤں غالب رن سنگھ وال کی جانب میں اور میرے دوست محمد مستقیم احراری اپنے موٹر سائیکل پر رواں دواں تھے، دراصل گزشتہ کئی روز سے ہم لوگ روزانہ ضلع کے دیہات کا دورہ کر رہے تھے، مقصد یہ تھا کہ فتنہ قادیانیت سے متأثر ہو گئے مسلمانوں کی شناخت کر کے انہیں اس بیماری سے بچایا جا سکے، اسی سلسلے میں ہمارے علاوہ دیگر افراد کو بھی والد محترم (امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی) نے پنجاب بھر میں یہ ذمہ داری دی تھی، القصہ اس روز جب ہم ظہر کی نماز جگراؤں کی مسجد میں ادا کر کے فارغ ہوئے تو امام مسجد مولانا اللہ دتا نے بتایا کہ حلقہ کے گاؤں رن سنگھ وال کے سبھی مسلم گھرانے قادیانیوں کی باتوں میں آ گئے ہیں، ان مسلمانوں کو مولانا اللہ دتا نے اس فتنہ کی اصلیت سے آگاہ کرنا چاہا تو وہ مشتعل ہو گئے اور کسی بھی طرح کی بات سننے سے انکا کرنے لگے، یہی وجہ رہی کہ اب تک قادیانیوں کے فریب میں آ چکے ان مسلمانوں تک جو بھی مبلغ گیا وہ پنجابی زبان نہ جاننے کی وجہ سے گفتگو نہ کر سکا میں نے مولانا اللہ دتا کی بات کو سنجیدگی سے لیا اور ہم دونوں ساتھی جگراؤں سے غالب رن سنگھ وال کی جانب روانہ ہو گئے۔

جاؤ! لوٹ جاؤ! کیوں آئے ہو یہاں! یہ ایک نوجوان مسلمان پنجابی لڑکی کی غصہ سے بھری آواز تھی، جو کہ لگاتار پنجابی زبان میں احتجاج کرتے ہوئے بولے جارہی تھی جس کا اندازہ تھا کہ پھر کوئی مسلمان مبلغ آگیا ہے جو کہ اب گاؤں میں قادیانی جماعت کی طرف سے مہیا کروائے گئے مفت امام کو نکالنے کی بات کرے گا، اس مسلمان بہن کا رویہ دیکھ کر مجھے حیرت نہیں ہوئی کیونکہ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے بعد پنجاب کے ہر ایک گاؤں تک پہنچنا احرار کی ذمہ داری تھی، لیکن افراد کی اس دور میں قلت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے یہ کام دیر سے شروع ہوا............ خیر جب ہم گاؤں کے اس مسلم گھر میں داخل ہوئے اور قادیانیت سے متأثر اس مسلمان بہن کو جب میں نے دوچار باتیں اس کی اور اپنی مادری زبان پنجابی میں گوش گزار کیں تو ان کا غصہ کم تو نہیں ہوا البتہ لہجہ میں نرمی ضرور پیدا ہوگئی، میں اسی موقعہ کی تلاش میں تھا فوراً پنجابی زبان میں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی شان بیان کی تو ماحول ہی بدل گیا، ناراضگیاں شفقت میں بدل گئیں، اور پھر اسی دوران ایک قادیانی مبلغ وہاں آپہنچا وہ ہمیں نہیں جانتا تھا کہ ہم کون ہیں؟ اس نے سمجھا کہ کوئی مسلمان لڑکے ہیں اور قادیانیت کی مخالفت کرنے یہاں آپہنچے ہیں، قادیانی مبلغ نے آتے ہی ایک ہی بات کہی کہ اپنے بڑے مولویوں کو بلاؤ ہم بھی قادیان سے اپنے عالم بلائیں گے اور ان گاؤں والوں کے سامنے جو بھی اپنی بات سمجھادے یہ اسی کے ساتھ رہیں گے، قادیانی مبلغ کی یہ بات سن کر گاؤں والے فوراً بول اٹھے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ قادیانی مبلغ نے گاؤں والوں کو یہ بات پہلے ہی سمجھا رکھی تھی کہ جب

بھی کوئی مسلمان عالم آئے تو آپ لوگ اس سے مناظرے کا مطالبہ کریں، خیر میں نے ان کے اس چیلنج کو بخوشی قبول کیا، تاریخ اور وقت مقرر کرنے کے بعد ہم دونوں نے گاؤں میں ہی مغرب کی نماز ادا کی، جس کے بعد ہم لدھیانہ واپس لوٹ آئے۔

مناظرے سے قادیانیوں کا فرار

ماہ دسمبر ۱۹۹۹ء کی ایک صبح گاؤں غالب رن سنگھ وال میں خوب چہل پہل تھی، قادیانیوں نے مناظرے کے لئے گاؤں کی دھرم شالہ میں انتظام کیا تھا، قادیان سے ان کے ایک درجن افراد آئے ہوئے تھے، جن کے ساتھ میڈیا والے بھی تھے نیز علاقے کی پولیس چوکی کے تھانے دار سے بھی قادیانیوں نے سانٹھ گانٹھ کر کے اسے بلا لیا تھا کہ دولڑ کے آرہے ہیں انہیں اوران کے ساتھیوں کو آتے ہی ذرا دھمکا دینا، قادیانی دراصل خام خیالی میں تھے، ان کا مبلغ پہلی مرتبہ میں مجھے پہچان نہ سکا تھا وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ کوئی غیر پنجابی مسلمان مبلغ ہے جو چند مولویوں کو لیکر آئے گا، پہلے تو پولیس والے ہی ڈرا دیں گے اور باقی کام گاؤں کے چند اوباش لڑکوں سے لیا جائے گا جنکو صبح ہی سے نشہ کروا کر تیار کر لیا گیا تھا، لیکن جب احرار کے عظیم الشان قافلے کی گاڑیاں گاؤں میں داخل ہوئیں تو قادیانی حیرت زدہ ہو گئے، یہ تو امیر احرار ہند شاہی امام پنجاب مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کا کارواں ہے، اور پھر جب قافلہ میں سے حضرت شاہی امام صاحب کے ساتھ متعین پنجاب پولیس کے باوردی محافظ بھی اترے تو چونکی

انچارج بھی ٹھٹکا اور الٹا قادیانیوں کو ڈانٹنے لگا، خدا کی قدرت دیکھیں کہ وہی چونگی انچارج جو کہ قادیانیوں کی شہ پر ہمیں خوف زدہ کرنے آیا تھا بالآخر سیکورٹی کے مدنظر قادیانیوں کے کیمرے اور موبائل ضبط کرتا نظر آرہا تھا، اس مناظرے میں میرے والد محترم (امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی) کے ہمراہ مالیر کوٹلہ سے میرے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل قاسمی، مولانا روشن دین قاسمی چمبہ، جناب عتیق الرحمٰن لدھیانوی، ڈاکٹر سراج الدین بالی اور دیگر معزز مسلمان شامل تھے، اس موقعہ پر میرے عزیز دوست مولانا روشن دین قاسمی جو کہ نوجوان عالم دین ہیں نے پنجابی زبان میں ایسی دھواں دھار تقریر کی کہ قادیانیوں کے پسینے چھوٹ گئے اسی دوران چند اوباش لڑکے نشہ کر کے آکر ہلڑ بازی کی کوشش کرنے لگے تو مقامی پولیس نے ان کو روک دیا اور پھر جب قادیانی اس مناظرے کو طول دینے کے لئے ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگے تو اچانک حضرت والد محترم (امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی، شاہی امام پنجاب) کھڑے ہوئے، آپ کے کھڑے ہوتے ہی مجمع پر خاموشی طاری ہوگئی، گاؤں کے ہندو، سکھ بھی متوجہ ہو گئے، والد محترم نے پنجابی زبان میں ایک ہی سوال قادیانیوں اور گاؤں والوں سے کیا کہ ان مرزائیوں سے پوچھو کہ کیا یہ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ جا سکتے ہیں؟ یہ سوال جیسے ہی کیا گیا تو ایک قادیانی فوراً بول اٹھا کہ مکے والے ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے ہمیں مکہ شریف میں داخل نہیں ہونے دیتے اس قادیانی کا جواب دینا ہی تھا کہ گاؤں کے عام مسلمانوں اور غیر مسلموں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ جب تم (قادیانی) مکہ نہیں جا سکتے تو

یقیناً تم لوگ مسلمان نہیں ہواس بات کے بعد اسی جگہ قادیانیت کے دام فریب میں آچکے مسلمانوں نے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی غلامی کا اعلان کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے قادیانی گاؤں سے اسی وقت فرار ہو گئے، مناظرے کے بعد گاؤں کے مسلمانوں نے تمام مہمانوں کو کھانا کھلایا اور مجھے تائب ہو چکی اسی مسلم بہن نے جس کا نام اندے عرف زینب خاتون ہے، نے کھانا پیش کیا اور پھر معذرت کرنے لگی کہ جب گاؤں میں پہلے دن میں اور مستقیم بھائی ان کے گھر آئے تھے تو غصے کی وجہ سے پانی بھی نہیں پلایا تھا، میں نے انہیں معذرت کرنے سے منع کرتے ہوئے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی مبارکباد دی، یہ لڑکی جس کا نام پہلے اندے تھا بعد میں فتنہ قادیانیت کے خلاف بڑی معاون ثابت ہوئی، اس بہن نے ہماری گذارش پر اپنا نیا نام زینب رکھا، اور پھر زینب کا نکاح ضلع موگا کے گاؤں صیدوں کے میں ہوا ہے، الحمد للہ غالب رن سنگھ وال میں ہماری جانب سے مسجد بنانے کا اعلان کیا گیا اور پھر ابو جان نے وہاں مسجد ختم نبوت ﷺ کی بنیاد رکھی اور اب اس گاؤں میں ماشاء اللہ علاقہ کی سب سے بڑی مسجد بن کر تیار ہو چکی ہے۔

گاؤں غالب رن سنگھ وال سے قادیانیت کا بوریہ بستر گول ہونے کی وجہ سے قادیانیوں میں ماتم چھا گیا کیونکہ اس گاؤں سے قادیانی آس پاس کے درجنوں گاؤں دیہات میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں چلا رہے تھے، جس میں یہاں کے مقامی مسلمان لاعلمی کی وجہ سے تعاون کر رہے تھے، اب قادیانیوں کی قلعی کھل جانے سے ایک طرف جہاں ان کا مقامی دفتر بند ہو گیا وہیں دوسری

جانب قادیانیوں کو اب مقامی مسلمانوں سے تعاون ملنا بند ہو گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس گاؤں سے قادیانیوں نے جہاں جہاں جا کر بھی مسلمانوں کو ورغلا کر قادیانی بنایا تھا اب وہاں اسی گاؤں کے مسلمان بھائی بہن قادیانیت کے خلاف جا کر پرچار کر رہے تھے، اس کام میں ہماری جماعت مجلس احرار اسلام کی جانب سے مقامی مسلمانوں کا مکمل تعاون کیا جا رہا ہے۔

اس واقعہ کے بعد پنجاب کے دیگر اضلاع خاص کر امرتسر، بٹھنڈہ، موگا اور پٹیالہ وغیرہ میں مقامی علماء کرام اور مجلس احرار اسلام کے ارکان کی جانب سے عقیدہ تحفظ ختم نبوت ﷺ کے متعلق چھوٹے موٹے پروگرام تیزی کے ساتھ منعقد کئے جانے لگے، اور پھر دیکھتے دیکھتے پنجاب کے تمام اضلاع میں ایک بار پھر مسلمانوں میں فتنہ قادیانیت کے رد کے لئے بیداری آ گئی، اس کام میں مجلس احرار اسلام ہند کی آواز پر سب سے زیادہ خدمات پنجاب کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے علماء کرام نے انجام دیں، اس مہم کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ آئے دن کسی نہ کسی گاؤں سے قادیانیوں کو پسپائی اختیار کرنی پڑی، جن گاؤں، دیہات میں قادیانیوں نے مرزا واڑوں کی تعمیر کی تھی وہ بھی ویران ہو گئے، کیونکہ مقامی مسلمانوں نے مرزا واڑوں کو الوداع کہہ کر اپنے لئے مساجد تعمیر کرنی شروع کر دی آج بھی پنجاب میں کچھ گاؤں ایسے ہیں جہاں پر الحمد للہ مساجد آباد ہیں اور مرزا واڑے ویران نظر آتے ہیں، قادیانی جماعت کے لئے ۱۹۴۷ء کے بعد پنجاب میں ایک بار پھر تحریک تحفظ ختم نبوّت کا برپا ہو جانا ناقابل برداشت تھا کیونکہ تقسیم ہند کے بعد پنجاب میں بچ گئے دو فیصد مسلمانوں کو مرزا

کے چیلے اپنا آسان شکار سمجھتے تھے۔

اسی سال ہم لوگوں نے مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے دیگر برادران وطن کو بھی فتنہء قادیانیت کی اصلیت سے آگاہ کرنے کے لئے مقامی اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ بھی تحریک کا آغاز کر دیا جس کے تحت مرزا غلام قادیانی کی طرف سے جنگ آزادی کے دوران انگریزوں کی حمایت کے لئے شائع کئے گئے اشتہارات اور اعلانات عوام کے سامنے لانے شروع کئے نیز موجودہ دور میں قادیانی جماعت کی دہشت گردانہ کاروائیوں کو بھی اجاگر کرنا شروع کر دیا، اس تحریک کا فائدہ یہ ہوا کہ برادران وطن ہندو سکھ و دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ قادیانیت صرف اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ انگریز کی طرف سے بھارت کی جنگ آزادی کے خلاف رچی گئی ایک سازش ہے، اس اشاعتی تحریک کے ذریعہ ہم لوگوں نے روزنامہ اخبارات میں قادیانیت کی قلعی کھولنی شروع کی تو مرزائیت کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا، آزادی کے بعد یہ پہلی تحریک تھی جس نے ان تخریب کاروں کے چہرے سے سفید نقاب اتار دیا تھا، اس اشاعتی تحریک کے دوران قادیانیوں کے اخبار ہفت روزہ "البدر" میں ہمارے (مجلس احرار اسلام اور علماء لدھیانہ کے) خلاف کئی اداریے لکھے گئے، مقامی اخبارات کو بھی احرار کی خبریں شائع کرنے سے روکنے کی ناکام کوشش کی گئی نیز اپنے جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بزدل قادیانیوں نے ہمیں ڈاک اور ٹیلی فونوں کے ذریعہ دھمکیاں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا سب سے زیادہ دھمکیاں ڈاک کے ذریعہ پنجاب کے

باہر کے صوبوں سے آنی شروع ہوئیں جن میں خاص کر رڑکی ڈاک گھر اور دبئی سے کسی پاکستانی قادیانی کی طرف سے لکھے گئے خطوط موصول ہونے شروع ہو گئے، لدھیانہ جامع مسجد کے لینڈ لائن فون پر بھی روزانہ قادیانیوں کی طرف سے بدتمیزیوں بھری کالز آنے لگیں، ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے احراریوں نے ان کی دم پر پیر رکھ دیا ہو، دراصل جماعت قادیان کو مجلس احرار اسلام ہند کی طرف سے اس تحریک کو عوامی تحریک بنانے پر سب سے زیادہ تکلیف ہوئی، کیونکہ اس سے ان کا مقامی لوگوں میں جھوٹ وفریب کے ذریعہ قائم کیا گیا رسوخ خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا۔

القصہ آخر قادیانیوں نے مرزائیت کے دستور کے مطابق ہمیں (احرار کو) خوف زدہ کرنے کے لئے اپنا اگلا حربہ بھی استعمال کیا جس کے تحت ۹/ اپریل ۲۰۰۰ء کو کچھ مشتعل قادیانیوں نے دفتر احرار پر حملے کی ناکام کوشش کی، جنہیں پولیس نے بروقت گرفتار کر لیا، لیکن اسی دوران ان حملہ آوروں میں سے ایک قادیانی کی پولیس اسٹیشن میں موت ہوگئی اور پھر یہی وہ مقام تھا جہاں قادیانیوں نے اپنے گروگھنٹال مرزا غلام قادیانی کی پیروی کرتے ہوئے پولیس والوں سے سانٹھ گانٹھ کرتے ہوئے قتل کا جھوٹا مقدمہ مجھ پر اور دیگر چھ ساتھیوں پر درج کر دیا، اور پولیس نے یہاں تک چالبازی سے کام لیا کہ اس واقعہ کے وقت تھانے میں جمع ہوئے شہر کے سینکڑوں مسلمانوں میں سے ہی اس مقدمہ میں تین افراد کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا اور ہمارا نام مقدمہ میں سب سے پہلے لکھوایا گیا کیونکہ دشمن کے نزدیک ہمارا اصل جرم فتنہ قادیانیت کو بے نقاب کر

نے میں پیش پیش رہنا ہے، اس دوران ہم پر درج کئے گئے قتل کے اس جھوٹے مقدمہ کے دائر ہونے کی ایک دوسری وجہ یہ بھی رہی کہ اس واقعہ سے دو سال قبل لدھیانہ پولیس کے دو اعلیٰ افسران ہمیں اپنے مطابق سیاسی طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔

قابل ذکر ہے کہ خاندان علماء لدھیانہ اور مجلس احرار اسلام کے ذریعہ آج بھی ہمارے احباب کا صوبائی سیاست میں اثر قائم ہے جس کی وجہ سے صوبائی پارٹیاں اکثر یہ کوشش کرتی ہیں کہ خاندان علماء لدھیانہ کا تعاون حاصل ہو جائے انہی دنوں لدھیانہ کے دو اعلیٰ پولیس افسران کی سیاسی پیشکش کو ہمارے چچا جناب عتیق الرحمٰن لدھیانوی صدر انڈین مسلم کونسل پنجاب نے ٹھکرا دیا، جس سے یہ پولیس افسران ناراض ہو گئے، دراصل ان پولیس افسران کو خام خیالی تھی کہ یہ دیگر سرکاری لیڈران کی طرح ہیں انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وقت کے حکمرانوں کی غلط باتوں کو کبھی بھی علماء لدھیانہ نے برداشت نہیں کیا، حاکموں کے سامنے دوٹوک اعلان حق کرنا اس خانوادے کی خصوصیت رہی ہے، ان افسران نے طاقت کے نشے میں انکار سننے کے بعد احرار کے احباب میں سے غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی صاحب کو ان کی دوکان سے اٹھا کر تھانہ لے جا کر ظلم کیا جس کی خبر ملتے ہی ہزاروں مسلمان اکھٹے ہو گئے اور پھر انہیں فوراً چھوڑ دیا گیا لیکن اس ظلم پر ہم خاموش نہ بیٹھے بلکہ تشدد کے نشانات کا میڈیکل کروا کر پولیس افسران کے خلاف پنجاب ہریانہ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا اور پھر دو سال تک چلے اس مقدمہ میں ان پولیس افسران کے خلاف ایف آئی آر درج کرنے کا حکم جاری ہو گیا،

اب ایک طرف یہ اعلیٰ پولیس افسران ہم سے صلح کرکے اس معاملہ کو رفع دفع کر ناچاہتے تھے اور دوسری طرف انہیں دنوں قادیانیوں کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ رونما ہوگیا، دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے کی کہاوت کے مطابق ہم پر قتل کا یہ جھوٹا مقدمہ درج کرنے کے لئے یہ اعلیٰ پولیس افسران اور قادیانی آپس میں متحد ہو گئے۔

قتل کے اس جھوٹے مقدمہ میں میری اور دیگر احرار احباب کی موجودگی نہ ہونے کے باجود ہمارا نام ایف آئی آر میں شامل کیا گیا اور پولیس افسران نے یہاں تک قادیانیوں کی مدد کی کہ اس مقدمہ کو تقویت دینے کے لئے حکومت پنجاب کی طرف سے ہمارے ساتھ متعین پنجاب پولیس کے باڈی گارڈ میں سے ایک نوجوان کو بھی اس مقدمہ میں شامل کردیا تاکہ مقدمہ میں اسلحہ دکھایا جاسکے جو اس گارڈ کو حکومت کی طرف سے ہی دیا گیا تھا،لیکن لاکھ کوششوں کے باوجود پولیس افسران مزید من مرضی نہ کرسکے کیونکہ ہمارے خلاف دائر کئے گئے اس جھوٹے مقدمے کی خبریں روزانہ تمام اخبارات کی سرخیاں بننے لگیں،اور پولیس کو مزید غنڈہ گردی کرنے کا موقع نہیں مل سکا

۲۲/اپریل کو پنجاب بھر میں یوم سیاہ منایا گیا

مجلس احرار اسلام کی مرکزیہ نے پنجاب بھر کے مسلمانوں کے ساتھ بلائی گئی میٹنگ میں باہمی مشورہ کے بعد یہ اعلان کیا کہ ۲۲/اپریل ۲۰۰۰ء کو قادیانیت کی شرانگیزیوں کے خلاف پنجاب بھر کے تمام شہروں میں یوم سیاہ کے طور پر منایا

جائیگا جس کی ذمہ داری تمام مساجد کے ذمہ داران اور ائمہ حضرات نے بذات خود قبول کر لی کیونکہ قادیانیوں کے ساتھ ملی بھگت کے ساتھ پولیس کی طرف سے ہم پر دائر کئے گئے اس مقدمہ سے عاشقان رسول ﷺ میں غم اور غصے کی لہر دوڑ گئی، اور پھر پنجاب اور دیگر مقامات ملک میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا بالخصوص لدھیانہ شہر، جالندھر شہر، پٹیالہ، امرتسر، اور مالیر کوٹلہ میں مسلمانوں نے ہزاروں کی تعداد میں مقامی ڈپٹی کمشنر کے دفاتر تک احتجاجی مارچ نکالے، نیز پنجاب بھر کے تمام شہروں سے مسلمانوں کے وفود نے اعلیٰ حکام سے رابطہ کر کے دائر کئے گئے اس جھوٹے مقدمہ کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا، قادیانی اخبارات کے ذریعہ جھوٹی کہانیاں اس مقدمہ کے متعلق بنا کر پیش کر رہے تھے لیکن احرار احباب کی جانب سے ساتھ ساتھ حقیقت حال بتانے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے۔

اسی دوران اس مقدمہ میں عام مسلمانوں میں سے تین افراد کو پولیس نے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا، ان تین افراد میں ماسٹر عید محمد کریم، حافظ انعام الحق سابق پیش امام دومنزلی مسجد اور منور علی قریشی کے نام قابل ذکر ہیں، لیکن مقامی پولیس کو اس مقدمہ میں اس وقت ناکامی ہوئی جب پنجاب ہریانہ ہائی کورٹ کی طرف سے مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں کو جو کہ پہلے ہی پولیس کی گرفت سے باہر تھے پیشگی ضمانت حاصل ہو گئی۔

جناب بلال احمد لدھیانوی کا اچانک انتقال

انہی دنوں کی بات ہے کہ میرے والدمحترم کے تایا زاد بھائی خاندان علماء لدھیانہ کے نیک نام فرد بلال بھائی جان کا ۲۵/ جون ۲۰۰۰ء کوان کے گھر کوچہ رحمان بلی ماران دہلی میں اچانک انتقال ہوگیا، میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو جن شخصیات کے کردار نے مجھے متأثر کیا ان میں سب سے پہلا نام میرے تایا جان جناب بلال احمد لدھیانوی ثم دہلوی کا ہے، بلال لدھیانوی اپنے دور کے مفکر، دانشوراور بہترین مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ پرانی دہلی کے مشہوراساتذہ میں سے تھے،اورآپ کے قلم کواللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی خوبیوں سےنوازا تھا، آزادہندوستان میں جب لوگ مجلس احرار اسلام کوبھولنے لگے تھےتواس دور میں جن حضرات نے مجلس احرار اسلام کو دوبارہ ملک میں متحرک کرنے کے لئے میرے والدمحترم کا ساتھ دیا ان میں بھی پہلا نام جناب بلال احمد لدھیانوی کا ہے،۱۹۹۰ء کی دہائی میں جب شہید بابری مسجد کے مسئلے کولیکر ملک کی اقلیتوں میں ہیجان طاری تھااورانہیں دنوں کشمیر کے حالات بھی ناسازگار تھےتو جناب بلال احمد لدھیانوی نے ان مسائل پرمجلس احرار اسلام کا موقف تمام اخبارات میں اپنے مضامین کی شکل میں بڑی ہی جرأت کےساتھ پیش کیا۔

مجھے بلال تایاجان کی شفقتیں بچپن سے حاصل رہیں،ان میں یہ خوبی تھی کہ وہ دانشوروں میں دانشور، بڑوں میں بڑےاور بچوں میں بچے بن جاتے تھے،

صرف ۵۴ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہونا یقیناً آپ کے گھر اور مجلس احرار اسلام کے لئے نا قابل تلافی نقصان تھا، ان دنوں میں تو بالخصوص قادیانیوں کی طرف سے دائر کرائے گئے جھوٹے مقدمہ کولیکر دہلی کے تمام وکلاء اور مرکزی رہنماؤں سے ملاقاتیں آپ ہی کر رہے تھے، جب کبھی بھی میں قلم اٹھاتا ہوں تو میرا ذہن اول اپنے خاندان کے اس نا قابل فراموش خاموش مجاہد کی طرف جاتا ہے، جن کی طرف سے علم وہنر کا لگایا گیا پودہ آج بلی ماران کی بارہ دری میں عزیز میموریل اسکول کی شکل میں ایک درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کی نگہبانی بڑی جاں فشانی کے ساتھ مرحوم تایا جان جناب بلال احمد لدھیانوی کی شریک حیات محترمہ اختر بلال کر رہی ہیں۔

کل ہند تحفظ ختم نبوت ﷺ کانفرنس کا انعقاد

مجھ پر اور میرے دیگر احباب احرار اسلام پر قتل کا جھوٹا مقدمہ دائر کروانے کے بعد قادیانی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ اب فتنہ قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام کی تحریک ختم ہو جائیگی، لیکن منافقت اور برطانوی سود کی رقم پر پلنے والے شر پسند جماعت قادیان کے عناصر یہ بھول گئے کہ دین اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے یہ اتنا ہی ابھر کر سامنے آئے گا جتنا کہ اسے دبانے کی کوشش کی جائیگی، پولیس حکام کی چالبازی اور قادیانیوں کے مکر وفریب سے بنا ئے گئے اس جھوٹے مقدمہ نے اہل احرار کا ایمان اور بڑھا دیا، اور پھر تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا کہ جب ۱۹/ مارچ ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں نے انگریز حکومت کی شہ پر غنڈہ گردی کرتے ہوئے قادیان میں سید لال حسین کو شہید کر دیا تھا جس کے بعد رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے مرزائیوں اور انگریزوں دونوں کے خلاف بیک وقت اعلان جہاد کرتے ہوئے قادیان پہنچنے کا حکم جاری کر دیا تھا، اور پھر تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ احرار نے اس دور میں مرزائیت کا قلعہ توڑ دیا تھا۔

اپنے اکابرین کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ہم لوگوں (مجلس احرار کے کارکنان) نے ایک بار پھر اس جھوٹے مقدمہ اور پولیس افسران کے جبر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے لدھیانہ میں مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے قومی سطح پر تحفظ ختم

نبوتؐ کے موضوع پر لدھیانہ میں کانفرنس کرنے کا اعلان کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے لدھیانہ میں ہمارے صدر دفتر جامع مسجد سے کانفرنس کی تیاریاں شروع ہو گئیں، جھوٹے مقدمہ کی وجہ سے غصہ میں آئے پنجاب کے مسلمان جوق در جوق تیاریوں کے لئے لدھیانہ جامع مسجد آکر اپنے حصہ کی ذمہ داری لینے لگے۔

پنجاب بھر کا طوفانی دورہ

لدھیانہ میں تحفظ ختم نبوتؐ کانفرنس کے انعقاد کے سلسلے میں والد محترم امیر احرار ہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی شاہی امام پنجاب کی قیادت میں ہوئی اہم میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ عوامی سطح پر لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے احرار احباب کانفرنس کے انعقاد سے پہلے پنجاب بھر کا طوفانی دورہ کریں، اس کام کے لئے میرے علاوہ دیگر سر کردہ احرار رہنماؤں کی ذمہ داریاں لگادی گئیں، اور پھر صرف تین ہفتے کے قلیل عرصے میں بڑی تیزی کے ساتھ صوبہ بھر میں احرار رہنماؤں نے تمام مساجد تک پہنچ کر نہ صرف مشورے کئے بلکہ ان میٹنگوں کی وجہ سے عوام میں تحفظ ختم نبوت کانفرنس کولیکر جوش وجذبہ بیدار ہو گیا، اس طوفانی دورے کے درمیان بارہا میں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ دشمنوں نے ہمیں اس مقدس تحریک سے روکنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کروایا اور اللہ کی قدرت دیکھئے کہ یہ مقدمہ ہی تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کو مزید متحرک کرنے کا سبب بن گیا، تقسیم ہند کے بعد پنجاب کے وہ تمام گاؤں بھی جو کہ اب تک اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے محروم تھے ان میں بھی ایمان کی شمع روشن ہوگئی۔

۴/نومبر ۲۰۰۰ء مطابق ۶/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ بروز سنیچر شام پانچ بجے سے لدھیانہ کے سول ہاسپٹل کے سامنے واقع وسیع میدان میں مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے تقسیم ہند کے بعد پہلی کل ہند تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں لاکھوں فرزندان توحید کے ساتھ سب سے بڑی خصوصیت یہ رہی کہ تمام مسلک کے علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی، کانفرنس کے وقت لدھیانہ شہر میں لاکھوں افراد کی شرکت کے مدنظر تمام سڑکوں کو خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا، شہر کے ہندو، سکھ بھائیوں کی طرف سے بھی استقبالیہ انتظامات کئے گئے تھے، بعد نماز مغرب تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول پاک کے بعد والد محترم امیر احرار حضرت مولا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کے ہاتھوں مجلس احرار اسلام کا پرچم لہرانے کے ساتھ ہی دی گئی سلامی سے کانفرنس کی ابتدا کی گئی، اس تاریخی کانفرنس کی صدارت والد محترم قومی صدر مجلس احرار اسلام وشاہی امام پنجاب نے فرمائی، کانفرنس کی نظامت کے فرائض حضرت علامہ منصور احمد منصور بجنوری، قومی جنرل سکریٹری جناب ضمیر مجاہد جونپوری، انڈین مسلم کونسل پنجاب کے صدر عتیق الرحمٰن لدھیانوی اور غلام حسن قیصر ناظم بزم حبیب نے مشترکہ طور پر انجام دیئے۔

مہمانان خصوصی میں آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر مولانا اسرار الحق قاسمی، جناب میم افضل چیف ایڈیٹر "اخبار نو" وممبر پارلیمنٹ، جناب عزیز برنی چیف ایڈیٹر راشٹریہ سہارا، مولانا محمد جمیل الیاسی صدر کل ہند ائمہ مساجد نئی دہلی، مولانا ابو الکلام صاحب مبلغ دار العلوم دیوبند، سردار کیپٹن کنول جیت سنگھ وزیر خزانہ حکومت پنجاب، سردار چرن جیت سنگھ اٹوال اسپیکر پنجاب اسمبلی چنڈی

گڑھ، جناب جگدیش سنگھ گرچا کیبنٹ منسٹر برائے تعلیم پنجاب سرکار، جناب وینود بھارتی مجاہد آزادی، جتھیدار امر جیت سنگھ بھاٹیہ، سردار جتھیدار کلونت سنگھ دکھیا کھڈ محلّہ، سردار پریت پال سنگھ گردوارہ دکھ نیورن صاحب لدھیانہ، شری کرتار چند آریا، شری اشوک کمار گپتا، جمیل الرحمٰن و بلال طاہر مالیر کوٹلہ، مولانا محمد اجمل خان امام جامع مسجد چنڈی گڑھ، مولانا شکیل احمد منی مزرعہ، مولانا محمد ابراہیم نوری بستی جودھیوال لدھیانہ، مولانا صدر الحسن قاسمی امام جامع مسجد جموں، مولانا ممتاز احمد قاسمی شملہ، مولانا حامد حسن امام جامع مسجد امرتسر، مولانا مفتی محمد طاہر مالیر کوٹلہ، مولانا مفتی محمد نذیر مالیر کوٹلہ، مولانا مفتی محمد خلیل صاحب، مولانا مفتی عبد الجبار، مولانا مفتی محمد وکیل، مولانا محمد یٰسین مالیر کوٹلہ، مولانا حافظ محمد اسحٰق مسجد توکل شاہ انبالہ، مولانا عالم ندوی، مولانا شمشاد اشرف انبالہ، مولانا مرغوب عالم حامدی، حافظ قیام الدین، حافظ عبد الحمید، حافظ محمد فاروق، مولانا نور الحسن ہاشمی پٹیالہ، مولانا امان اللہ، مولانا حسین احمد، مولانا عبد الحامد کپورتھلہ، مولانا اللہ دتا جگراؤں، مولانا محمد انور جامع مسجد امام ناصر جالندھر، مولانا محمد ہاشم ترن تارن، مولانا عبد الغفور بٹالہ، مولانا احسن علی فرید کوٹ، مولانا محمد سعود امام مسجد ہلوارہ، چاچا محمد ابراہیم صدر مجلس احرار منڈی احمد گڑھ، مولانا جمیل احمد بٹھنڈہ، مولانا رحمت اللہ خان فیروز پور، مولانا قمر الاسلام ہوشیار پور، مولانا منصب علی، مولانا نور احمد، مولانا محمد کفیل الدین کھنہ، مولانا حفیظ الرحمٰن امام مسجد صوفیا باغ لدھیانہ، مولانا محمد ہارون، حافظ زلفام احمد، مولانا حیدر، حافظ محمد نہال الدین لدھیانہ، مولانا مرشد عالم پھلور، مولانا محمد ہاشم، مولانا محمد یونس راجپورہ،

مولانا محمد اکبر خان، مولانا شمیم احمد روپڑ، مولانا رحمت اللہ مرنڈہ، حافظ اسرائیل، مولانا قربان علی ندوی سنگرور، مولانا محمد احمد گڑھ، مولانا عبد الغفور، مولانا نور محمد جگادھری، مولانا عبد الرشید، مولانا رفیق احمد کرنال، مولانا مہدی حسن، مولانا منہاج الحق، مولانا شریف احمد، مولانا بلال بجرولوی، مولوی محمد حنیف، مولانا محمد اشرف علی موگا، مولانا محمد تسلیم روہتک، قاری محمد یونس منڈی احمد گڑھ، حافظ محمد قربان علی نتھو وال، حافظ نفیس احمد نگر، حافظ مرشد عالم پھلور، مولوی عبد اللہ منوال، مولانا قمر الزماں پائل، مولانا مطیع الرحمٰن بددل دھواں، مولانا علی جان شمس پور، مولانا عبد الرحمٰن ماجری جٹاں، مولانا عبد الحلیم اک اکلاہی، محمد احمد گجر کرتار پور، قاری عبد الجبار کندن پوری، پیر زادہ عبد الرشید سجادہ نشیں درگاہ حضرت امام ناصر الدین جالندھر کے نام شامل ہیں.

اخبارات میں مندرجہ ذیل خبریں نشر ہوئیں

لدھیانہ ۵/نومبر (نمائندہ الاحرار) ختم نبوتؐ زندہ باد، نعرہ تکبیر اللہ اکبر، رہبر ورہنما مصطفیٰ مصطفیٰ، المدد المدد یا خدا یا خدا، ان پر جوش اور تاریخی نعروں کے ساتھ مقام سول اسپتال سے متصل وسیع وعریض میدان میں مجلس احرار کے زیر انتظام کل ہند ختم نبوتؐ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تقریباً دو لاکھ فرزندان توحید نے ہریانہ، پنجاب ہماچل اور اتر پردیش وغیرہ سے شرکت کی، جس کی صدارت امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے کی، کانفرنس کا آغاز قاری الطاف الرحمٰن لدھیانوی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، نظامت کے فرائض شاعر

اسلام علامہ منصور بجنوری نے انجام دیئے، کانفرنس میں پنجاب اسمبلی کے اسپیکر چرن جیت سنگھ اٹوال، ڈپٹی اسپیکر ستیہ پال گوسائیں، ریاستی وزیر خزانہ کیپٹن کنول جیت سنگھ، وزیر تعلیم جگدیش سنگھ گرچا، پنجاب وقف بورڈ کے سی ای او صاحبزادہ اخلاق احمد خان سابق ایم پی میم افضل، آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر مولانا اسرار الحق قاسمی، کل ہند تنظیم ائمہ مساجد کے صدر مولانا جمیل احمد الیاسی، صدر ائمہ متحدہ پنجاب مولانا ممتاز احمد، احرار کے قومی جنرل سکریٹری ضمیر مجاہد اور علماء کاندھلہ کے نمائندہ مولانا اسجد علیگ نے شرکت کی۔

کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے کہا کہ احرار اسلام کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے انہوں نے کہا کہ قادیانی (مرزائی احمدی) انگریز کی پیداوار ہیں، مولانا نے اسلام مخالف عناصر کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ ہم پہلے مسلمان ہیں نہ کہ دیوبندی بریلوی، انہوں نے کہا کہ مسلمان احکام دین، روزہ نماز میں غفلت تو کرسکتا ہے لیکن منکر ختم نبوؐت نہیں ہوسکتا، انہوں نے فرمایا ہمارا خدا ایک، قرآن ایک، پیغمبر ایک، کعبہ ایک، مذہب ایک تو کیا ہم تحفظ ختم نبوتؐ کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع نہں ہو سکتے، مولانا نے کہا کہ ملک کی آزادی کی لڑائی جاری تھی، مسلمان صف اول میں تھا، انگریز نے یہ سوچ کر کہ اس ولولہ آزادی کا زیادہ دیر تک مقابلہ کیا نہیں جا سکتا ایک نیا فرقہ تیار کیا جس کا واضح مقصد یہ تھا کہ ملت کا جذبہ جہاد سرد کرنا تھا۔ اس موقع پر ریاستی اسمبلی کے اسپیکر چرن جیت سنگھ اٹوال نے کہا کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے گورے کا کوئی فرق نہیں کیا ہے،

اسلام نے مساوات اور برابری کا درس دیا ہے، انہوں نے کہا کہ اسلام میں امیری غریبی کا بھی فرق نہیں رکھا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ خدا کے بتائے راستے پر چلنے والا اس سے سب سے قریب ہوتا ہے، وزیر تعلیم جگدیش سنگھ گرچا نے کہا کہ پنجاب سرکار لدھیانہ کے مسلمانوں کی تکالیف کا پورا خیال رکھے گی اور جلد ہی پولیس کی طرف سے قائم کردہ مقدمات کے سلسلے میں سرکار کو آگاہ کریں گے، انہوں نے نہایت ہی واضح اور صاف الفاظ میں کہا کہ جس طرح تمہارا قادیانیوں سے کوئی واسطہ نہیں اسی طرح ان سے ہمارا بھی کوئی لینا دینا نہیں، وزیر خزانہ نے وزیر اعلیٰ پنجاب پرکاش سنگھ بادل کے نمائندہ کے طور پر اپنی شمولیت درج کروائی۔

سابق ایم پی میم افضل نے کہا کہ اگر ہم نے اپنے بچوں کو تعلیم دی ہوتی تو اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا، انہوں نے حکومت پنجاب سے کہا کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے جہاں ان کی طرح قادیانیوں کو بھی رہنے کا پورا حق حاصل ہے لیکن ہمارا مطالبہ ہے کہ ان کو الگ فرقہ قرار دے دیں، اس موقع پر پنجاب وقف بورڈ کے چیف ایگزیکیٹیو آفیسر صاحب زادہ اخلاق احمد نے کہا کہ دنیائے اسلام میں جھوٹے مدعیان نبوت کی تاریخ بہت پرانی ہے، سب سے پہلے مسیلمہ کذاب اس جھوٹے فریضہ کو انجام دے چکا ہے، انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظلی نبی اور اصل نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، وہ سب اسلام سے خارج ہیں، انہوں نے کہا کہ مسلمان کی زندگی جذبہء جہاد میں پوشیدہ ہے، انگریز اسی جذبہ کو محو کرنے کے لئے

نت نئے حربے اختیار کرتا رہا ہے، انہوں نے کہا کہ پنجاب وقف بورڈ پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش اور چنڈی گڑھ کا نمائندہ ادارہ ہے، بورڈ اس معاملہ میں پوری طرح آپ کے ساتھ ہے، کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے احرار کے قومی جنرل سکریٹری جناب ضمیر مجاہد جونپوری نے کہا کہ قادیانی ملک کی آزادی کے لئے خطرہ ہیں انہوں نے کہا کہ ہر مسلمان کا مرکز مکہ مکرمہ ہے، جب کہ قادیانیوں کا مرکز انگلینڈ میں ہے، ضمیر مجاہد نے کہا کہ جلد ہی مجلس احرار پورے ملک میں تحریک ختم نبوت چلائے گی۔

کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر مولانا اسرار الحق قاسمی نے کہا کہ تاریخ انسانی کا مطالعہ کریں تو قصر نبوتؐ سے ٹکرانے والے ہمیشہ پاش پاش ہوتے رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ انیسویں صدی کے آخر میں دشمن نے بہائی اور قادیانی دو فرقوں کو وجود بخشا، مؤخر الزکر فرقہ پوری امت کے لئے فتنہ عظیم ہے، جو اسلامی لباس اور اسلامی نام کے ساتھ سامنے آتا ہے، انہوں نے کہا کہ جو لوگ مسکراتے ہوئے دیش کی خاطر پھانسی کا پھندہ چوم لیتے تھے آج ان کی وفاداری اور حب الوطنی پر وہ لوگ شک کر رہے ہیں جن کی غداری اظہر من الشمّس ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص اعلانیہ یہ کہتا ہو کہ میں ختم نبوتؐ کا منکر ہوں میں مہدی ہوں میں رسول ہوں، وہ شخص زندیق ہے، انہوں نے کہا کہ اس طرح کے شخص کو حرمین شریفین میں بھی داخلہ کی اجازت نہیں ملتی ہے، انڈین مسلم کونسل پنجاب کے صدر عتیق الرحمٰن نے کہا کہ قادیانی فرقہ انگریز کی دین ہے، انہوں نے پنجاب سرکار سے مطالبہ کیا کہ قصبہ قادیان میں رہائش

پذیر قادیانیوں کے فنڈ کی سی بی آئی سے جانچ کرائی جائے اور ان کی شاخ دیندار انجمن واقع بنگلور پر پابندی عائد کی جائے، کانفرنس کو مفتی خلیل قاسمی مالیرکوٹلہ، مولانا ممتاز قاسمی، مولانا حکیم محمد ابراہیم نوری قادری، مولانا بلال احمد احراری (اعظم گڑھ) وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔

ان حضرات کے علاوہ بہت سے معززین و دانشوران قوم اس تاریخی ختم نبوتؐ کانفرنس میں شامل ہوئے، کانفرنس صبح نماز فجر کے وقت اختتام پذیر ہوئی، اس تاریخی کانفرنس نے قادیانیت کی پنجاب میں بنیادیں ہلا دیں، پچھلی کئی دہائیوں میں ان کی طرف سے کی گئی محنتوں پر پانی پھیر دیا۔

کانفرنس میں مشہور شعراء کرام کی شمولیت

اس تاریخی کانفرنس میں اس دور کے مشہور شاعر دارالعلوم دیوبند کے متعلم مولانا نسیم قاسمی مہاراشٹری، شاعر بے مثال جناب سردار پنچھی، بلبل احرار مولانا قطب الدین سیتامڑھی امام مسجد احرار گاؤں گل لدھیانہ، قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوری نے اپنے حمدیہ نعتیہ اور انقلابی کلام سے اس اجلاس میں شامل لاکھوں افراد کے دلوں کو منور کر دیا

شاعر ملت جناب قاری اسحاق سہارنپوری ایڈیٹر " نوائے وطن" انبالہ شہر نے لدھیانہ میں مندرجہ ذیل کلام پیش کیا:

آنکھ باطل سے ملائی مجلس احرار نے
جرأت و ہمت دکھائی مجلس احرار نے

خودلڑی اپنی لڑائی مجلس احرار نے
پیٹھ کب اپنی دکھائی مجلس احرار نے
سینہ پہ ہر چوٹ کھائی مجلس احرار نے
اس کی ہر ایک ظاہری طاقت سے ہوکر بے نیاز
آنکھ باطل سے ملائی مجلس احرار نے
سرکو اپنے دشمنوں کے سامنے رکھا بلند
شان کب اپنی گھٹائی مجلس احرار نے
حق کی خاطر قیدیں کاٹیں اور کھائیں گولیاں
ہر کڑی الفت اٹھائی مجلس احرار نے
جس نے بھی تاج نبوت ﷺ پر اٹھایا اپنا ہاتھ
توڑ دی اس کی کلائی مجلس احرار نے
دین اورایمان کی خاطر لٹاکر زندگی
جنت الفردوس پائی مجلس احرار نے
ملک وملت کے لئے جب بھی کڑا وقت آگیا
اپنی گردن تک کٹائی مجلس احرار نے
اہل باطل نے لگائی خرمن حق میں جو آگ
آگ وہ بڑھ کر بجھائی مجلس احرار نے
کھل کے اے حافظ حمایت حق کی کرنی چاہیئے
یہ ادا ہم کو سکھائی مجلس احرار نے

☆☆☆

بزم حبیب کے صدر و مجلس احرار کے مستقل اسٹیج سکریٹری اور مشہور شاعر غلام حسن قیصر نے اس تاریخی اجلاس میں مندرجہ ذیل کلام جب پیش کیا تو فضا اللہ اکبر اور ختم نبوتؐ زندہ باد کی صداؤں سے گونجنے لگی:

صہبائے عقیدت کے پیمانے ہزاروں ہیں
محبوب رسالتؐ کے میخانے ہزاروں ہیں
یہ بات عیاں سب پر کاشانۂ عالم میں
کاندھے پر کفن ڈالے مستانے ہزاروں ہیں
گستاخ زبانوں کو ہم کاٹ کر رکھ دیں گے
دنیا میں محمد کے دیوانے ہزاروں ہیں

☆☆☆

صدیاں گذر گئیں مگر آنگن میں آج بھی
پھیلی ہے چاندنی تیرے قدموں کے دھول کی
خود ساختہ رسولو! مجھے تم سبق نہ دو
میں خوب جانتا ہوں مہک اپنے پھول کی
اب زندگی کی راہ میں کانٹیں نہ آئیں گے
جڑ کاٹ دی ہے میرے نبی نے ببول کی

اس تاریخ ساز کانفرنس میں بلبل احرار مولانا قطب الدین سیتامڑھی امام مسجد احرار گاؤں گل لدھیانہ نے مندرجہ ذیل ترانہ جب پڑھا تو مجمع میں ختم نبوتؐ زندہ باد کی صدائیں بلند ہونی شروع ہوگئیں، ترانے کے الفاظ نے لوگوں میں جوش و جذبہ

بیدار کردیا، عوام کی فرمائش پر یہ ترانہ دو مرتبہ پڑھوایا گیا، ترانہ مندرجہ ذیل ہے:

یہ طنطنہ یہ دبدبہ ہے مسلمان کا
ہیبت سے کانپتا ہے بدن قادیان کا
احراریوں نے جو کیا ہے انگریزوں کے ساتھ
حشر اس سے بڑھ کے ہوگا مرتدوں کے ساتھ
پہلے سے بڑھ کے آج ہے جذبہ جوان کا
یہ طنطنہ یہ دبدبہ ہے مسلمان کا
ہیبت سے کانپتا ہے بدن قادیان کا
نہ مرتدوں کا خوف ہے نہ ہم کو فکر بم
لڑتے ہیں ایک خدا کے سہارے ہی صرف ہم
حاصل ہے ہم کو سایہ خدا کی امان کا
یہ طنطنہ یہ دبدبہ ہے مسلمان کا۔
ہم میں ہر ایک کو ہے شہادت کی آرزو
خواہش ہے اپنے خون سے ہم ہو کے باوضو
تحفہ خدا کو پیش کریں ہم اپنی جان کا
یہ طنطنہ یہ دبدبہ ہے مسلمان کا
یہ قادیانی فتنوں و شرارت میں مست ہیں
دنیا میں محمد کے غلاموں کی گشت ہے
بھڑکے گا ہر زمانہ میں شعلہ ایمان کا

یہ طنطنہ یہ دبدبہ ہے مسلمان کا
ہیبت سے کانپتا ہے بدن قادیان کا

اس تاریخ ساز کانفرنس میں مجھے بھی مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے آئے ہوئے تمام مہمانان گرامی کا استقبال کرتے ہوئے اظہار خیال کا موقعہ ملا، میں نے مختصراً اپنے خطاب میں اپنے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے تمام اہل اسلام کی موجودگی میں اس بات کا اعلان کیا کہ مجلس احرار اسلام ہند کے تمام ارکان ہر طرح کے حالات کے درمیان ان شاء اللہ عقیدہ ختم نبوتؐ کا تحفظ جاری رکھیں گے، اس موقعہ پر میں نے کشمیر کے ایک مشہور اسلامی شاعر جناب مرحوم عبدالرحمٰن دیوانہؔ کے مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ اپنی بات مکمل کی۔

نبی اب نہ آئیں گے ظلی بروزی، نہ رنگ سرخ نہ رنگ فیروزی
نبوت کا دعویٰ کرے گا جو موذی، یہ ڈھنگ ہوں گے اس کے کمانے کے روزی
نہ ختم نبوتؐ پہ ہو جس کا ایماں وہ فاسق ہے فاجر مجسم ہے شیطاں

کانفرنس کے انتظامیہ دفتر کے ارکان

اس عظیم الشان تحفظ ختم نبوتؐ کانفرنس کے انتظامات کے لئے جن حضرات کو میرے ساتھ والد محترم جناب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے ذمہ داریاں دیں اور پھر جن نوجوانوں نے دن ورات ایک کر کے اس تاریخی اجلاس کو کامیاب کیا ان کا ذکر بھی میں ضروری سمجھتا ہوں اس تحفظ ختم نبوتؐ کانفرنس کے لئے قائم کئے گئے انتظامیہ کے دفتر میں چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی، چچا عبید الرحمٰن لدھیانوی، محترم محمد مستقیم احرار، مولانا عبدالمنان قاسمی، مولانا فہیم

الدین قاسمی،محمود بن غلام حسن قیصر، محمد نعیم الحسن بجنوری، مجاہد طارق لدھیانوی،محمد اکرام احراری،محمد شاکر کشن گنجی،محمد شاہ جہاں منڈل،محمد تنویر گوشالہ روڈ،محمد صابر جمال پور کے نام قابل ذکر ہیں، ان حضرات کے ساتھ ساتھ لدھیانہ شہر سے تعلق رکھنے والے ایک ہزار باوردی رضا کاروں نے اپنی ذمہ داریاں بخوبی ادا کیں، کانفرنس کی تیاریوں کے درمیان بہت سی سرایوں اور ہوٹلوں کو کرائے پر حاصل کیا تھا جن میں باہر سے آئے ہوئے مہمان ٹھہرائے گئے، اس کے علاوہ پارکنگ کے وسیع انتظامات لامحدود لنگر اور شرکت کر رہی ہزاروں مسلمان خواتین کے لئے پردہ کے ساتھ کانفرنس سننے کا انتظام کیا گیا تھا، اس دور میں موبائل نیا نیا ہی متعارف ہوا تھا جو کہ ہر فرد کے پاس دستیاب نہیں تھا کانفرنس کے تمام ذمہ داران اور ذیلی دفاتر کو ایک کمپنی سے حاصل کردہ وائرلس سیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے سے جوڑ دیا گیا تھا تا کہ بروقت اطلاع ملتی رہے اور کسی کام میں تاخیر نہ ہو، احرار رضا کاروں کی مستعدی اور نظام کی پابندی کو دیکھ کر اجلاس کی سیکورٹی کے لئے حکومت کی جانب سے تعینات پولیس کے افسران نے بھی اس بات کی کہ تعریف کی کہ مجلس احرار اسلام کے رضا کار اپنی ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی اور مستعدی سے ادا کر رہے تھے۔

جناب ضمیر مجاہد جونپوری کا انتقال

مجلس احرار اسلام ہند کے قومی جنرل سکریٹری جناب ضمیر مجاہد جونپوری کا شمار میرے ابو جان کے قدیم جفاکش ساتھیوں میں ہوتا ہے، نوے کی دہائی میں جب ایک بار پھر ملک بھر میں مجلس احرار اسلام کو متعارف کروا کر فعال جماعت

بنانے کا کام شروع کیا گیا تو اس وقت ضمیر مجاہد صاحب کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ آپ ملک بھر کا دورہ کریں ضمیر مجاہد صاحب کو احرار کا قومی جنرل سکریٹری نامزد کیا گیا، آپ کا تعلق یوپی کے ضلع جونپور کے قصبہ مڑیاہوں سے تھا، میں نے بچپن میں جن لوگوں کو سراپا احرار دیکھا ان میں پہلا نام آپ ہی کا ہے، یوپی کے علاہ ملک کے دیگر مقامات پر آپ نے سینکڑوں سفر مجلس احرار کے لئے کئے اور جماعت کو ایک بار پھر ملک بھر میں متعارف کروایا، آپ نہایت ہی خددار اور بے لوث شخصیت کے مالک تھے، احرار کے دفتری کاموں کے سلسلے میں اکثر لدھیانہ تشریف لایا کرتے تھے، ۳/ جنوری ۲۰۰۲ء کو ہماری خود سپردگی کی تیاری کی خبر ملتے ہی ملاقات کے لئے فورًا جونپور سے لدھیانہ تشریف لے آئے، آپ کے ساتھ آپ کا صاحبزادہ خالد مجاہد بھی تھا، مجاہد صاحب کے ساتھ دو دن آئندہ لائحہ عمل کے متعلق بہت سی قیمتی اور اہم باتیں ہوئی، اور جمعہ میں آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے بھی ہمیں نوازا، بعد نماز جمعہ آپ کی تھوڑی سی طبیعت خراب ہوئی تو کچھ دیر آرام کرتے رہے، سب نے بڑا اصرار کیا کہ آپ ڈاکٹر کو دکھوالیں لیکن مجاہد صاحب نہیں مانے، آپ کا مزاج ایسا تھا کہ ایک مرتبہ احرار کے سلسلہ میں مدھیہ پردیش بھوپال کا سفر کیا اور جب وہاں سے واپس چلے اور اسٹیشن پہنچ کر معلوم ہوا کہ جیب میں پیسے ختم ہیں تو کسی کو بھی آپ نے کرایہ کے لئے نہیں کہا حالانکہ چاہتے تو ان دنوں بھوپال احرار کے صدر جناب آصف رضوی سے اچھا خاصا ہدیہ لے سکتے تھے لیکن آپ اسٹیشن سے سیدھا مزدور منڈی گئے جہاں جاتے ہی اتفاق سے کام مل گیا، سارا دن ایک راج مستری کے ساتھ مزدوری کی اور شام کو دو سو روپے لیکر ٹکٹ خرید گھر پہنچ گئے، ضمیر مجاہد صاحب ہماری جماعت

کے ایک مضبوط رکن تھے، مجھے اور میرے ساتھیوں کو لدھیانہ ملنے کے بعد پانچ جنوری بروز سنیچر کی رات کو آپ اپنے صاحبزادے خالد مجاہد کے ساتھ واپس روانہ ہو گئے، اسی دوران رات کے پہلے پہر اچانک لینڈ لائن فون کی گھنٹی بجی اسٹیشن سے کوئی قلی بول رہا تھا، میں نے فون اٹھایا تو اس نے کہا کہ آپ جو بھی ہیں جلدی سے اسٹیشن آجایئے آپ کے جو مہمان واپس جارہے تھے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے، آناً فاناً میں اور مدرسہ کے احباب میں سے ریاض بھائی اسکوٹر پر اسٹیشن پہنچے، جاکر دیکھا تو ضمیر مجاہد صاحب پلیٹ فارم پر نڈھال پڑے تھے، فوراً اسٹیشن ماسٹر کے کمرہ سے وہیل چیئر لاکر گاڑی تک پہنچایا اور ہم ہاسپٹل پہنچے جہاں پر ڈاکٹر نے آپ کو چیک کرنے کے بعد نفی میں سر ہلا دیا، دراصل پلیٹ فارم پر دل کا دورہ پڑنے سے آپ کی موت ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کا جنازہ اسی وقت دفتر جامع مسجد لایا گیا جہاں پر رات کو ہی تمام احرار احباب اکٹھے ہوئے، غسل وکفن کے بعد سب نے آپ کا آخری دیدار کیا پھر ایمبولنس کے ذریعہ آپ کا جنازہ فجر سے پہلے آپ کے صاحبزادہ خالد مجاہد اور جناب غلام حسن قیصر کی معیت میں جونپور روانہ کر دیا گیا جہاں دوسرے دن بعد نماز مغرب مڑیاہوں کے قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی، ہمارے جیل جانے سے دو دن پہلے ہوئے اس واقعہ نے مجھے رنجیدہ کر دیا، میں آپ کے جنازہ کے ساتھ مڑیاہوں جانا چاہتا تھا لیکن کیونکہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو دو روز بعد جیل جانا تھا اس لئے میں یہ سفر نہ کر سکا جس کا تازندگی مجھے رنج رہے گا، تحریک تحفظ ختم نبوتؐ میں جناب ضمیر مجاہد کی خدمات ناقابل فراموش ہیں آپ نے تازندگی احرار کے لئے جو خدمات انجام دیں اس کا نعم البدل اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔

جیل کے لئے روانگی، والدہ محترمہ اوردادی جان کی جرأت ایمانی

اس عظیم الشان کانفرنس کی کامیابی کے بعد قادیانی جماعت مزید فکر مند نظر آنے لگی، احرار کی تحریک تحفظ ختم نبوت روز بروز زور پکڑتی جارہی تھی اور عوامی سطح پر بھی قادیانیت بے نقاب ہوچکی تھی، ان حالات کو دیکھتے ہوئے قادیانیت کے پاس آخری حربہ ہماری عزت مآب پنجاب ہریانہ ہائی کورٹ کی جانب سے دی گئیں پیشگی ضمانتوں کو خارج کروانا تھا اور پھر اس ضمن میں جماعت قادیان نے ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ میں ہماری ضمانتوں کے خلاف مقدمہ دائر کردیا اور اس مقدمہ میں جماعت قادیان کے وکلاء نے مکمل زور لگایا کہ میری اور میرے دیگر دوساتھیوں کی جن میں چچا غازی عبیدالرحمٰن لدھیانوی اور غازی محمد مستقیم احراری کے نام شام ہیں، کی ضمانتیں کینسل کروائی جائیں اور پھر بالآخر ہماری جانب سے ہی پیش ہوئے وکیل صاحب نے عدالت عظمیٰ میں اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا کہ ہم مقدمہ میں انصاف کے لئے سرینڈر رہو نے کے لئے تیار ہیں جس کے بعد عدالت عظمیٰ کی جانب سے مجھے اور میرے دونوں ساتھیوں کو حکم جاری کیا گیا کہ ہم دس روز میں لدھیانہ کی عدالت میں خود سپردگی کریں، ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل اس بات کا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن چالبازی کے ساتھ دائر کیا گیا یہ جھوٹا مقدمہ ضرور خارج ہوگا، عدالت سے انصاف کے اسی یقین کے ساتھ

ہم تمام احباب نے عدالت عظمٰی کے حکم کے مطابق خودسپردگی کی تیاری شروع کردی۔

اللہ کا کرم ہے کہ مالک کائنات نے ہمیں اپنے پیارے حبیبﷺ کا عشق ایمان کی شکل میں عطا فرمایا ہے، جس روز عدالت عظمٰی کی طرف سے ہمیں اس مقدمہ میں دس دن کے اندر خودسپردگی کر کے جیل جانے کا حکم ہوا اس دن گھر پر میری والدہ محترمہ (نسیم اختر) اور دادی جان (زاہدہ رحمانی زوجہ مرحوم مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی مفتی اعظم پنجاب) نے ذرہ برابر بھی گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا بلکہ مجھے آج بھی وہ وقت یاد ہے میری والدہ محترمہ نے بالکل اس مسافر کی طرح جس نے کسی طویل سفر پر جانا ہو، کے لئے سامان باندھنے کی تیاری شروع کی، اپنی ماں کی یہ ہمت وجرأت دیکھ کر میرا ایمان اور بڑھ گیا اور دادی محترمہ کا کہنا ہی کیا ہمارے جیل جانے کی خبر سن کر مجھے اپنے قریب بٹھایا اور بڑے ہی عزم وحوصلہ کے ساتھ کہا کہ بیٹا ہرگز گھبرانا نہیں، تاج ختم نبوتﷺ کے تحفظ کے لئے ہمارا خاندان لگاتار ڈیڑھ سو سال سے اپنی قربانیاں پیش کر رہا ہے، دادی محترمہ نے فرمایا کہ ہمارے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، جب میں چھوٹی تھی تو میرے والد مولانا محمد یحیٰی لدھیانویؒ اور میرے تایا مجاہد آزادی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم مرزائیت کے خلاف جیل جایا کرتے تھے، فرمانے لگیں کہ بیٹا ہم نے ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوتؐ میں بھی حکومت کا بے پناہ ظلم وتشدد برداشت کیا لیکن ذرہ برابر بھی پیچھے نہ ہٹے۔

دادی محترمہ نے مجھے فرمایا کہ کیا یہ ہمارے اس خاندان کے لئے شکر کا مقام نہیں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ہی یہ وقت ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی اور ان کے برادران حضرت مولانا شاہ عبداللہ لدھیانوی، حضرت مولانا شاہ عبد العزیز لدھیانوی نے عالم اسلام میں سب سے پہلے قادیانیت کے خلاف فتویٰ جاری کر کے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کی روشن خدمات کا تسلسل آج بھی ہماری نسل میں باقی ہے۔

مجھے وہ دن بھی اچھی طرح یاد ہے کہ بعد نماز ظہر میں گھر سے جیل جانے کے لئے روانہ ہونے لگا تو گھر کی ڈیوڑھی میں میری والدہ محترمہ اور دونوں چچیوں اور تمام چچا زاد بھائی بہنوں کی موجودگی میں منظر سوگوار ہونے کے بجائے جرأت مندانہ تھا اور پھر دادی محترمہ آگے بڑھیں اور میرا ماتھا چوم کر جو تاریخی الفاظ ادا فرمائے وہ آج بھی میرے دل و دماغ میں محفوظ ہیں، دادی جان زاہدہ رحمانی نے بڑے یقین اور استقامت کے ساتھ مجھے کہا کہ جاؤ بیٹا اللہ کے سپرد ان شاءاللہ کامیاب لوٹو گے، ان دعاؤں کے ساتھ میں گھر سے اپنے مرکزی دفتر فیلڈ گنج چوک میں واقع جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا جہاں سے والد محترم سے ملاقات کے بعد ہم لوگوں نے مقامی عدالت میں شام چار بجے سے پہلے پہلے خود سپردگی کرنی تھی۔

ابو جان کی جانب سے جیل روانگی کے وقت

درس عزیمت

گھر سے جامع مسجد کا فاصلہ صرف ایک کلومیٹر ہے جب میں جامع مسجد پہنچا تو والد محترم کے ساتھ ہمارے مدرسہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حبیبیہ کے تمام اساتذہ کرام اور طلباء بھی میرے منتظر تھے، جامع مسجد میں واقع میرے دفتر میں جو ضروری کام تھے انہیں میں پہلے ہی مکمل کر چکا تھا پھر بھی مزید کچھ کاموں کی ذمہ داریاں بھی لگا دیں۔

میرے ابو جان حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی جیسی کوئی دوسری شخصیت ابھی تک میرے مشاہدے میں نہیں آئی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو بے پناہ ہمت وجرأت سے نوازا ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اپنے والد محترم کو اسلام دشمن عناصر کے سامنے کبھی کمزور نہیں پایا، میں یہ بات ذمہ داری کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں کہ والد محترم کو میں نے متعدد پروگراموں میں ارباب حکومت کی موجودگی میں ایسی سچی صاف ستھری اور کھری باتیں بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ سننے والوں کو بھی پسینہ آجاتا لیکن ابو جان کے انداز بیان اور حوصلوں میں کبھی ہم لوگوں نے خوف جیسی کوئی بات نہیں دیکھی، مجھے یاد ہے کہ بڑے بڑے ارباب حکومت کو ظلم سے باز رہنے کی تنبیہ بھی کی اور کئی مرتبہ تو علی الاعلان قبول اسلام کی دعوت بھی دی، بے پناہ ہمت وجرأتوں کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دل کے نہایت ہی نرم ہیں، کوئی بھی ضرورت مند خواہ مسلمان ہو یا

غیر مسلم آپ تک آئے یا آپ کو اس کی خبر لگ جائے تو فوراً اس کی مدد فرماتے ہیں، آج جب کہ میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں تو اکثر لوگ میرے ابو جان کو شاہی امام پنجاب کے لقب سے جانتے ہیں، مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ بڑے مولانا کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں، اور بڑے بڑے ارباب حکومت آپ کے ساتھ بیٹھنا اپنے لئے سعادت کی بات سمجھتے ہیں ان سب کے باجود آپ نہایت سادگی کے ساتھ زندگی گذارنے والی شخصیت ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ جس روز مجھے میرے چچا محترم غازی عبیدالرحمٰن لدھیانوی اور رفیق محترم محمد مستقیم احراری کو جیل کے لئے روانہ ہونا تھا تو اس وقت ابو جان کی سرپرستی میں لدھیانہ جامع مسجد کا منظر پر کیف بنا ہوا تھا، تمام اساتذہ، طلباء اور دیگر خاص احباب مسجد کے اندر بڑی تعداد میں موجود تھے اور فضاء ختم نبوتؐ زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی، مدرسہ کے طلباء یکے بعد دیگرے نعتیہ کلام اور نظمیں پڑھ رہے تھیاور پھر ہماری روانگی سے قبل ابو جان نے نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ جس راستے پر آپ حضرات روانہ ہورہے ہو یہ کوئی معمولی راستہ نہیں ہے اس لئے تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے اس عظیم کام کے دوران ہمیشہ اسلامی آداب کا خوب خیال رکھنا ہے، اللہ کے علاوہ کسی سے بھی کبھی کوئی توقع وابستہ نہیں کرنا، بلاشبہ اللہ عزوجل اپنے محبوب خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے صدقہ طفیل کبھی بھی دشمن کے سامنے سرنگوں نہ ہونے دے گا، یاد رکھنا کہ عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کے لئے جیل جانا ہمارے اکابرین کی سنت ہے اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ راہ حق کے مسافر ناکام نہیں ہوا کرتے، ابو جان نے فرمایا کہ پیچھے کی فکر نہ کرنا احرار کا یہ دفتر یہ پرچم

آپ حضرات کی واپسی تک یونہی سر بلند رہے گا، یہ وقتی پریشانیاں اور قادیانیوں کی سازشیں ہمیں کبھی ہمارے مقصد سے ہٹا نہیں سکتیں، ابو جان نے مجھے فرمایا کہ جیل میں اپنے ساتھیوں کا خوب خیال رکھنا اور ان کی دل جوئی کرتے رہنا، جیل کی سختیوں اور بندشوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی رضا کے لئے خندہ پیشانی سے برداشت کرنا یہی ہمارے دادا محترم رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کی قید خانوں میں روایت رہی ہے۔

اس موقعہ پر ابو جان نے دعا کروائی اور مجھے اور چچا عبید الرحمٰن لدھیانوی اور محمد مستقیم کو گلے لگا کر بڑی ہی ہمت و جرأت کے ساتھ وداع کیا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہم لوگ جامع مسجد سے مقامی عدالت میں خود سپردگی کے لئے روانہ ہونے لگے تو تمام طلبہ اور مسجد میں موجود احباب جن سب کی تعداد اس وقت تقریباً دوسو افراد پر مشتمل تھی، نے لگا تار پندرہ بیس منٹ باہر سڑک تک اللہ اکبر اللہ اکبر، ختم نبوتؐ زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے اور ان بابرکت صداؤں کے درمیان ہم عدالت کے لئے روانہ ہوئے، جامع مسجد سے عدالت تک جاتے ہوئے الحمدللہ بلا کسی خوف وخطر میں یہ سوچ رہا تھا کہ قادیانی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے چالبازی سے کام لیکر ہماری ضمانتیں منسوخ کروادی ہیں، ادھر میں اور تمام احرار اس جوش وسرور میں مبتلا ہیں کہ راہ حق کی پہلی منزل کی طرف روانگی ہورہی ہے۔ جب میں جامع مسجد سے مقامی عدالت کی طرف روانہ ہوا تو میرے ہمراہ بھائی محمود حسن اور میرے درس گاہ کے طلباء میں سے محمد اکرام عارضی، پیر ضیاء الحق، محمد عابد احرار، محمد شمشیر اور محمد فیروز موجود تھے۔

لدھیانہ سنٹرل جیل میں پہلی رات

۹/ جنوری ۲۰۰۲ء کی شام میں اور چچا عبید الرحمٰن و مستقیم احراری لدھیانہ کے جوڈیشیل مجسٹریٹ کی عدالت میں خود سپردگی کے لئے پیش ہوئے، جہاں ہمارے وکیل پی ایس بترا صاحب نے ہماری فائل خاتون جج صاحبہ جسوند کور کو پیش کی، جنہوں نے ہماری خود سپردگی قبول کرتے ہوئے ہمیں پنجاب پولیس کی تحویل میں جیل بھیجنے کا حکم جاری کر دیا اور اس کے ساتھ ہی چودہ دن بعد پیشی کی تاریخ بھی ڈال دی، لدھیانہ کی یہ عدالت ان دنوں پرانی کچہری میں واقع تھی جہاں آج کل پویلین مول بنا ہوا ہے، پنجاب پولیس کی گاڑی میں ہمیں تاج پور روڈ پر واقع سینٹرل جیل کے لئے روانہ کر دیا، جہاں ہم شام چھ بجے کے قریب پہنچے، جیل کی ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی زندگی کا طریقہء کار تبدیل ہو گیا، اب ہم قانون کے ماتحت محکوم تھے اور یہ بات دنیا کے دستور میں شامل ہے کہ محکوم انسان اپنی مرضی سے کوئی بھی کام نہیں کر سکتا ہے، لیکن راہ حق کے مسافروں کے لئے یہ باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں کیونکہ جن کا مقصد نیک ہو انہیں قید خانے کی بندشیں بھی نعمتیں لگتی ہیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب شام کے وقت ہم لوگ جیل میں داخل ہوئے تو ڈیوڑھی کے اندر کی جانب ہمارے مقدمہ میں پہلے سے جیل میں بند ساتھی ماسٹر عید محمد کریم، حافظ انعام الحق، منور علی قریشی اور جیل کے کچھ دیگر مسلم قیدی ہمارے استقبال کے لئے منتظر کھڑے تھے، سب نے بڑے ہی جوش و خروش کے ساتھ ہمارا استقبال کیا اور ہمیں بیرک نمبر چار میں لیکر گئے،

جہاں پر پہلے سے موجود کچھ مسلمان قیدیوں نے ناشتے کا وسیع دستر خوان سجایا ہوا تھا، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ ہم حسب معمول کسی اسلامی پروگرام میں آئے ہوئے ہیں، چائے وغیرہ کے بعد نماز مغرب سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ بندی کا اعلان ہو گیا، قابل ذکر ہے کہ تمام جیلوں میں روزانہ شام کو غروب آفتاب کے وقت تمام حوالاتیوں اور قیدیوں کو گننے کے بعد بیرکوں میں داخل کر کے باہر سے تالا لگا دیا جاتا اور یہ تالا صبح طلوع آفتاب سے آدھا گھنٹہ قبل کھولا جاتا ہے، میرے علم کے مطابق دنیا بھر کی جیلوں کا یہی معمول ہے، جس کے تحت سارا دن قیدی جیل میں ایک دوسرے کی بیرک میں اجازت کے ساتھ آ جا سکتے ہیں اور رات میں بند کر دئے جاتے ہیں۔

بندی شروع ہوئی تو الگ الگ بیرکوں سے آئے ہوئے مسلمان قیدی اپنی اپنی بیرک میں لوٹ گئے، بیرک نمبر چار جس میں ہماری گنتی ڈالی گئی تھی، گنتی سے مراد رہنے کی جگہ کو متعین کرنا کہتے ہیں، بندی کے وقت ہمارے مقدمہ میں شامل پہلے سے قید تینوں ساتھی اور اب ہم نئے تینوں قیدی پیچھے رہ گئے تھے، بیرک میں پہلے سے ہی جگہ کے لحاظ سے چالیس افراد زائد بند کئے گئے تھے، یعنی بیرک کی کل گنجائش سو قیدیوں کے رہنے کی تھی اور اس میں ایک سو چالیس افراد کو بند کیا گیا تھا، بیرک دراصل ایک تیس بائی سو فٹ لمبا ہال ہوتا ہے جس کے درمیان میں چلنے کا راستہ اور دونوں طرف اونچی جگہ بنا کر قیدیوں کے سونے کی جگہ بنا دی جاتی ہے، اور اس ہال کے باہر اتنا ہی بڑا ایک برآمدہ جو کہ سلاخوں کے ساتھ ہوا دار بنایا ہوا ہوتا ہے، بندی کے وقت معلوم ہوا کہ ہم نئے آنے والے تینوں قیدیوں کے

لئے بیرک میں بستر کی جگہ میسر نہیں ہے، یہاں میں آپ کو یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ جب ہم جیل آنے کی تیاری کرر ہے تھے تو ہم نے قصداً اپنے احباب کو وزیر جیل سے سہولتیں میسر کروانے سے منع کر دیا تھا جبکہ ان دنوں کے وزیر جیل سردار ملکیت سنگھ برمی ہمارے چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی کے دوستوں میں سے تھے لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کے لئے جیل میں گذارے جانے والے یہ دن عام قیدیوں کی طرح ہوں، بندی ہونے کے بعد بیرک میں جگہ کی قلت ہوگئی، پہلے سے میسر تینوں ساتھیوں کے بستروں پر بڑی مشکل سے سب نے فرداً فرداً نماز عشاء ادا کی، بیرک کے تمام غیر مسلم ہم نئے آنے والوں کو بڑی حیرت اور خوف سے دیکھ رہے تھے، ہر کوئی اپنا اندازہ لگا رہا تھا کوئی ہمارے لباس اور قد وقامت کی وجہ سے ہمیں افغانی یا پاکستانی سمجھ رہا تھا کچھ ہمیں کشمیری سمجھ رہے تھے اور ہمیں پنجابی بولتا ہوا دیکھ محو حیرت تھے،عشاء کی نماز کے بعد سب نے کھانا کھایا اور پھر بیرک میں حافظ انعام الحق کے بستر پر چچا غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی صاحب آرام کرنے لگے،اور پھر جگہ کی قلت کے مدنظر بیرک کے دروازہ پر جہاں تمام قیدی اپنے جوتے اتارتے ہیں میں اور باقی کے ساتھی جن میں محمد مستقیم، حافظ انعام الحق اور منور علی شامل تھے، نے وہیں زمین پر ہی چادریں بچھادیں، یہاں بھی جگہ اتنی زیادہ نہیں تھی کہ قیدیوں کے جوتیوں کو ایک طرف کیا جاسکتا اس لئے ہم لوگوں نے انہیں چپلوں اور جوتیوں کے اوپر چادر بچھا کر سونے کا ارادہ کیا، چادریں بچھالیں اور جنوری کی سخت سردی اور سرد ہواؤں کے درمیان جیل کی اس پہلی رات میں جس سکون واطمینان کے ساتھ

نیند آئی ایسا زندگی میں پہلے کبھی نہیں ہوا، بیرک کی سلاخوں سے گرچہ سرد ہواؤں کے جھونکے ہمیں لگ رہے تھے لیکن الحمدللہ دل ودماغ نے کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف محسوس نہیں کی، صبح نماز فجر کے وقت جیل کے ملازمین نے آکر بندی کھول دی اور ہم لوگوں نے نماز فجر بیرک کے صحن میں ادا کرلی، یہ جیل میں ہماری پہلی صبح تھی، دیکھتے ہی دیکھتے دیگر بیرکوں سے مسلمان قیدی ناشتہ لیکر آ گئے اور پھر صبح دس بجے باہر سے بھی جیل کی دیوڑھی میں گھر اور جامع مسجد سے ملاقات کے لئے میرے چھوٹے بھائی مجاہد طارق اور دیگر احباب آ گئے جو کہ کچھ ضروری سامان اور نماز کے لئے مصلے، چٹائی اور لوٹے وغیرہ بھی لے آئے تھے،اسی دوران ظہر کا وقت ہو گیا اور ہم لوگوں نے نماز ظہر ڈیوڑھی ہی میں واقع کلرک محمد اقبال کے دفتر میں ادا کرلی۔

جیل میں آذان کی برکت

جیل میں یہ ہمارا پہلا دن بڑے اطمینان سے گذر رہا تھا کہ شام کے وقت جیل کے دیگر حصوں میں سے تقریباً تیس پینتیس مسلمان قیدی جو مختلف مقدمات میں بند تھے ہماری جیل میں آمد کا سن کر ہم سے ملنے کے لئے چار نمبر بیرک میں پہنچ گئے، اس بیرک میں چونکہ ہمارے پاس پہلے ہی جگہ نہیں تھی، اس لئے اتنے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرنے کے لئے بیرک کے صحن میں چادریں اور صفیں بچھا دی گئیں، اور پھر جب نماز عصر کا وقت ہوا تو چچا غازی عبیدالرحمٰن لدھیانوی نے بآواز بلند پوری قوت کے ساتھ اذان دینی شروع کی، لدھیانہ سنٹرل جیل میں

یہ پہلی اذان تھی جو آج فضا میں بلند ہورہی تھی، اس اذان کے ذریعہ پیغام توحید ورسالتؐ جب بلند ہونا شروع ہوا تو جیل کے دیگر اکثریتی غیر مسلم قیدی حیران رہ گئے، اذان ہورہی تھی کہ بیرک کے پیچھے کی جانب سے ان دنوں جیل کے ڈپٹی سپریڈینٹ سردار بلقار سنگھ وہاں سے معاینہ کرتے ہوئے گذر رہے تھے کہ اذان کی آواز ان کے کانوں میں بھی پڑی، وہ چونک گئے کہ ہماری جیل میں اذان کون دے رہا ہے، انہوں نے اپنے ماتحت سپاہیوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ آج ہی جو نئے مسلمان آئے ہیں، وہ لوگ اکٹھے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں، اسی دوران میری امامت میں عصر کی نماز شروع ہوگئی، ہم لوگ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ہماری پشت پر جیلر بلقار سنگھ اور کچھ سپاہی عقیدت سے ہاتھ جوڑے ہوئے کھڑے ہیں، بلقار سنگھ نے ہم سے سلام دعاء کے بعد معلوم کیا کہ آپ لوگ یہاں باہر کھلے صحن میں سخت سردی کے درمیان نماز کیوں پڑھ رہے ہیں اس موسم میں تو آپ کو بیرک کے اندر ہی نماز ادا کرنی چاہیئے، ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے چچا غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی نے کہا کہ آپ بیرک میں نماز پڑھنے کی بات کرتے ہیں کہ وہاں ہمار یپاس بیٹھنے کی بھی جگہ میسر نہیں ہے، جیلر نے یہ بات سنتے ہی سپاہیوں کوحکم دیا کہ بیرک کے اندر ایک طرف سے بیس افراد کی جگہ خالی کروائی جائے، کچھ قیدیوں کو کسی اور بیرک میں بھیجو تا کہ یہ لوگ بیرک میں سہولت سے نمازیں بھی ادا کریں اور آرام بھی کر سکے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے صرف آدھے گھنٹے میں اسی بیرک میں جہاں ہم گذشتہ رات جوتیوں پر چادریں بچھا کر سوئے تھے ایک لمبی چوڑی جگہ ہمیں دے دی گئی، جہاں ہم نے بڑی شان

واطمینان سے اپنا سامان رکھا اور پھر نماز مغرب باجماعت ادا کی، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے اذان کی ہی برکت تھی کہ ایک ہی لمحے میں ہم لوگ قید خانہ کے فرش سے عرش پر پہنچ گئے تھے، اس واقعہ سے جیل بھر میں مشہور ہو گیا کہ جو نئے مسلمان آئے ہیں، جیل حکام نے ان کے ایک اشارے پر آدھی بیرک خالی کروا کر دے دی، بیرک کا خالی ہو کر ہمیں ملنا عام قیدیوں پر دھاک بٹھا گیا، لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم نے کوئی بڑی سفارش کروائی ہے لیکن اللہ تبارک تعالی کی ذات شاہد ہے کہ یہ کرامت صرف اور صرف جیل میں دی گئی پہلی اذان سے رونما ہوئی اور پھر اللہ تعالی نے اس اذان کو اس دن سے لیکر آج تک لدھیانہ جیل کے لئے دائمی بنا دیا جس سے آج بھی لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔

جیل میں روزانہ ڈائری لکھنے کی ابتداء

مجھے بچپن سے ہی اپنے دادا محترم مفتئ اعظم پنجاب حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی کی شفقتوں اور توجہ سے لکھنے پڑھنے کا شوق وذوق پیدا ہو گیا، دادا مرحوم کی زندگی نے ان سے وفا نہیں کی ۲۴/ رمضان المبارک ماہ مئی ۱۹۸۷ء میں دادا مرحوم کا صرف پچپن برس کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دادا مرحوم کے کمرے میں باقی تمام چیزوں سے زیادہ الماریوں میں کتابیں ہی کتابیں بھری رہتی تھی، انہیں پڑھنے لکھنے کا بڑا شوق تھا اور شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے، ہر ماہ ہمارے گھر کی بیٹھک میں نشست منعقد ہوا کرتی تھی جس میں شہر کے تمام شعراء حضرات تشریف لایا کرتے تھے جن میں زیادہ تر

حضرات سکھ، ہندو اور عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ دادا مرحوم مجھے اور میری ہمشیرہ نغمہ حبیب کو اکثر اپنی گود میں بٹھا کر یہ شعر یاد کروایا کرتے تھے اور پھر سنا کرتے تھے وہ شعر اس طرح تھا

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
اگر تو میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

کم عمری کی وجہ سے ہم دونوں بہن بھائیوں کو اس وقت یہ شعر عجیب وغریب اور بے معنی سا لگتا تھا لیکن زندگی کے بے شمار مراحل سے گذرتے گذرتے اب اس شعر کا ایک ایک لفظ سمجھ میں آ چکا ہے کہ آخر دادا مرحوم ہمیں یہ مصرع کیوں یاد کراتے تھے دراصل ان کا مقصد ہمیں حقیقت زندگی سے آشنا کروانا تھا دادا مرحوم کی طرف سے ہمیں یاد کروائے جانے والے اشعار علامہ اقبالؒ کے اس کلام کا حصہ ہیں۔

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن
برگ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی باد صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا مینے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے مینے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

القصہ میں نے اپنے دادا مرحوم اور والد محترم کے زیر سایہ جو تربیت حاصل کی ہے اس کے مدنظر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں روزانہ جیل کی زندگی کے حالات اور واقعات قلمبند کرلیا کروں، گھر سے جیل آتے وقت میرے سامان میں پہلے ہی کپڑوں سے زیادہ کتابیں اور رسائل موجود تھے اور لکھنے کے لئے چند لیٹر پیڈ ساتھ لایا تھا کیونکہ میرا مقصد ان سفید کاغذوں پر ضرورت کے مطابق خط لکھ کر بھیجنا تھا، ڈائری لکھنے کا جب ارادہ ہوا تو بھائی محمود کے ذریعہ ایک ضخیم ڈائری منگوالی اور پھر اس روز سے زندگی کی یہ داستان قلم بند کرنا شروع کردی، آج جب میں یہ کتاب "ایام اسیری" قلم بند کر رہا ہوں تو اس کی تمام تر باتیں ضروری یادداشتیں اور اہم واقعات میری اس ڈائری کا ہی حصہ ہیں، جو کہ لگا تار جیل میں چار سال دو ماہ تک میں بعد نماز عشاء تحریر کرتا رہا، ڈائری میں بہت سی

ذاتی اور گھریلو باتیں بھی ہیں جو کہ قارئین کے لئے غیر ضروری ہیں لیکن پھر بھی میں نے اصل ڈائریوں کو اپنی ذاتی لائبریری میں محفوظ کر دیا ہے تاکہ آنے والی نسلوں کو کچھ منافقین کی خبر بھی ہو جائے اور یہ دستاویز ان کیلئے کارآمد ثابت ہو سکیں۔

جیل کے ساتھیوں کا اجمالی تعارف

قادیانیوں کی طرف سے مجلس احرار اسلام ہند کے جن احباب پر میرے ساتھ قتل کا جھوٹا مقدمہ درج کروایا گیا تھا ان کا تعارف اس تحریک کا ایک ناقابل فراموش قصہ ہے، یہ وہی احباب ہیں کہ جن کے یقین اور حوصلوں نے مشکل حالات کے درمیان تحریک تحفظ ختم نبوتؐ میں اہم کردار ادا کیا، اس مقدمہ میں کل سات افراد جیل میں تھے، جن میں سے چچا غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی، محترم جناب محمد مستقیم احراری، محترم حافظ انعام الحق احراری اور میرا تعلق براہ راست مجلس احرار اسلام سے ہے اور دو افراد ماسٹر عید محمد کریم و منور علی قریشی کا تعلق واقعہ والے دن لدھیانہ کے تھانہ ڈویژن نمبر دو میں جمع ہوئے ان مسلمانوں میں سے ہے جو کہ پولیس کی غلط کاروائی کے خلاف احتجاج کر رہے تھے اور ساتویں فرد حولدار جگد یو سنگھ کا تعلق پنجاب پولیس سے ہی ہے جو بحیثیت سکریٹری گارڈ ان دنوں ہمارے یہاں چچا عتیق الرحمٰن کے ساتھ متعین تھا، آیئے میں آپ کو تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے ان غازیوں کا تعارف کروا دوں۔

غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی

غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی کا تعلق علماء لدھیانہ کے مشہور علمی اور مجاہد خاندان سے ہے، آپ کی پیدائش ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی کے گھر ہوئی، آپ حضرت مفتی صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں، دینی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل فرمائی اور عصری تعلیم کے لئے لدھیانہ کے مشہور جین اسکول میں پڑھتے رہے، نوجوانی کے دنوں سے ہی اپنے والد محترم کے ساتھ دینی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے، وہ ایسا دور تھا کہ پنجاب میں مسلمان برائے نام ہی دکھائی دیتے تھے۔

غازی عبید الرحمٰن بچپن سے ہی صاف دل لیکن جلالی طبیعت کے مالک ہیں کبھی بھی کسی غلط بات کو ذرہ برابر برداشت نہیں کرتے، یہی وجہ رہی کہ ہمیشہ عام معاملات میں جب بھی کسی مظلوم نے کسی پولیس والے کی شکایت کی تو آپ بلا دریغ اس سے جا بھڑے، آپ کی گرم مزاجی کی وجہ سے اس مقدمہ سے پہلے ہی پولیس محکمہ کے کئی افراد جن کی رشوت خوری کی پول کھول دی تھی آپ سے متنفر رہتے تھے، جیل میں چار سال سے زائد گذرے وقت میں بھی الحمدللہ آپ کے جاہ وجلال میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آئی بلکہ طبیعت میں جلال پہلے سے بھی زیادہ داخل ہو گیا، جس کے سبب جیل حکام اور پولیس گارڈ کے ساتھ بھی اس عرصے میں کئی کھٹے میٹھے واقعات رونما ہوئے، الحمدللہ رہائی کے بعد بھی غازی صاحب دینی سرگرمیوں میں مشغول ہیں اور آج کل مسجد شرف النساء کھڈ محلّہ میں مدرسہ رحمانیہ کے نام سے ایک ادارہ چلا رہے ہیں۔

غازی ماسٹر عید محمد کریم

ماسٹر عید محمد کریم کی پیدائش ۱۱/ جون ۱۹۶۹ء کو جناب عبدالرزاق انصاری کے گھر مرغیا چک سیتامڑھی بہار میں ہوئی، آپ نے ہندی زبان میں ایم اے تک تعلیم حاصل کی ہے، ماسٹر عید محمد کریم ۱۹۹۵ء میں لدھیانہ کاروبار کے لئے تشریف لائے اور لدھیانہ کے راہوں روڈ پر واقع چنگی کے قریب مسلم آبادی میں تعلیمی سرگرمیوں کے تحت اقرأ اکیڈمی کے نام سے انہوں نے ایک ادارہ شروع کیا جس میں اطراف کے بچوں کو عصری اور دینی تعلیم دینی شروع کردی، لدھیانہ شہر میں آتے ہی ماسٹر جی نے حسب دستور شہر میں مسلمانوں کے سرپرست میرے والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی سے رابطہ کیا اور پابندی سے ہر ماہ وقت نکال کر جامع مسجد آنے جانے کا سلسلہ شروع کر دیا، حسب اتفاق کہ جس دن قادیانیوں کے ساتھ اس مقدمہ کا معاملہ پیش آیا تو اس دن ماسٹر جی اپنی اکیڈمی کے بچوں کے لئے کچھ کتابیں خریدنے کے لئے بازار آئے ہوئے تھے جہاں انہیں کسی ساتھی نے بتایا کہ اس طرح سب مسلمان تھانے جارہے ہیں تاکہ قادیانیوں کے خلاف احتجاج کریں اور مقدمہ درج کروایا جا سکے، ماسٹر جی بھی تھانہ ڈویژن نمبر دو پہنچ گئے اور بھیڑ کے آگے جا کر نعرے لگانے لگے، اس دوران پولیس افسران نے اس مجمع میں سے چھ سات افراد کو بیان لکھنے کے بہانے تھانے کے اندر بلالیا اور پھر ایف آئی آر میں ماسٹر عید محمد کریم کا نام بھی شامل کرلیا، اس جھوٹے مقدمہ میں جب میں نے اپنے ساتھیوں میں ماسٹر جی

کا نام سنا تو بڑی حیرانی ہوئی کہ ہم تو انہیں جانتے بھی نہیں ہے، انہیں کیسے ہمارے ساتھ جوڑ دیا گیا، میری ماسٹر جی سے پہلی ملاقات مقدمہ کے بعد لدھیانہ جیل میں ہی ہوئی، ماسٹر جی درمیانہ قد کے سادہ مزاج، صوم وصلوٰۃ کے پابند باشرع مسلمان ہیں، آپ جذباتی طبیعت کے مالک ہیں، اپنا دکھ درد تو بڑی بات دوسروں کی تکلیف سن کر بھی ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، جیل میں ہر ایک قیدی کو حوصلہ دینا ماسٹر جی کی عادت میں شامل رہا، میرے جیل کے ساتھیوں میں سب سے بڑی قربانی ماسٹر عید محمد کریم صاحب کی ہے، جنہوں نے نہ صرف اس مقدمہ میں بارہ سال قید کاٹی بلکہ اس دوران آپ کی شریک حیات کا بھی انتقال ہوگیا، آج کل ماسٹر عید محمد کریم لدھیانہ کے گل پنڈ میں مسجد احرار کے قریب واقع اپنے گھر پر قیام پذیر ہیں، آپ محنت کش انسان ہیں، کسی کا احسان لینا نہیں چاہتے، اپنی بیٹی کی شادی کے بعد لاک ڈاؤن میں جب بہت سے لوگ کام کی وجہ سے پریشان نظر آئے تو ماسٹر جی نے اپنے اسکوٹر پر لوگوں کو کھانا پہنچانے کا کام شروع کردیا، دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب برکت وصحت عطا فرمائے آمین۔

غازی محمد مستقیم احراری

رفیق قدیم جناب غازی محمد مستقیم احراری کی پیدائش ۵/ دسمبر ۱۹۷۷ء میں لدھیانہ میں جناب مستری جلال الدین انصاری کے گھر ہوئی، آپ کے والد کا تعلق گاؤں کشن پور ضلع مظفر نگر یوپی سے ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم شیو پوری کے درگا ماڈل اسکول اور میٹرک تک کی تعلیم جین ہائی اسکول دریسی گراؤنڈ

لدھیانہ میں حاصل کی، جس کے بعد آپ کی والدہ نے دینی تعلیم کے لئے آپ کو لدھیانہ جامع مسجد میں میرے والد محترم کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ حبیبیہ میں داخل کروادیا، آپ کا ہمارے مدرسہ میں داخل ہونا تھا کہ اس دن سے لیکر آج تک آپ احرار کے ہی ہو کر رہ گئے، بچپن سے ہی ماشاء اللہ امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی سرپرستی میں جذبہ احرار سے سرشار ہو گئے ۱۹۹۲ء سے آج اٹھائیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ اس دوران لدھیانہ جامع مسجد سے برپا ہونے والی احرار کی تمام تحریکوں میں مستقیم بھائی شانہ بشانہ ہیں، لدھیانہ جیل میں ہم لوگ ایک ساتھ داخل ہوئے تھے، مستقیم بھائی مزاج کے جلالی ہیں اس لئے جب کبھی جیل حکام کے ساتھ کوئی معاملہ پھنس گیا تو چچا محترم غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی اور غازی محمد مستقیم کے جلال نے مل کر اس معاملہ کو فتح کی صورت میں ہی حل کیا، جیل سے رہائی کے بعد آپ کو میرے والد صاحب حضرت شاہی امام پنجاب و امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کا باضابطہ پرنسپل سکریٹری مقرر کر دیا گیا جہاں پر آپ تادم تحریر اپنی ذمہ داری بخوبی ادا کر رہے ہیں آپ سے قبل پرنسپل سکریٹری برائے شاہی امام کے عہدہ پر مولانا عبدالمنان قاسمی سیتامڑھی فائز تھے۔

غازی حافظ انعام الحق احراری

غازی انعام الحق احراری کی پیدائش ۱۵/ اپریل ۱۹۸۱ء کو جناب قمر الحق صاحب کے گھر گاؤں بڑاہی ضلع سمستی پور بہار میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم سے لیکر فارسی اول تک مدرسہ دینیہ شوکت منزل غازی پور میں حاصل کی، اس کے

بعد آپ نے ہمارے مدرسہ جامعہ حبیبیہ لدھیانہ میں قرآن پاک حفظ مکمل کیا اور پھر مسجد دو منزلی لدھیانہ میں امامت کے فرائض ادا کرنے لگے، دور طالب علمی سے ہی غازی انعام الحق الحمدللہ مجلس احرار اسلام کے مزاج میں رنگ گئے تھے، آپ کو حضرت شاہی امام پنجاب وامیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی کی خصوصی سرپرستی حاصل رہی، اس واقعہ کے وقت آپ مسجد دو منزلی میں امامت کررہے تھے، دیگر افراد کی طرح آپ بھی جب تھانہ ڈویژن نمبر دو پہنچے تو بیان لکھوانے کے بہانے آپ کو بھی مقدمہ میں شامل کردیا گیا، غازی حافظ انعام الحق کی عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کے لئے مقدمہ میں بڑی قربانی ہے، آپ نے اپنی زندگی کے نوجوانی کے دس سال قیدوبند میں گذارے ہیں، لیکن کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا، ہمارے اسیری کے دنوں میں ہر ایک ماہ رمضان میں آپ نے نماز تراویح میں مکمل قرآن پاک سنایا، میرے جیل کے ساتھیوں میں آپ خاموش طبیعت اور خدمت گذاروں میں سب سے پیش پیش رہنے والوں میں سے ہیں، جن دنوں آپ جیل میں تھے تو نماز پنجگانہ کی امامت آپ ہی کے سپرد کی گئی تھی، کم گو ہونے کے باوجود آپ بھی جلالی طبیعت کے مالک ہیں، رہائی کے بعد بھی دینی خدمات میں پیش پیش ہیں، ۲۰۰۹ء میں مجلس احرار اسلام کی جانب سے ضلع ہوشیار پور کے کھیڑا اچھروال میں جب مسجد ختم نبوؐت تعمیر کی گئی تو آپ کو اس کا امام بنایا گیا، یہ مسجد دراصل قادیانیت سے متأثر علاقے میں تعمیر کی گئی تھی، غازی صاحب گذشتہ بارہ سال سے یہاں مع اہل وعیال دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں آپ کی محنت سے پورے علاقے میں ماشاءاللہ اب اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہے،

آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو کہ اپنے مشن کے لئے زندگیاں لگا دیتے ہیں لیکن کبھی مال کی حرص میں نہیں پڑتے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت مجلس احرار میں ایسے افراد کا ہونا ہمارے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

غازی منور حسن

غازی منور حسن کی پیدائش ۹/اپریل ۱۹۸۳ء کو جناب رئیس احمد قریشی کے گھر گاؤں عمر پور ضلع مظفر نگر یو پی میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ رحمانیہ بہیڑ واں سے حاصل کی جس کے بعد ڈی اے وی کالج بڑھانہ سے انٹر کیا، اس دوران دینی تعلیم کا سلسلہ گاؤں کے امام صاحب سے چلتا رہا، ۱۹۹۹ء میں آپ اپنے دیگر بھائیوں کے ساتھ کپڑے کے کاروبار کے سلسلے میں یو پی سے لدھیانہ آ گئے، جہاں پر آپ نے کپڑے کا کام شروع کر دیا، صوم وصلاۃ کا پابند ہونے کی وجہ سے اکثر نماز کے وقت جامع مسجد آپ کی حاضری ہوتی، آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو کہ اس واقعہ کے وقت بڑی تعداد میں تھانے پہنچے تھے، پولیس نے بھیڑ میں سے جن لوگوں کو بیان لکھوانے کے بہانے تھانے کے اندر بلایا تھا ان میں آپ بھی شامل ہیں، نوجوان خون ہونے کی وجہ سے جذبۂ عشق رسول ﷺ موجزن تھا جس کی بنا پر آپ کو بھی مقدمہ میں نام زد کر دیا گیا، میری آپ سے باقاعدہ ملاقات جیل میں ہی ہوئی، کیونکہ آپ اور غازی عید محمد کریم اور غازی حافظ انعام الحق ہم سے پہلے ہی گرفتار کر کے جیل بھیج دئے گئے تھے، عزیز محترم غازی منور حسن کا مزاج بھی جلالی ہی ہے، صوم وصلاۃ کی پابندی کے ساتھ آپ کو

جیل میں کتب بینی کا شوق بھی تھا، دینی مزاج کے مدنظر جب جیل میں ہم نے مختلف بیرکوں میں پنج گانہ مصلے قائم کرنے شروع کئے تو چھ نمبر بیرک کے مصلے پر امامت کے فرائض کے لئے آپ کی ذمہ داری لگائی گئی، ہندی زبان پر آپ کو عبور حاصل ہے اس لئے تمام خطوط مجھے ہندی میں ہی لکھا کرتے تھے، عقیدہ ختم نبوتؐ کے تحفظ کی اس تحریک میں آپ کی بہت بڑی قربانی ہے، آپ نے اپنی زندگی کے دس سال اس مقدمہ میں قید کے گذارے ہیں، رہائی کے بعد سے آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ کاروباری مشغولیت کے ساتھ ساتھ دینی تبلیغی سرگرمیوں سے بھی وابستہ ہیں۔

قید خانے کی بندشیں

قید خانے میں جانے کے بعد ہی اس بات کا عملی طور پر علم ہوتا ہے کہ عام زندگی اور اسیری کی زندگی میں کیا فرق ہے، مجھے یاد ہے کہ ہم لوگوں نے اسیری کے ساڑھے چار سالوں میں کبھی نہ سورج کو طلوع ہوتے دیکھا اور نہ غروب ہو تے دیکھا کیونکہ ان اوقات میں بیرک کو تالا لگا دیا جاتا ہے، جیل کی بیرکیں گرچہ دیکھنے میں ایک ہال کے مانند ہے لیکن ہر ایک پانچ فٹ کے فاصلے پر لگی سلاخیں گرمیوں میں جہاں کبھی کبھی رات کو ہوا کا ذریعہ بنتی ہیں وہیں سخت سردی میں ان میں سے سرد ہوائیں آپ کو متأثر کر دیتی ہیں جیل میں رات کے وقت بیرک میں روشنی کے بلب بجھائے نہیں جا سکتے اور نہ ہی مدھم کئے جا سکتے ہیں دن میں بھی روزانہ دو پہر بارہ بجے سے تین بجے تک تالا بندی کر دی جاتی ہے، وقت کس قدر

قیمتی ہے اس کی اہمیت بھی شاید یہیں پر محسوس ہوتی ہے، اگر آپ کا کوئی کام باقی رہ گیا تو چاہ کر بھی آپ دوسرے دن صبح تالا کھلنے سے پہلے وہ نہیں کر سکتے، مجھے یاد ہے کہ شدت گرمی میں اکثر لائٹ نہ ہونے پر برائے نام لگے ہوئے پنکھے بھی بند ہو جایا کرتے تھے، اسیری کے دنوں میں ہی ۲۰۰۳ء میں جن دنوں زبردست آندھی طوفان آیا جس کی وجہ سے ہر طرف مٹی اور ریت ہی ریت پھیل گئی، کیونکہ لدھیانہ کی جیل جس جگہ تعمیر ہوئی ہے وہاں کبھی بڈھا دریا ہوا کرتا تھا جو آج بھی جیل کے صدر دروازے کے بالکل سامنے ہے اس کی وجہ سے یہ خطہ ریتیلا ہے، اسیری کے دنوں میں ایسے دن بھی گذرے جب کئی کئی روز تک پانی کی زبردست قلت رہی حتیٰ کہ وضو کے لئے پانی بھی دستیاب نہیں ہوا، گرمیوں کی راتوں میں جب ہم جیل کی کوٹھری (آج کل جسے سائڈ روم کہتے ہیں) میں بند کئے جاتے تھے تو اکثر ساری رات بستر اور جسم سے کیڑے مکوڑے اٹھا اٹھا کر دور پھینکنے میں گذر جاتی تھی، گرمیوں میں شدید گرم ٹنکی کا پانی اور سردیوں میں شدید ٹھنڈا ٹنکی کا پانی میسر ہوتا تھا نیز جیل کے دستور کے مطابق ہر ایک پیر کے دن بیرکوں اور کوٹھریوں میں سے مکمل سامان باہر نکال کر افسران کو خالی جگہ کا معاینہ کروانا بھی ایک مشقت بھرا کام ہے، جیل کی روٹی جو کہ ہر ایک بندے کے معدے کو قبول نہیں ہوتی خوراک کا ایک اہم حصہ ہے، جس کے اثرات نفع یا نقصان کی صورت میں بعد میں ہی سامنے آتے ہیں، قید خانہ کے اندر قدم قدم پر قید خانہ ہے، ایک بیرک سے دوسری بیرک تک جانے کے لئے اجازت درکار ہوتی ہے، اس کے علاوہ بے شمار ایسی پابندیاں ہیں کہ بار بار انسان کا صبر جواب

دینے لگتا ہے، جیل کے قیدی اس جگہ کو الگ الگ طرح کے نام دیتے ہیں کوئی اسے اذیت خانہ کہتا ہے کوئی اس جگہ کو زندہ انسانوں کا قبرستان بتاتا ہے تو کوئی اسے ذلت کی جگہ بتاتا ہے لیکن میرا ماننا یہ ہے کہ قید میں رہنے والا ہر شخص اپنے مقدمہ اور مقصد کے لحاظ سے اس جگہ کی سختیوں کو کوئی نہ کوئی نام دیتا ہے، بلاشبہ جرائم پیشہ افراد کے لئے یہ اذیت خانہ ہی ہے کیونکہ جو افراد چوری چکاری ڈاکہ زنی کے مقدمات میں جیل آتے ہیں ان سے حکام روزانہ لنگر صفائی اور کھیتی کا ناقابل برداشت کام لیتے ہیں، میں نے اپنی ایام اسیری کے دوران جیل میں کئی ہستیوں کو جو مالی اعتبار سے اور دنیاوی اعتبار سے اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھتے تھے، جھاڑو لگاتے ہوئے دیکھا، جیل میں آپ کی دولت کچھ راحت تو دلواسکتی ہے لیکن عزت حاصل نہیں ہوسکتی، میں نے اور میرے تمام ساتھیوں نے قید خانے کی بے شمار پابندیوں کے باوجود اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے صدقہ طفیل میں اپنے اسیری کے دن نہ صرف عزت واحترام بلکہ اسلامی شان وشوکت سے گذارے، ہمیں یہ جگہ کبھی اذیت گاہ نہیں لگی کیونکہ ہم نے اس کی بندشوں اور سختیوں کو اللہ تعالی کی رضا سمجھ کر قبول کیا، آج بھی بہت سے لوگ اس بات کے چشم دید ہیں کہ اللہ کریم نے قید خانہ میں ہمیں کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیا، اور یہی وجہ رہی کہ قید خانہ کی بندشوں کو میں نے اور میرے ساتھیوں نے مزاج میں داخل کر دیا جس سے ہم وہاں رہتے ہوئے بھی دینی سرگرمیوں میں اس قدر مصروف ہوئے کہ زندگی کے قید میں گذرے ہوئے وہ پانچ سال آج بھی ایک خواب معلوم ہوتے ہیں۔

جیل کی ملاقات کا کمرہ اور عوام کی محبتیں

عشق اور محبت کی اگر تشریح کی جائے تو اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اول عشق حقیقی اور دوم عشق مجازی، کوئی بھی انسان جب اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ عشق کرتا ہے تو اسے عشق حقیقی کہا جاتا ہے، اور پھر جو لوگ عشق حقیقی میں کامیابی کی منازل طے کرنا شروع کرتے ہیں تو اللہ تعالی اپنی مخلوق کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے، میرا یہ تجربہ رہا کہ تحریک تحفظ ختم نبوتؐ میں شامل تمام احباب کے ساتھ مخلوق کی محبت اللہ تبارک وتعالی کے کرم کی وجہ سے ہوئی، جب ہم ۹/ جنوری کو جیل میں پہنچے تو دوسرے دن سے ہی جوق در جوق فرزندان اسلام ہم سے ملاقات کے لئے جیل آنے لگے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ملاقات کے کمرہ میں جہاں ہمارے علاوہ پورے جیل میں بند افراد کے گھروں سے ان کے اعزہ و متعلقین ملنے آتے ہیں مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے پیر رکھنے کو جگہ باقی نہ رہتی لدھیانہ شہر کے مختلف محلوں اور مساجد کے ائمہ حضرات اور ذمہ داران حضرات میں سے روزانہ کوئی نہ کوئی ضرور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جیل پہنچتا، ان مسلمانوں کے علاوہ ہمارے گھر حبیب روڈ کے تمام غیر مسلم پڑوسی لدھیانہ جامع مسجد سے ملحق شاہ پور روڈ اور جیل روڈ کے غیر مسلم دو کاندار اور شہر کے سرکردہ غیر مسلم خاندانوں کے افراد بھی ملاقات کے لئے جیل پہنچنے لگے، حتیٰ کہ میرے ساتھ پہلی جماعت سے دسویں تک تعلیم حاصل کرنے والے وائلی میموریل ہائی اسکول کے سبھی غیر مسلم دوست بھی ملاقات کے کمرے

تک پہنچے، روزانہ ملنے آنیوالے افراد کھانے پینے کی اشیاء ودیگر ضروریات کا سامان لیکر آتے جو کہ ہم سات ساتھیوں کے لئے بہت زیادہ ہوتا اس لئے روزانہ ہی ہم اپنی بیرک میں وہ تمام سامان ضرورت مند غریب قیدیوں میں بلا لحاظ مذہب وملت تقسیم کرنے لگے،اس دوران مجھے اور دیگر احباب کو ملنے کے لئے جیل آنے والوں کی اگر فہرست مرتب کرنے لگوں تو اس کے لئے الگ سے کتاب کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس آزمائش کے دور میں اپنی محبتوں کا اظہار کرنے والے افراد کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے، یہاں یہ بات بھی آپ کو بتاتا چلوں کہ جیل میں وہی قیدی شان سے زندگی گذار سکتے ہیں جن کو کوئی نہ کوئی ملنے کے لئے آتا رہے اور ہمیں اللہ کریم نے اس معاملہ میں ابتداء سے ہی اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کے صدقہ طفیل بے نیاز کر دیا تھا۔

روزانہ کی ڈاک کا سلسلہ

لدھیانہ سنٹرل جیل میں اسیری کے دن گذارتے ہوئے روزانہ ہی میں اپنے ابو جان وامی جان اور دیگر خاص احباب کو خط لکھا کرتا تھا اور ادھر سے بھی روزانہ والدین اور خاص احباب مجھے خطوط بھیجا کرتے تھے ان خطوط کو لانے اور لے جانے کے لئے ابو جان نے باقاعدہ کچھ افراد کی ذمہ داری لگادی تھی، جن میں شروع کے ڈیڑھ سال بھائی محمود حسن ابن غلام حسن قیصر یہ خدمت انجام دیتے رہے، خطوط کے ساتھ ساتھ روزمرہ کی ضروری اشیاء بھی لیکر صبح اور شام دو وقت ملاقات کے لئے آتے رہے، پھر ان کی شادی ہوگئی اور وہ لدھیانہ سے منتقل ہو گئے

جس کے بعد ہماری مسجد میں گذشتہ بیس سال سے مقیم پونچھ دار گولون کے محمد ریاض کو یہ ذمہ داری ابوجان کی طرف سے سپرد کردی گئی دو سال تک انہوں نے بڑی تن دہی کے ساتھ روزانہ اس خدمت کو صبح وشام ادا کیا اور پھر ان کا گلف سینوکری کا ویزہ آگیا جس کے بعد ہمارے مدرسہ کے طالب علم محمد عارف کشمیری نے ایک سال تک یہ خدمت انجام دی، میرے اندازے کے مطابق جیل سے میں نے اپنے ابوجان امی جان اور دیگر احباب کے ساتھ ساتھ اکابرین کو جو خطوط تحریر کئے ان کی تعداد تقریباً پانچ ہزار سے زائد ہے اور اتنے ہی خطوط ان ساڑھے چار سالوں میں باہر سے موصول ہوئے، جوکہ تمام کے تمام میری ذاتی لائبریری میں فائل کر کے محفوظ کئے گئے ہیں ان خطوط میں بہت سے اہم خطوط عوامی اور دینی لحاظ سے تاریخی حیثیت کا درجہ رکھتے ہیں جو کہ آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے، جیل میں کسی کے ساتھ روزانہ ملاقات کے لئے دو وقت باہر سے افراد کا آنا بہت بڑی بات سمجھی جاتی ہے، آزاد بھارت میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی، روزانہ دو وقت قاصد کا آنا ہم سب سے ابوجان امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی محبتوں کی ایسی دلیل ہے کہ جس کی مثال ابھی تک نہیں ملتی۔

مقدمہ کی پیروی اور چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی

قادیانیوں کے ساتھ ہوئے اس مقدمہ میں والدمحترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے مجلس احرار اسلام کی جانب سے اس اہم مقدمہ کی پیروی کے لئے جس شخصیت کا انتخاب کیا ان کا نام جناب عتیق الرحمٰن لدھیانوی

ہے آپ حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی کے تیسرے صاحبزادے ہیں آپ نے لدھیانہ اور پنجاب کے مسلمانوں کی بہتر نمائندگی کے لئے ۱۹۸۸ء میں انڈین مسلم کونسل کا قیام کیا اور عرصہ دراز تک مجلس احرار اسلام ہند کے قومی ترجمان بھی رہے آپ کے سیاسی قد کو دیکھتے ہوئے ۲۰۰۷ء میں پنجاب کی کانگریس سرکار کے رہنماؤں کی سفارش پر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے آپ کو پنجاب مائینورٹی ڈپارٹمنٹ کا چیئرمین بنایا گیا

قادیانیوں کے ساتھ اس مقدمہ میں ۲۰۰۰ء سے لیکر ۲۰۰۶ء تک چلی قانونی لڑائی میں احرار احباب کی رہنمائی آپ نے ہی سنبھال کے رکھی، مقدمہ میں حقیقت حال سامنے لانے کے لئے آپ نے ہر ممکن وسائل کو اختیار کیا نیز عدالت میں اپنی بات جامع اور صحیح انداز میں پیش کرنے کے لئے آپ نے اس دور کے مشہور وکلاء میں سے جالندھر کے مشہور وکیل جناب چتر سنگھ، راجیش کمار، لدھیانہ کے مشہور وکیل پون کمار گھئی، اور ایڈوکیٹ پی ایس بترا کے ساتھ ساتھ ان چھ سالوں میں پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ اور دہلی میں واقع عدالت عظمیٰ سپریم کورٹ کے متعدد وکلاء حضرات کی خدمات حاصل کیں نیز اس دوران آپ نے ارباب حکومت سے بھی رابطہ کیا اور انہیں وہ تمام ثبوت دکھائے جو کہ یہ ثابت کرتے تھے کہ یہ مقدمہ جھوٹ پر قائم کیا گیا ہے، تحریک تحفظ ختم نبوتؐ میں تاریخی حیثیت رکھنے والے اس مقدمے میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ نے باہر قانونی اور سیاسی لڑائی لڑنے کے ساتھ ساتھ جیل میں بند مجلس احرار اسلام ہند کے احباب کی بھی مکمل حوصلہ افزائی فرمائی۔

جیل میں مکتب کا قیام

اذان کی برکت سے بیرک میں حاصل ہوئی وسیع وعریض جگہ پر پنجگانہ نماز وں کے لئے مستقل مصلی قائم کرنے کے بعد میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ جیل میں موجود مسلم قیدیوں کو قرآن پاک پڑھنا سکھایا جائے کیونکہ باہر بھی دیگر تمام سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ درس گاہ میں پڑھانا میرا معمول رہا ہے، اس کام کے لئے تیاری شروع کر دی گئی ابو جان کو میں نے اس ضمن میں تفصیلی خط لکھا جس کے جواب میں انہوں نے درجنوں نورانی قاعدے، اردو کے قاعدے، عم پار یا اور کاپیاں قلم رحلیں جیل بھجوادیں اور ساتھ میں ایک رجسٹر بھی لگا دیا گیا، تمام قیدیوں سے جب یہ معلوم کیا کہ کس کس کو قرآن پاک پڑھنا آتا ہے تو سوائے چند افراد کے باقی سب ناخواندہ ہی نکلے اور پھر یکم فروری سے جیل کی بیرک نمبر چار میں روزانہ صبح نو سے بارہ بجے تک مکتب کا کام شروع کر دیا گیا، ابتداء میں بائیس افراد پڑھنے والے تھے جو کہ دیکھتے دیکھتے ترپن افراد تک پہنچ گئے جن میں غیر مسلم قیدی بھی اردو سیکھنے کے لئے آنے لگے اس مکتب میں قیدیوں کو میرے ساتھ پڑھانے کی ذمہ داری ماسٹر عید محمد کریم اور حافظ انعام الحق نے ادا کروائی، جیل حکام کو جب اس مکتب کی خبر ملی تو وہ نہایت خوش ہوئے اور جیلر گر چرن سنگھ سدھوایک روز خود خصوصی طور پر اسے دیکھنے کے لئے آئے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ بہت اچھا کام شروع کیا جس سے جرائم پیشہ قیدیوں میں برائی کو چھوڑ کر نیکی کے راستے پر چلنے کی عادت پیدا ہوگی، الحمدللہ جیل کا یہ مکتب گذشتہ کئی سال سے

جاری ہے، متعدد نو جوانوں اور بوڑھوں نے اس مکتب میں قرآن پاک پڑھنا سیکھا ہے، اور بہت سے غیر مسلم قیدیوں نے اردو ادب کی تعلیم حاصل کی ہے، یہ اپنی نوعیت کا منفرد تاریخی مکتب ہے، جسے تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کے دوران جیل میں قائم کیا گیا اور قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عقائد اور نظریات کو بھی درست کروایا گیا۔

جیل کے کھانے کی اصلاح اور خدمت کی باری

لدھیانہ سینٹرل جیل میں شروع کے دو ہفتے تک دیگر دو بیرکوں سے مسلمان قیدی جیل کے کھانے کی اصلاح کر کے ہمارے پاس لایا کرتے تھے، میں نے بڑا اصرار کیا کہ ہم لوگوں کو اپنا کھانا خود لینے اور اس کی اصلاح کرنے کا موقعہ دیں بڑی مشکل سے مسلمان قیدی اس بات پر راضی ہوئے کہ ہم لوگ اب خود ہی اپنے کھانے کا انتظام کرلیا کریں گے اور پھر میں نے اور میرے ساتھیوں نے صبح کے ناشتے دوپہر اور شام کے کھانے کی ذمہ داریاں آپس میں تقسیم کرلیں، کیونکہ کھانے کی اصلاح کرنا میرے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی، ہم زمانہ طالب علمی میں دیوبند میں رہتے ہوئے یہ کام عرصہ دراز تک کرتے رہے تھے، اصلاح یعنی جیل کی دال کو اچھا سا تڑکا لگانا اور جیل کی روٹیوں کو ذرا سا گرم کر کے گھی لگا دینا تاکہ کھانے میں آسانی رہے، کھانے کی اصلاح کی باریاں اس طرح لگائیں کہ ایک روز میں اور حافظ انعام الحق، اور دوسرے روز مستقیم اور منور علی اس خدمت کو انجام دیتے نیز اس کام لئے ان دنوں ہمارے ساتھ دو مشقتی (جیل میں سرکاری

حکم پر کام کرنے والوں کو مشقتی کہتے ہیں) سورج انصاری اور عبدالمنان بھی لگ گئے، خدمت کے کاموں میں چچا غازی عبیدالرحمٰن اور غازی ماسٹر عید محمد کریم کی ذمہ داری نہیں لگائی گئی، حتیٰ کہ ان دونوں حضرات نے بڑا اصرار کیا لیکن یہ ہمارے بڑے تھے ان کی خدمت ہم پر فرض تھی، جیل کے لنگر سے روزانہ صبح کے وقت چائے، دوپہر کے وقت دال اور روٹی اور پھر شام کے وقت دال اور روٹی تمام بیرکوں میں تقسیم کی جاتی تھی، کچھ دنوں بعد ہم نے سبزی اپنی خود تیار کرنی شروع کردی اور جیل کے لنگر میں سے ہم لوگ صرف روٹیاں لے لیا کرتے تھے، ویسے پندرہ اگست اور چھبیس جنوری کو جیل میں لنگر سے کھیر بانٹی جاتی ہے، جیل کی روٹیاں زیادہ تر خشک ہوتی ہیں انہیں خوب جھاڑ کر کھانا پڑتا ہے، اکثر قیدیوں کے بستر ان روٹیوں کے بورے کی وجہ سے خراب ہوجاتے ہیں، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ہر ایک بیرک سے ملحق اس کے صحن میں جیل محکمہ کی طرف سے بھٹیاں بنائی گئی تھی، جہاں پر قیدی کینٹین سے لکڑی کے ٹکڑے خرید کر اپنے کھانے کی اصلاح کرنے کے لئے آگ جلا سکتے ہیں، اکثر سردیوں میں نماز فجر کے بعد سرکاری چائے پینے کے بجائے اپنی چائے بنانے کے لئے ان بھٹیوں میں آگ جلانے کی کوشش کرتے تھے تو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ اول تو مٹی کی یہ بھٹیاں شبنم کی وجہ سے گیلی ہو جاتی تھیں اور دوسرے ٹھنڈی لکڑیاں جلدی آگ نہیں پکڑتی تھیں، لیکن جب ایک بار بھٹی سلگ جاتی تھی تو چائے کے ساتھ ہم لوگ دوپہر کا کھانا بھی تیار کرلیا کرتے تھے، چائے سے یاد آیا کہ ہمارے خاندان میں ابتداء سے چائے دم دے کر پینے کا رواج ہے اور زیادہ تر اکابرین کا

طریقہ کار بھی یہی رہا ہے، جیل میں بھی ہم چائے کو دم کرلیا کرتے تھے، دم کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دیگچی میں اچھی طرح پانی ابالیں اور پھر ایک کیتلی میں حسب ضرورت چائے پتی ڈال کراس میں یہ کھولتا ہوا پانی ڈال دیں اور پھر اس کیتلی کو ٹکوزی سے ڈھک دیں اسی طرح دودھ گرم کریں اور اسے ایک تھرمس میں ڈال لیں، اسی دوران بیس منٹ میں بھاپ سے یہ خاندانی چائے تیار ہو جاتی ہے جسے کپوں میں حسب ضرورت قہوہ، دودھ اور میٹھا ڈال کر استعمال کیا جاتا ہے، جیل میں خدمت کی باریوں میں میرے ساتھ حافظ انعام الحق کی ڈیوٹی لگی تھی اور حافظ صاحب نے کبھی مجھے کوئی پرمشقت کام کرنے نہیں دیا، جیل کے لنگر سے آنے والی روٹیوں نے میرے معدہ کو ضرور متاثر کیا جس کی تلخی میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔

جیل میں درس قرآن پاک کی ابتداء

جیل میں آنے کے بعد بھی میری مصروفیات کم نہیں ہوئی تھیں روزانہ نماز فجر کے بعد جیل کے اسٹیڈیم سے جب ہم لوگ سیر کر کے واپس لوٹتے تو ناشتہ کے بعد مکتب شروع ہو جاتا، بارہ بجتے بجتے ابو جان کی طرف سے متعین روزانہ کا قاصد خطوط اور ضروریات کا سامان لیکر آجاتا، ملاقات کے کمرہ سے نکلتے تو ظہر کا وقت ہو جایا کرتا تھا اور پھر دوپہر کے کھانے کے بعد خطوط کے جواب لکھتے ہوئے عصر کا وقت ہو جایا کرتا تھا، ان سب کاموں میں دن کیسے گذر جاتا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا تھا، اس دوران میری تقاریر کا سلسلہ ضرور موقوف ہو گیا لیکن جیل کے

ساتھی بار بار اصرار کرتے تھے کہ کچھ بات کریں اور میں وقت نہ ہونے کا بہانہ بنا کرانہیں ٹالتا رہا اسی دوران ایک دن قدیم قیدیوں میں سے شیخ محمد جلیل جن کا تعلق مہاراشٹر سے ہے اور آپ فوج میں تھےکہ ایک تکرار کے درمیان دوسرا فوجی آپ کی گولی سے ہلاک ہو گیا تھا اور آپ اسی ضمن میں قید کاٹ رہے تھے، شیخ بھائی سے ہم لوگ جیل میں آنے کے کئی سال پہلے سے واقف ہیں کیونکہ آپ کی والدہ جب آپ کو جیل میں ملنے آتی تھی تو اکثر ہمارے پاس جامع مسجد آیا کرتی تھی، القصہ شیخ بھائی نے اصرار کیا کہ روزانہ کسی ایک وقت دینی مجلس کا انعقاد کیا جا ئے اور پھر دیگر ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ نماز فجر کے بعد اس کام کے لئے وقت رکھا جائے، اسی سبب لدھیانہ سنٹرل جیل میں میں نے دسمبر ۲۰۰۲ء میں درس قرآن پاک کا سلسلہ شروع کیا، جو کہ الحمدللہ ایک سال تک جاری رہا، مجھے یاد ہے کہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جب بیرک کی جگہ کم پڑی تو ہم لوگوں نے سخت سردی میں فجر کی نماز باہر صحن میں ادا کرنی شروع کی اور پھر نماز کے بعد الحمد للہ تیز ٹھنڈی ہواؤں میں بھی درس قرآن کا سلسلہ چلتا رہا۔

جیل حکام سے ہمارے تعلقات

اسیری کے ساڑھے چار سالوں کے دوران لدھیانہ سینٹرل جیل کے جیلر صاحب ڈپٹی جیلر اور اسسٹنٹ جیلروں اور جیل پولیس وخاص کر چکر حولدار کے ساتھ ہمارے تعلقات زیادہ تر خوشگوار رہے، صرف دو تین بڑے نا خوش گوار واقعات پیش آئے جن کا ذکر آگے چل کر کروں گا، دراصل جب ہم عدالت میں

خودسپردگی کے بعد جیل پہنچے تو ہم نے جیل حکام سے کوئی سفارش نہیں کروائی تھی بلکہ ہمارا مقصد جیل کی بندشوں کے مطابق اللہ کی رضا کے لئے وقت گذارنا تھا لیکن ہمارے جیل میں آنے کے بعد صرف ایک ہفتہ میں ہی روزانہ ملنے آنے والوں کی کثرت شہر کے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم معززین کی تشریف آوری اور اخبارات میں والدمحترم کے بیانات اور مقدمہ کے متعلق خبروں نے جیل انتظامیہ کو چوکنا کردیا انہیں اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ یہ لوگ جس مقدمہ میں آئے ہیں گرچہ دفعہ تین سو دو کا مقدمہ ہے لیکن وہ عام نوعیت کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے مذہبی عقیدے سے وابستہ ہے، اس مقدمہ کی وجہ سے پنجاب بھر میں قادیانیوں کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات ان لوگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، ان باتوں کے مدنظر جیل افسران کا رویہ ہمارے ساتھ ہمیشہ صحیح رہا، سوائے ایک دو جیلروں کو چھوڑ کر جنہوں نے غنڈہ گردی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہے، ہمارے عرصۂ اسیری کے دوران لدھیانہ سینٹرل جیل میں بالترتیب گرچرن سنگھ سدھو، سورن سنگھ، جگجیت سنگھ، سردار کلدیپ سنگھ جیل سپریٹنڈینٹ رہے، اور بالترتیب کلدیپ سنگھ، دل راج سنگھ رائے، وجے کمار، سردول سنگھ، ڈپٹی جیلر رہے، جبکہ اسسٹنٹ جیلروں میں بلقار سنگھ، راجن کپور، شری رام، مول راج کے نام قابل ذکر ہیں اور چکر حولداروں میں سردارہ سنگھ، اجے ٹھاکر ہماچلی، ستپال، دربارہ سنگھ کالا کے نام قابل ذکر ہیں، قابل ذکر ہے کہ جیل کے درمیان میں ایک دفتر بنا ہوا ہوتا ہے جس کے انچارج کو چکر حولدار کہتے ہیں اور یہی طے کرتا ہے کہ کون سا قیدی کس بیرک میں رہے گا،

ہمارے اسیری کے دوران تمام چکر حولدار نہایت ہی ادب سے پیش آتے رہے کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ حق کے ساتھ ہیں اور غلط بات بالکل برداشت نہیں کرتے۔

جیل میں ابوجان کی آمد

لدھیانہ سینٹرل جیل کے واقعات میں ہم سب سے ملاقات اور قیدیوں سے خطاب کے لئے ابوجان امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی شاہی امام پنجاب کا تشریف لانا تاریخی حیثیت رکھتا ہے، جب سے ہم لوگ جیل آئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ ابوجان ہم سب سے ملنے جیل آرہے تھے، پوری جیل میں شور مچا ہوا تھا کہ آج جناب شاہی امام صاحب مسلمانوں سے ملنے آرہے ہیں، نصرت خداوندی ہی تھی کہ جب ابوجان کا قافلہ لدھیانہ جیل کے صدر دروازہ پر پہنچا تو آپ کے اعزاز کے لئے جیل کے دونوں بڑے دروازے کھول دئے گئے اور آپ اپنی گاڑی ہی میں اندر تشریف لائے جہاں پر اس وقت کے جیل سپریڈنٹ سورن سنگھ ڈپٹی جیلر دل رائے سنگھ رائے اور دیگر افسران کے بعد ہم لوگوں کے ساتھ سبھی مسلمانوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا، دراصل جیل میں عقیدہ ختم نبوت ﷺ پر جلسہ بھی رکھا گیا تھا جس کی صدارت ابوجان نے فرمائی، جس وقت آپ مخصوص بیرک کی طرف جارہے تھے تو دیگر بیرکوں میں سے غیر مسلم احباب باہر نکل کر آپ کو دیکھ رہے تھے، تقسیم ہند کے بعد لدھیانہ سینٹرل جیل میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی قائد اس انداز سے جیل کے دورے پر

پہنچا، آپ کی آمد کے مدنظر آج پوری جیل میں خصوصی طور پر صفائی اور چونا لگایا گیا تھا، جیل میں ہم لوگوں کے علاوہ دیگر مسلمان قیدی جن کی تعداد تقریباً ایک سو تھی کا جوش وخروش قابل دید تھا، دراصل آج شب برات کا موقعہ تھا ہم نے یہ پروگرام بنایا کہ اس موقعہ پر ابو جان کی آمد کے ساتھ ساتھ ختم نبوت ﷺ پر ایک پروگرام منعقد ہو جائے گا، اس پروگرام کے انعقاد میں سبھی مسلمان اور غیر مسلم متعلقین نے بھرپور تعاون کیا اور اس موقعہ پر ابو جان کو جیل کے اسیران کی طرف سے ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا جو کہ غازی حافظ انعام الحق نے پڑھ کر سنایا۔

پنجاب کی جیل ہمیں نہ ڈرا ہم ڈرتے نہیں زندانوں سے

اس موقعہ پر ابو جان کے ساتھ باہر سے تشریف لائے ہمارے مدرسہ کے طالب علم ضیاء الحق جسے ہم سب محبت میں پیر ضیاء الحق کہہ کر بلاتے ہیں نے اپنی پرنور، پرسوز اور بلند آواز میں مندرجہ ذیل نظم پڑھی:

پنجاب کی جیل ہمیں نہ ڈرا ہم ڈرتے نہیں زندانوں سے
ہم رکھتے ہیں جذبوں میں خدا ٹکراتے ہیں ایوانوں سے
اصحاب رسولؐ کے نغموں سے تیری بیرکیں گونجتی رہتی ہیں
آباد کیا ہم نے تجھ کو نہ سختیاں کر مہمانوں سے
پنجاب کی جیل ہمیں نہ ڈرا ہم ڈرتے نہیں زندانوں سے
ناموس رسالتؐ کی خاطر چوما ہے تیری سلاخوں کو

ہمیں حب نبیؐ ہی لائی یہاں ہوئے جرم یہی دیوانوں سے
تجھے روز اکسایا جاتا ہے ہمیں روز ڈرایا جاتا ہے
ہم بزدل نہیں جو دب جائیں دنیا کے ان شیطانوں سے
پنجاب کی جیل ہمیں نہ ڈرا ہم ڈرتے نہیں زندانوں سے
تیری دال کو ہنس کر پیتے ہیں جسے لگتا ہے تڑکا پانی کا
گو چند ٹکڑوں پر گذارا ہے پر شکوہ نہیں بے گانوں سے
پنجاب کی جیل ہمیں نہ ڈرا ہم ڈرتے نہیں زندانوں سے

جیل میں ابو جان امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کا خطاب

قابل ذکر ہے کہ بعد نماز ظہر تا عصر ۲۰۰۲ء ۱۲/ اکتوبر مطابق ۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ میں منعقد ہوئے اس تاریخی جلسہ کی ابتداء ہمارے مدرسہ کے استاد قاری عبد اللطیف نے قرآن پاک کی تلاوت سے فرمائی، اس موقعہ پر باہر سے ابو جان کے ساتھ چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی اور بھائی مجاہد طارق لدھیانوی جناب غلام حسن قیصر اور جامعہ حبیبیہ کے طلباء میں سے محمد اکرام عارضی، محمد عابد ارریہ، ضیاء الحق پیر بھی تشریف لائے تھے، نظامت کے فرائض میں نے خود ادا کئے اس موقعہ پر ابو جان امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے جو تاریخی و یادگار خطاب فرمایا، وہ پیش خدمت ہے

"نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد،

بیشک تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے اور حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں

آج لدھیانہ جیل میں آپ حضرات کی طرف سے منعقد کیا گیا یہ اجلاس تاریخ اسلام میں یاد رکھا جائے گا، بلاشبہ پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تاج ختم نبوت کی حفاظت کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے، ہمیں یہ بات خود بھی یاد رکھنی ہے اور دیگر اقوام کو بھی بتانی ہے کہ انسانیت کی تاریخ میں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے کہ جنہوں نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزادی کا درس عطا فرما کر ذات پات، رنگ ونسل کے فرق کو ختم کر دیا، دین اسلام کے اس اعلیٰ نظام سے دنیا بھر میں سب سے زیادہ تکلیف دو فیصد سرمایہ دار گھرانوں کو ہوئی ہے جنہوں نے عام انسانوں کو اپنی چنگل میں پھنسا رکھا تھا یہی وجہ ہے کہ اسلام کو کمزور کرنے کے لئے گذشتہ چودہ سو سال سے سازشیں کر رہے ہیں، انہیں سازشوں میں سے سب سے بڑی سازش حکومت برطانیہ کی طرف سے مرزا غلام قادیانی کی شکل میں رچی گئی، اسلام نے اپنے تمام اسباق انسانیت کو قائم رکھنے کے لئے مرتب کئے ہیں، عبادات کو پرہیزگاری کے ساتھ جوڑا گیا ہے، احادیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان واضح طور پر درج ہے کہ نماز ہمیں برائیوں سے روکتی ہے یعنی وہی نماز قبول ہوگی جو ہم سے گناہوں کی عادت چھڑوا دے، اس لئے اچھی طرح سمجھ لیں کہ سجدہ سے قبل دل ودماغ بھی توبہ کے ذریعہ پاک ہوجانا چاہیئے، اگر دل پاک نہیں تو عبادات ضائع ہوجاتی ہیں۔

جیل مؤمن کے لئے آزمائش کی جگہ ہے اور مجرم کے لئے اذیت کی جگہ

ہے، اب اگر کوئی مجرم جیل میں آنے کے بعد سچے دل سے توبہ کر لے تو پھر یہ اذیت آزمائش میں تبدیل ہو جائے گی، ہمارے خاندان کے عظیم بزرگ مجدد وقت حضرت مفتی اعظم مولانا رشید احمد لدھیانوی مدظلہ بانی و مہتمم جامعۃ الرشید کراچی اکثر اپنے مواعظ میں فرمایا کرتے ہیں کہ بندہ پر کوئی پریشانی آجائے تو وہ آسانی سے یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ یہ پریشانی مصیبت ہے یا آزمائش؟ اگر بندہ پریشانی آنے کے بعد بھی ان گناہوں کو نہیں چھوڑتا جو کہ پریشانی آنے سے قبل کرتا تھا تو پھر یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے اور اگر پریشانی کے بعد گناہوں سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو پھر یہ وقت آزمائش میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اللہ کریم اپنے بندوں کو آزمائش میں کبھی تنہا نہیں چھوڑتے۔

دین اسلام نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ دنیا کے تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں، شریعت نے اپنے ماننے والوں کو یہاں تک حکم فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اپنے پڑوسی کی خبر لو خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو اس کی مدد کرنا مسلمان پر فرض ہے، اسلام نے انسانوں میں چھوا چھوت کرنے سے منع فر مایا ہے، ایک دوسرے کا جھوٹا حلال قرار دیا ہے، ہر مظلوم کی مدد کرنے کا حکم ہوا، بار بار ارشادات نبوی ﷺ ہوئے ہیں جن کا مفہوم ہے کہ سلام کو عام کرو، پیاسوں کو پانی پلاؤ سلام کو عام کرو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ سلام کو عام کرو ننگے کو کپڑا پہناؤ سلام کو عام کرو اور قیدیوں کو رہا کرواؤ، اسلام کے ماننے والوں نے ان تعلیمات کا عملی طور پر مظاہرہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ دین دنیا کے تمام خطوں میں پایا جاتا ہے اور ہر رنگ و نسل کے لوگوں نے اس دین کو پسند کیا ہے، اس لئے آپ سب

یادرکھیں کہ ہمیں معاشرہ میں رہتے ہوئے خواہ وہ سماجی ہو یا پھر جیل کی بیرک، اسلامی روایات پر چلتے ہوئے ہر ایک بڑے چھوٹے اور ضرورت مند کی مدد کرنی ہے کہ یہی ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کا حکم ہے۔

آج لدھیانہ جیل میں آپ حضرات کے ساتھ مجلس احرار اسلام ہند کے اسیران تحریک تحفظ ختم نبوت بھی قید کے دن گذار رہے ہیں دشمن شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ جیل کے درودیوار ہمارے اوران کے حوصلوں کو پست کر سکتے ہیں، تاریخ اسلام میں روز اول سے ہی ناموس رسالتؐ اور تاج ختم نبوت ﷺ کے دفاع کے لئے مسلمان قربانیاں دیتے آئے ہیں، اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا، ہمارے اکابرین نے قربانیاں دینے سے گریز نہیں کیا اگر چہ دشمن اپنی شاطرانہ چالیں دولت اور اقتدار کے بل بوتے پر چلاتا ہے لیکن وہ مؤمن کی ایک ہی ضرب سے پاش پاش ہو جاتی ہیں جسے وہ اذیت سمجھتے ہیں اسے ہم سعادت سمجھتے ہیں، جیل کی سلاخیں ہمارے عزم کو جوان کرتی ہیں اور زنداں کی دیواریں ہمارے حوصلوں کو اڑان عطا کرتی ہیں، آج تو ملک آزاد ہے اور ہمیں قانونی لڑائی پر بھی حق وانصاف کا یقین ہے لیکن ہم انگریز کے ان ٹوڈیوں کی چالوں سے اس وقت بھی نہیں گھبرائے جب یہاں برطانوی سامراج قائم تھا، مجلس احرار اسلام ہند کے رضا کاروں نے اپنی تاریخ قلم سے نہیں خون سے تحریر کی جو آج بھی تحریک تحفظ ختم نبوتؐ اور ملک کی جنگ آزادی کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے، میرے دادا مرحوم مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے مختلف اوقات کے دوران چودہ سال آٹھ ماہ کا عرصہ جیلوں میں

گذارا ہے، قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کرنا ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم تو اللہ تبارک تعالیٰ کے شکر گذار ہیں کہ مشیت الٰہی کے مطابق نسل نو بھی اپنے اکابرین کی سنت ادا کر رہی ہے، بلا شبہ فتح اللہ کی مدد سے ہی ہوا کرتی ہے جھوٹ ہمیشہ ناکام ہو کر رہے گا، یہ سلسلہ بھی دین کی خدمات میں سے ایک ہے، آج آپ سب لوگ اس تاریخی جلسہ میں شریک ہیں جو کہ جیل کی بیرک میں شان رسول کریم ﷺ میں منعقد کیا گیا ہے، جس کا اجر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہترین عطا ہوگا۔

آج کی رات استغفار کیجئے پوری امت کے لئے دعائیں کیجئے، جن لوگوں کا آپ پر حق ہے نام لیکر ان کے لئے دعا کریں یہ بہت برکتوں اور رحمت والی رات ہے، خلوص دل سے جو بھی انسان دعا کرتا ہے وہ رد نہیں کی جاتی ہے، کسی کا دل نہ دکھائیں یہ ایک ایسا عمل ہے جو دعاؤں میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو تواضع وانکساری ہی پسند ہے۔"

جیل میں عارضی مسجد کا قیام

اسیری کے دوران جیل میں جب پہلے رمضان المبارک کی آمد قریب آنے لگی تو ہم لوگوں نے جیلر سدھو صاحب سے رابطہ کیا اور ہمارے ذہن میں یہ بات تھی کہ لدھیانہ سنٹرل جیل میں قائم مندر اور گردوارہ صاحب کی طرح ایک مسجد بھی قائم کی جائے، جب یہ مطالبہ ہم نے جیلر صاحب سے کیا تو انہوں نے جیل میں مسجد کے قیام کے لئے تو حامی نہیں بھری لیکن انہوں نے ہمیں کہا کہ ہم آپ کو

رمضان شریف کے لئے ایک مکمل بیرک خالی کروا کر دے دیتے ہیں جس میں عارضی طور پر آپ لوگ مسجد قائم کر لیجئے، مجھے ان کا یہ مشورہ پسند آیا اور ہم نے ہاں کر دی جس کے بعد لدھیانہ جیل کے سینٹرل احاطے کی بیرک نمبر چھ مکمل طور پر خالی کروا کر ہمارے سپرد کر دی، مکمل بیرک ہمیں اس لئے دی گئی کیونکہ جب ہم نے جیل کے کل قیدیوں میں سے جن کی تعداد ان دنوں بائیس سوتھی نمازیوں کی شناخت کی تو نوے افراد نماز اور روزے کے لئے نکلے، اور ایک بیرک میں کل سو افراد کی ہی جگہ ہوتی ہے، بیرک میں جانے سے پہلے ہم نے اسے رنگ وروغن کروایا اور بیرک کے اندر ایک طرف سلیقہ سے بنے ہوئے غسل خانوں اور استنجا خانوں کی مرمت کروائی، اور پھر اس طرح ہم سب مسلمان ۱/نومبر ۲۰۰۲ء کو اس بیرک میں منتقل ہو گئے جس کے ایک حصے کو باقاعدہ قالین بچھا کر عارضی مسجد کی شکل دے دی گئی، ہمارے ساتھ موجود ان دنوں ایک غیر مسلم پنڈت جی کو کے پینٹر تھے نے امام کے مصلے کے سامنے قبلہ رخ دیوار پر محراب اور میناروں کی بڑی خوبصورت پینٹنگ بنا دی، جسے دیکھ کر ایسا لگتا کہ آپ واقعی ایک مسجد میں نماز ادا کر رہے ہیں، ابو جان سے لاؤڈ اسپیکر منگوا کر اس بیرک کی چھت پر لگا دیا گیا اور پھر آٹھ ماہ پہلے صرف بیرک کے احاطے میں گونجنے والی اذان اب پانچ وقت لدھیانہ سنٹرل جیل کے ساتھ ساتھ قریب میں ہی واقع زنانہ جیل اور بوسٹل جیل میں بھی سنائی دینے لگی تھی، قابل ذکر ہے کہ ہماری اس بیرک میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ جیل حکام نے چنداں غیر مسلم قیدیوں کو بھی رکھ دیا جو کہ منشیات سے دور سکون سے اپنا وقت گذارنا چاہتے تھے، ہم نے بھی ان غیر

مسلم ہم وطن بھائیوں کا دل سے استقبال کیا اور اس طرح وہ وقت آپسی بھائی چارہ کی یادگار بن گیا، لدھیانہ سینٹرل جیل کے دراصل چار احاطے ہیں جن میں سب سے قریب اور بڑا احاطہ سینٹرل احاطہ ہے، اور یہ اللہ تبارک وتعالی کا فضل ہوا کہ اس سینٹرل احاطے میں ہی ہمارے آنے کے دس ماہ بعد عارضی مسجد کا قیام ہو گیا تھا اور سبھی مسلمان رمضان المبارک کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

جیل کا سائڈ روم

لدھیانہ جیل میں رہتے ہوئے ہم تمام ساتھی ایک مکمل بیرک حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لئے بھی علاحدہ سے ایک کمرہ جسے جیل کی زبان میں سائڈ روم کہا جاتا ہے حاصل کر چکے تھے اس کمرہ میں بندشیں اور پابندیاں تو وہی ہوتی ہیں جو کہ بیرک میں ہیں لیکن اس میں اس بات کا آرام رہتا ہے کہ آپ کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی دوسرا فرد یہاں نہیں آ سکتا، سائڈ روم میں چچا محترم اور دیگر تمام ساتھی رہنے لگے رمضان کے پیش نظر میں اور مستقیم بھائی اور حافظ انعام الحق بیرک میں آ گئے کیونکہ انتظامات کے لئے وہاں رہنا ضروری تھا، قابل ذکر ہے کہ جیلوں میں جتنے بھی خاص قیدی ہوتے ہیں انہیں سیکورٹی کی وجہ سے انہی کمروں میں رکھا جاتا ہے تاکہ دوسرا کوئی قیدی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے، ایام اسیری کے دوران میں متعدد مرتبہ کئی ماہ سائڈ روم میں اور کئی ماہ بیرک میں رہا، سائڈ روم کا ہمیں بڑا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے اپنی کتابوں اور فائلوں کے لئے بنی ہوئی الماریوں کو استعمال میں لانا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے سائڈ روم اچھا

خاصا دفتر بن گیا اور پھر سائڈ روم سے ہی لکھنے پڑھنے کے کام انجام دئے جانے لگے، خدمت کرنے والے مشقتیوں کو بھی یہاں پر آسانی رہتی تھی، ہم لوگ جیل کی بیرک نمبر چھ کے سائڈ روم میں تھے اور ایک سال ہم نے بیرک نمبر چار کے سائڈ روم میں بھی گذارا، ان کمروں میں قید کے دنوں میں میرے کچھ غیر مسلم پڑوسی بھی بنے، جن کا ذکر آپ آگے پڑھیں گے۔

جیل میں پہلا رمضان المبارک

بچپن سے سنا بھی تھا اور پڑھا بھی کہ ماہ رمضان المبارک کی برکات جنگلات تک میں رونما ہوا کرتی ہیں، اس کا عملی تجربہ بھی جیل کی زندگی میں ہو گیا، رمضان المبارک کی ابتداء کیا ہوئی ہر شئے اور کام کی رنگت بدل گئی، جیل کی تاریخ میں پہلی مرتبہ رات کو تین بجے لنگر خانہ کھلنے کا حکم جاری کر دیا اور وہ قیدی جو کہ گذشتہ کئی سالوں سے قید تھے اور رمضان المبارک میں ٹھنڈا کھانا کھا کر خاموشی کے ساتھ نماز ادا کر کے سو جایا کرتے تھے اب جوش وخروش میں نظر آ رہے تھے، محکمہ جیل کی طرف سے باقاعدہ ایک اسسٹنٹ جیلر اور جیل پولیس کی ڈیوٹی لگا دی گئی و روزانہ صبح لنگر میں تازہ کھانے کی تیاری کروا کر ہماری بیرک تک پہنچانے لگے، اس کے ساتھ ساتھ باہر سے ابو جان نے روزانہ ایک گاڑی بھر کے سامان برائے سحر و افطار ہمیں بھیجنا شروع کر دیا، ہماری جانب سے بھی افطار کے پھلوں کے ساتھ روزانہ دو وقت سالن کی دیگیں تیار کر کے تقسیم کی جانے لگیں، یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ انہی دنوں مالیر کوٹلہ کے سابق وزیر جناب نصرت اکرام

خان بگا کا پی اے جو کہ مالیر کوٹلہ میں اپنا اسلامی کھانوں کا ہوٹل چلاتے تھے کسی پرانے مقدمہ میں وارنٹ نکلنے پر گرفتار ہو کر جیل آ گئے، ان کا نام پرویز خان تھا، خان صاحب میں خدمت کا بہت جذبہ تھا، اس طرح دیگیں بنانے کی ذمہ داری انھوں نے لے لی اور صبح شام لذیذ گوشت سب کو ملنے لگا، اسی دوران ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک اسسٹنٹ جیلر نے ہمیں باہر سے گوشت منگوانے سے منع کرنے کی کوشش کی، تو میں نے انہیں جیل مینول پڑھنے کے لئے کہا، چڑ کر کہنے لگے اس میں کیا لکھا ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ اس میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ قیدیوں کو گوشت کھلانا محکمہ جیل کی ذمہ داری ہے حتیٰ کہ یہ بھی لکھا ہے کہ غیر مسلم کو جھٹکے کا اور مسلم قیدیوں کو حلال کا گوشت دستیاب کرایا جائے، میں نے کہا کہ شکر منایئے کہ ہم اپنا خرید کر منگوا رہے ہیں، اگر بات پھنس گئی تو گوشت آپ کو ہی خرید کر دینا ہو گا، اس کے بعد انھوں نے کبھی گوشت باہر سے اندر آنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جیل کے پہلے رمضان المبارک میں تمام مسلمان قیدی صبح کو الحمد للہ تازی سحری کے بعد نماز ادا کرتے اور پھر نماز کے فوراً بعد سبھی ساتھی ترتیب کے ساتھ ایک ایک پارہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے، روزانہ صبح شام اسی معمول پر ایک ایک قرآن پاک مکمل کر کے بیرک میں دعا کروائی جاتی اور نماز تراویح میں بھی غازی حافظ انعام الحق قرآن پاک سنا رہے تھے جو کہ ستائیسویں شب کو مکمل ہوا، روزانہ ہم نوے افراد ایک ساتھ افطار کرتے تھے اور پھر ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ جیل کے سینٹرل احاطہ کے تمام غیر مسلم ہم وطن بھائیوں کو افطار کی دعوت میں شامل کیا جائے جن کی تعداد تقریباً چھ سو افراد پر مشتمل تھی، اس

کام کے لئے اتوار کا دن مقرر کیا گیا کیونکہ اس دن کسی قیدی کو باہر پیشی پر عدالت جانا نہیں ہوتا اور پھر ماشاء اللہ جیل کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت افطار کا انعقاد کیا گیا جس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو سکھ عیسائی اور دلت بھائی بھی شامل ہوئے بالخصوص جیل کے گردوارہ صاحب کے گرنتھی صاحب اور مندر کے پجاری جی کو بلایا گیا اس دعوت افطار میں جیلر صاحب بھی اپنے اسٹاف کے ساتھ شامل ہوئے، جیل میں کیمرے کی اجازت نہیں ہے ورنہ رمضان المبارک میں ہوئی اس دعوت افطار کا روح پرور منظر آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے، اس دعوت افطار سے جیل میں ماحول مزید آپسی بھائی چارے اور محبت والا ہو گیا، اور پھر جیل کے دیگر احاطوں کے غیر مسلم قیدی بھی مجھ سے رابطہ کرنے لگے کہ ہماری دعوت افطار کب ہوگی لیکن کیونکہ عید میں صرف تین دن باقی تھے اس لئے ہم نے پھر ایک نیا پروگرام بنایا کہ عید کے روز ہم لوگ جیل کے تمام حصوں میں سویاں تقسیم کریں گے اور پھر الحمدللہ جیل کے ہی لنگر خانے میں بائیس سو افراد کے لئے سویاں تیار کی گئیں، جیل میں یہ پہلا ہمارا رمضان المبارک تھا اس ماہ رمضان المبارک میں جو لطف اور کیف حاصل ہوا، وہ پہلے کبھی محسوس نہیں کیا، اس دوران روزانہ ابو جان اور دیگر احباب سے خط وکتابت کے ساتھ ساتھ باہر رمضان المبارک کے ایام میں میرے ذمہ جو کام ہوا کرتے تھے ان کی تکمیل کے لئے روزانہ ہدایات لکھ کر بھیجتا رہتا تھا۔

جب مجھے ہتھکڑیاں پہنائی گئیں

ایک علمی اور انقلابی خاندان کا فرد ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے تحریک کے کاموں میں جیل جانا یا ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہننا سعادت کی بات سمجھا جاتا ہے، میرے جد امجد رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ انگریزوں کے خلاف تحریک آزادی میں انہیں پہلی مرتبہ ہتھکڑیاں پہنائی گئیں تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ عمل قبول ہو رہے ہیں اور میں راہ حق کے مسافروں کی پیروی کرنے والوں میں شامل ہو گیا ہوں، یہ مشیت الٰہی سمجھیں کہ قادیانیوں کی لاکھ ناکام کوششوں اور سازشوں کے باوجود پولیس ہمیں چاہ کر بھی گرفتار نہ کر سکی اور آخر ہم نے خود ہی عدالت میں اپنے آپ کو قانون کے سپرد کر دیا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب پہلے دن ہم کو عدالت سے جیل لے جایا گیا تو پنجاب پولیس کے آدمی پولیس گارد میں موجود تھے انہوں نے جب مجھے ہتھکڑیاں پہنائیں تو مجھے اس بات کی مسرت ہوئی کہ آج میں بھی اپنے ان اکابرین کی سنت ادا کرنے والوں میں شامل ہو گیا ہوں، لوہے کے یہ کنگن ہم سب نے سعادت سمجھ کر بخوشی پہنے کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔

ایام اسیری کے ساڑھے چار سالوں میں ہمیں جیل سے عدالت لے جاتے وقت ہر مرتبہ پنجاب پولیس کی گارد تبدیل ہو کر آتی تھی اور وہ باقاعدہ ہتھکڑیاں لیکر اپنے حصے کے قیدیوں کے منتظر رہا کرتے تھے اور میں اور میرے ساتھی جب بھی

جس گارد کے حصے میں آئے انہوں نے ہمیں دیکھنے کے بعد اکثر ہتھکڑیاں نہیں پہنائیں مجھے اچھی طرح یاد ہے ۲۰۰۳ء میں ایک دن جب ہم لوگ عدالت میں پیشی کے لئے تیار ہوکر جیل کی ڈیوڑھی میں پہنچے تو گارد کا انچارج اس دن باہر سے کوئی نیا آیا تھا لیکن سپاہی سبھی لدھیانہ پولیس لائن کے تھے، اس تھانیدار نے ہم سب ساتھیوں کو ہتھکڑیاں لگانے کے لئے کہا تو سپاہیوں نے اسے اشارتاً منع کیا، اتفاق سے ان سپاہیوں میں ہمارے یہاں باڈی گارڈ کی ڈیوٹی کر چکا سپاہی رنبیر سنگھ بھی تھا، تھانیدار نے جب اسے مجھے ہتھکڑی لگانے کے لئے کہا تو رنبیر سنگھ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھانیدار بھی حیران رہ گئے اس نے اپنے سپاہی سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو رنبیر نے جواب دیا کہ یہ تو ہمارے صاحب ہیں اور پھر اس نے چند لفظوں میں تمام ماجرا کہہ سنایا، ہتھ کڑیوں کے علاوہ اسیری کے دنوں میں روزانہ رات کو بیرک میں لگی ہوئی مضبوط سلاخیں ساتھی بنی رہیں، جن کی چھاؤ ں میں سرد اور گرم ہواؤں کے درمیان گذرا وقت آج بھی میرے لئے یادگار بنا ہوا ہے۔

پرچم اسلام کا دیدار

لدھیانہ کی تاریخی جامع مسجد جس میں ہمارا دفتر بھی ہے شہر کے بالکل درمیا ن میں فیلڈ گنج چوک میں واقع ہے، اس مسجد کے میناروں کے درمیان دہائیوں سے سبز ہلالی پرچم بڑی شان اور عظمت کے ساتھ لہرا رہا ہے، جب سے میں نے ہوش سنبھالا تب سے اب تک ہر چند ماہ کے بعد نیا پرچم بنوا کر تبدیل کرنا میری

اور میرے دوستوں کی ذمہ داری تھی، جب ہم لوگ جیل میں تھے تو جو پولیس کی گاڑی ہمیں عدالت میں پیشی کے دن جیل سے کچہری تک لے کر جایا کرتی تھی وہ جامع مسجد سے قریب جگراؤں پل سے گذرا کرتی تھی اور گاڑی چاروں طرف سے بند ہونے کی صورت میں صرف اوپر کی سلاخوں میں سے ہم سب کو جامع مسجد پر لہرا رہا سبز پرچم نظر آیا کرتا تھا آپ یقین مانیئے کہ اس لہراتے ہوئے پرچم اسلام کو دیکھ کر ہمارے دلوں کو جوش عطا ہوتا تھا اور مجھے اپنے پردادا مرحوم مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی طرف سے اپنی اولاد کو کی گئی وصیت یاد آتی تھی جس میں آپ نے تحریک احرار کے متعلق ۱۹۴۷ء کے بعد دینی اعتبار سے ویران ہو گئے لدھیانہ میں اپنے صاحبزادوں کو فرمایا تھا کہ ہمیشہ اللہ پر توکل رکھنا اور پرچم و دفتر قائم رکھنا نہ معلوم کب کوئی سرفروش آئے اور اس پرچم کو لیکر آگے بڑھ جائے۔

ہم جب پولیس کے پہرے میں گذرتے ہوئے اس جھنڈے کو دیکھتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے کہ دشمن کی بے پناہ سازشوں اور منافقوں کی شرانگیزیوں کے باوجود یہ پرچم جلال اور عظمت کے ساتھ لہرا رہا ہے، اس پرچم کو دیکھ کر مجھے مشہور شاعر عبدالرحمٰن بدھرواہ (جموں کشمیر) کے چند مصرعے ضرور یاد آتے ہیں اور میں انہیں گنگنایا بھی کرتا ہوں مکمل نظم اس طرح ہے۔

عالم اسلام کی ہر اوج کا جھنڈا ہے تو!
رحمۃ اللعالمین ﷺ کی فوج کا جھنڈا ہے تو!
تجھ کو لہرایا ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ نے

تجھ کو کاندھوں پر اٹھایا ہے علیؓ مردان نے
تو ہے جھنڈا حضرت خالدؓ علمبردار کا
تو ہے جھنڈا غازیوں کے لشکر جرار کا
تجھ کو گاڑا ہم نے پہلے بدر کے میدان میں
تیرے نیچے راہ حق میں کٹ مرے ہم آن میں
تیرے سایہ میں جو گذری کربلا میں یاد ہے
جاں قرباں کر کے اللہ کو کیا جب شاد ہے
ترے دیکھے ہی ملی قاسم کو نصرت سندھ میں
نعرئے تکبیر کی آواز گونجی ہند میں!
چھاؤں میں ترے ہوئی طارق کو جب فتح مبیں
لاالہ پڑھنے لگی ہسپانیہ کی سر زمین
شرف حاصل ہے تجھے توحید کا جھنڈا ہے تو!
ملت اسلامیہ کی تمہید کا جھنڈا ہے تو!
تو پھریرا ہے جہاں میں عزت واقبال کا
رحمت والفت صداقت امن واستقلال کا
سرنگوں ہونے نہ دیں گے جب تلک ہے جاں میں جاں
تیرے نیچے آ کے دنیا کو ملے گی پھر اماں
سر بلند یارب ہمیشہ پرچم اسلام ہو!
اور دیوانے کے تیرے نیک ہی انجام ہو!

جمعہ کے دن جیل کے دروازہ تک......

دین اسلام اور تحریک ناموس رسالتؐ کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والوں کی تاریخ بھی ابتداء اسلام سے اب تک اپنا ایک منفرد درجہ رکھتی ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین کے بعد چاروں ائمہ حضرات اور سلف صالحین نے اپنے اپنے دور میں وقت کے حکمرانوں کے سامنے پاداش حق میں قید کی زندگی گذاری ہے، ان اکابرین کی زندگیوں کے واقعات قیامت تک راہ حق کے مسافروں کے لئے مشعل راہ ہیں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ نے دین اسلام کے دفاع اور صدائے حق کی پاداش میں گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا تھا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ جمعہ کے دن قید خانہ میں حسب معمول غسل فرما کر اپنی کوٹھری سے مسجد کے لئے روانہ ہوا کرتے تھے، آپ جیل کے دروازے تک جاتے جو کہ بند ہوا کرتا تھا اور آپ کو دروازہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی بند دروازے تک پہنچ کر جب سپاہیوں کی طرف سے واپس لوٹائے جاتے تو حضرت امام ربانی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میں تیرا محکوم بندہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اپنی کوٹھری سے جیل کے صدر دروازے تک آ گیا ہوں اس سے آگے میری دسترس نہیں ہے، میں اپنی طرف سے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے نکلا تھا آپ میرے نکلنے کو قبول فرمالیجئے، حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کی اس روایت سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ بندشوں کے

درمیان بھی بندے کو اپنی طاقت کے مطابق نیکی کا کام کرتے رہنا چاہیئے، یہ واقعہ میں نے پڑھا تو دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت امام صاحبؒ کی سنت کو ادا کیا جائے اور پھر ایک دن جمعہ کے روز میں اور ماسٹر عید محمد کریم غسل کر کے تیاری کے ساتھ اپنی بیرک سے جیل کی ڈیوڑھی تک گئے اور پھر وہاں پر دعا کے بعد واپس لوٹ آئے، دل میں یہ اطمینان ہوا کہ اپنے اکابرین کی ایک سنت ادا ہوگئی،

بیرک میں صفائی کا نظم اور اعلیٰ افسران کی آمد

دین اسلام میں صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کے فروغ کے ساتھ ساتھ پاکی اور صفائی بھی عام ہوتی چلی گئی، نمازیوں کے لئے کیونکہ پاکی کا دھیان رکھنا زیادہ ضروری ہے اس لئے ہماری بیرک میں صفائی رہنا قدرتی امر بن گیا، ویسے بھی میں نے بیرک کے اندر تمام افراد کا جوتے پہن کر آنا ممنوع کر دیا تھا اور استنجا خانوں کے لئے الگ سے سلیپر رکھوا دئے گئے تھے، اور ہر ایک گھنٹے کے بعد بیرک میں پوچا لگانے کی ذمہ داریا ل بانٹ دی گئی تھیں، کیونکہ یہ بیرک ہمارے لئے عارضی مسجد کا درجہ رکھتی تھی اس لئے اس کی صفائی کے ساتھ اس کی تزئین کا بھی خاص خیال رکھا جا رہا تھا، اس بیرک کی صفائی کے چرچے جیل میں اعلیٰ افسران تک بھی پہنچے اور پھر ایک دن چنڈی گڑھ سے جیل محکمہ کے آئی جی وردی صاحب اور دیگر افسران دورے پر آئے تو خصوصی طور پر ہماری بیرک دیکھنے کے لئے پہنچے، بیرک میں صفائی اور دیگر انتظامات کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے، اور اس دن جیل کے دورے کے بعد

لکھی جانے والی رپورٹ میں ہماری بیرک کی صفائی ستھرائی کی تعریف بھی تحریر کی گئی، صفائی اور پاکی کو لیکر جیل میں چند اور واقعات بھی رونما ہوئے جو کہ آگے آپ پڑھیں گے۔

غیر مسلم پڑوسیوں اور اہل شہر سے ہمارا تعلق

لدھیانہ شہر میں ہمارے خاندان کو آباد ہوئے عام اندازے کے مطابق چار سو سال مکمل ہونے والے ہیں، صدیوں پر محیط اس عرصے میں ہمارے مورث اعلیٰ امام العارفین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانویؒ سے لیکر میرے ابو جان امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی تک تمام اکابر حضرات کا شہر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہم وطن ہندو سکھ اور دلت بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ بھائی چارے اور محبت کے تعلقات قائم رہے، میں نے بچپن میں خود دیکھا کہ میرے دادا مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی کی مجلس میں بیٹھنے والے ان کے دوستوں میں بڑی تعداد غیر مسلم حضرات کی ہی ہوا کرتی تھی اور الحمد للہ یہ روایت آج بھی قائم ہے۔

ہم پر دائر کئے گئے قتل کے اس جھوٹے مقدمہ میں پولیس اور قادیانیوں نے جو کہانی گڑھی تھی اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور پھر جب اس ضمن میں ہمارے قید کے دوران پنجاب پولیس کے اعلیٰ افسران نے تحقیق شروع کی تو انہوں نے لدھیانہ جامع مسجد کے اطراف سے تقریباً پچیس تیس غیر مسلم دوکانداروں کو یکے بعد دیگرے بلا کر بیان دینے کے لئے جب پولیس ہیڈ کوارٹر میں بلوایا تو ان تمام غیر مسلم پڑوسیوں نے حقیقت حال کھول کر سنادی جو کہ

پولیس کی کہانی کے الٹ تھی، قادیانیوں اور ہمارے مخالف پولیس افسران نے اس دوران پورا زور لگایا کہ ہمارے غیر مسلم پڑوسیوں میں سے کچھ افراد ہمارے خلاف پولیس کے مطابق بیان قلم بند کروادیں لیکن دشمن کی سازشیں محبت کے ان مضبوط رشتوں کے سامنے ٹک نہیں سکیں، شرارتی قادیانیوں کی طرف سے لالچ کی پیشکش کے باوجود کسی بھی ہم سایہ نے ان کی بات نہیں مانی، حتیٰ کہ شہر میں موجود ہمارے کچھ سیاسی مخالفین نے بھی قادیانیوں کی مدد کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ وہ لوگ جھوٹے مقدمہ میں بند ہیں اس لئے ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے،

گردوارہ دکھ نیورن صاحب سے قادیانیوں کا فرار

دنیا میں خون کے رشتوں سے بھی بڑھ کر جو مضبوط تعلق نظر آتے ہیں انہیں دوستی اور محبت کے رشتے کہا جاتا ہے تاریخ انسانیت ایسے باوفا رشتوں کے عظیم واقعات سے بھری پڑی ہے، میں جب جیل سے رہا ہو کر نکلا تو میرے والدین کے علاوہ جس شخصیت نے مجھے سینے سے لگا کر بہت دیر تک اپنے آنسوؤں کے ساتھ شفقت اور محبتیں عطا کیں اس شخصیت کا نام سردار پرت پال سنگھ ہے، جنہیں میں بچپن سے پردھان چاچو کہہ کر بلاتا ہوں، پردھان چاچو لدھیانہ کی مشہور شخصیات میں سے ایک ہیں آپ گذشتہ تیس سالوں سے شہر کے سب سے بڑے گردوارہ صاحب گردوارہ دکھ نیورن کے صدر ہیں، آپ جس روز اس گردوارہ صاحب کے صدر بنے تھے تو سکھ مذہب کی یہ عبادت گاہ ایک سوگز کی آراضی پر واقع تھی، پردھان چاچو نے بے انتہا محنت اور لگن اور ایمانداری کے

ساتھ اس عبادت گاہ کو آج کئی ایکڑ زمین میں پھیلا دیا، آج یہ گردوارہ لدھیانہ کا سب سے بڑا سکھ مذہب کا مرکز ہے، گردوارہ صاحب کے ساتھ آپ نے عوام کی سہولت کے لئے چوبیس گھنٹہ کا لنگر اور ڈسپنسری اور سرائے بھی تعمیر کروائی یہی نہیں بلکہ شہر سے باہر ایک سکھ مذہبی کالج بھی قائم کیا ہے اور گو شالہ بھی بنوائی ہے نیز لنگر کے لئے اپنا گیہوں پیدا کرنے کے مدنظر چالیس ایکڑ کا فارم آج گردوارہ صاحب کا اپنا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک قلیل مدت میں اتنے بڑے کام پردھان چاچو کی ہمت وجرأت اور ایمانداری کی دین ہے، آپ میرے ساتھ اپنے بچوں کی طرح محبت کرتے ہیں بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں، ان کی طرف سے کئے جانے والے تمام کاموں میں مجھے بلا کر مشورہ ضرور کرتے ہیں اکثر ان مشوروں کی محفل میں میں پہنچتا ہوں تو اپنے ساتھ والی مسند خالی کروا کر بٹھاتے ہیں، جب میں رہا ہو کر آیا تو مجھے ایک روز گفتگو میں پردھان چاچو نے بتایا کہ گردوارہ دکھ نیورن صاحب میں ان سے ملاقات کے لئے قادیان کے چند سکھ احباب کے ساتھ جماعت قادیان کے افراد ملنے کے لئے پہنچے ان کی آمد کا مقصد پردھان چاچو کو ہم سے علیٰحدہ کرنا تھا، ابھی قادیانیوں نے گفتگو شروع ہی کی تھی کہ ہماری مخالفت کا ذکر آتے ہی آپ کو بے انتہا غصہ آ گیا اٹھ کر کھڑے ہو گئے دفتر کے محافظ بھی اکٹھے ہو گئے قادیانی یہ صورت حال دیکھ کر بری طرح گھبرا گئے، انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں خوف سے ان شیطانوں کا بدن کانپنے لگا، اور پردھان چاچو نے گرجدار آواز میں کہا کہ اگر تم لوگ گردوارہ صاحب میں نہ آئے ہوتے تو میں تمہیں ناپاک

جسارت کا مزہ ضرور چکھاتا جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور لکھ لو کہ میں اور جامع مسجد والے ایک ہی پریوار کا حصہ ہیں عینی شاہد بتاتے ہیں کہ تینوں قادیانی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کانپتے ہوئے نکلے اور پھر انہوں نے خوف کی وجہ سے دوڑ لگا لی ،گردوارہ صاحب سے قادیانیوں کا یہ فرار بھی تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ ملک کے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فتنہ انگریزوں کا پروردہ ہے، غالباً ۲۰۱۰ء کی بات ہے کہ لدھیانہ کے مشہور سبحانی بلڈنگ چوک میں واقع شری گیان استھل مندر کی جانب سے ہر ماہ غریب مستحق بیواؤں کو تقسیم کئے جانے والے راشن کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے قادیانیوں نے بھی اپنا نام لکھوالیا، یہ خبر جب ہمیں لگی تو مندر کمیٹی کے صدر جناب جگدیش بجاج صاحب کو چچا عتیق الرحمٰن نے فون پر قادیانیوں کی حقیقت سے آشنا کروایا تو انہوں نے فوراً قادیانیوں کو پروگرام میں آنے سے منع کر دیا اور بڑی سادگی سے یہ بات کہی کہ میاں صاحب جو آپ کا نہیں وہ ہمارا بھی نہیں۔

☆☆☆

جیل سے اخبار "الاحرار" کی اشاعت

تقسیم ہند کے بعد میرے دادا مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی نے پنجاب میں بند پڑی مساجد کی آبادکاری کا کام شروع کیا اس دور میں دیگر صوبوں کے مسلمان پنجاب آنے سے گھبراتے تھے، دادا مرحوم نے دیگر قریبی صوبوں یوپی، دہلی اور کشمیر وراجستھان کے علماء اور مسلمانوں کو پنجاب آنے اور اس صوبہ کو از سر نو دینی لحاظ سے آباد کرنے کے لئے جب متوجہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے ۱۹۵۸ء میں لدھیانہ جامع مسجد سے اخبار الحبیب کی اشاعت شروع فرمائی، آزادی کے بعد پنجاب کی سرزمین سے شائع ہونے والا یہ پہلا اخبار تھا، جس نے تحریک آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں کو زندہ رکھنے کے ساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کا کام کیا اور قرب وجوار کے صوبوں کے مسلمانوں کو پنجاب آکر روزگار کے مواقع حاصل کرنے کی ترغیب دی، دادا مرحوم نے اخبار "الحبیب" کے ذریعہ ہندو سکھ اور مسلمانوں کے درمیان آپسی بھائی چارے کے مضبوط تعلقات بھی قائم کیئے۔

لدھیانہ سے ۲۰۱۰ء تک لگاتار ملک کے دینی حلقوں اور مدرسوں میں مقبول رہا ہفت روزہ اخبار "الاحرار" اردو کا وہ پہلا اخبار ہے جو کہ اپنے دفتر کے بجائے جیل سے شائع ہوتا رہا دراصل تحریک تحفظ ختم نبوت ﷺ کو مزید فعال بنانے کے لئے ہم لوگوں نے مجلس احرار اسلام ہند کی جانب سے ایک بار پھر ہفت روزہ اخبار نکالنے کی تیاریاں شروع کی ہوئی تھیں، اخبار کی رجسٹریشن کا کام جن دنوں مکمل ہوا اور ہمیں اخبار کا ٹائٹل الاٹ ہو گیا انہیں دنوں مجھے اور دیگر ساتھیوں کو اس

مقدمہ میں جیل آنا پڑا، ہمارے اسیر ہونے کے بعد ہفت روزہ اردو ہندی اخبار الاحرار کی اشاعت کا مسئلہ زیر غور آیا کیونکہ اس اخبار کا چیف ایڈیٹر میں ہی تھا اور ویسے بھی دفتر میں تمام تحریری کام ابو جان نے میرے ہی سپرد کئے ہوئے ہیں، اس لئے اس کام کو مجھے ہی کرنا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابو جان کو بے پناہ صلاحیتوں کے ساتھ بے مثال جرأت وہمت سے نوازا ہے، خطوط کے ذریعہ جب میں نے ان سے مشورہ کیا کہ کیا ہم جیل سے ہی اخبار الاحرار کی تیاری شروع کردیں تو ابو جان نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ آپ اخبار تیار کر کے بھیجیں ان شاء اللہ ہر ہفتہ پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا جائے گا، اور پھر ہم نے جیل سے اخبار الاحرار کی تیاری شروع کردی بارہ صفحات پر مشتمل اس ہفت روزہ کے تمام مضامین، خبریں اور بچوں وخواتین کے لئے ایک ایک صفحہ تحریر کرتا ان کے ڈیزائن بنا کر اپنے دفتر بھیج دیتا جہاں پر ان دنوں جالندھر سے اردو آپریٹر جناب مظہر عالم سہرساوی لدھیانہ جامع مسجد تشریف لایا کرتے اور اخبار کو ٹائپ کر کے ڈیزائننگ کے بعد مجھے پروف ریڈنگ کے لئے اس کے پرنٹ بھیج دیا کرتے تھے، جن کی تسلی کرنے کے بعد اخبار لدھیانہ کتاب بازار پرواز پرنٹنگ پریس سے چھپنے لگا، پہلی مرتبہ اخبار ملک کے تمام بڑے مدارس میں ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا گیا، اس کے ساتھ ہی مدارس کی ڈائریکٹری کے ذریعہ ملک بھر کے مدرسوں کو اخبار کی کاپیاں بذریعہ ڈاک ارسال کردی گئیں، اور پھر چند دن گذرنے کے بعد میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ الاحرار کے لئے روزانہ تیس چالیس خطوط موصول ہونے

لگے، اور تیزی سے اخبار کی مانگ بڑھنے لگی، جیل میں روزانہ خطوط کے پتے کی لسٹ بنانے کی ذمہ داری ماسٹر عید محمد کریم صاحب کو دی گئی، اخبار کے ہندی صفحات کے لئے اردو مضامین کا ترجمہ مستقیم بھائی کے سپرد کر دیا اور میرے ساتھ مضامین کو کمپیوٹر آپریٹر کے لئے ڈیزائن کے مطابق کاغذ پر نقل اتارنے کے لئے حافظ انعام الحق کی ذمہ داری لگائی گئی، اخبار اپنے چھ ماہ کی اشاعت کے دوران اس قدر مقبول ہوا کہ روزانہ کی ڈاک ڈیڑھ سو خطوط تک پہنچ گئی، ان خطوط کے لئے علیحدہ سے فائلیں لگا دی گئیں، ادھر جامع مسجد میں کمپیوٹر آپریٹر کے پاس پتوں کی لسٹ دس ہزار سے تجاوز کر گئی، بالخصوص مدارس اسلامیہ کے طلباء نے الاحرار کی خوب پذیرائی کی، اس اخبار نے قادیانیت کی بنیادیں ہلا دیں، اور پھر جیل میں ایسا وقت بھی آیا کہ الاحرار کا ایک خصوصی شمارہ جب شائع ہونا تھا جس کی تعداد ہزاروں میں تھی تو اس شمارے کی بائنڈنگ، پیکنگ اور اس پر پتے چپکانے کا کام بھی بیرک نمبر چھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا جس میں تقریباً سبھی مسلم قیدیوں نے خدمت انجام دی، الحمد للہ ایام اسیری کے ساڑھے چار سال یہ اخبار جیل سے جاری رہا اور پھر بعد میں بھی مزید بلندیوں تک پہنچا، ماضی قریب میں جب آن لائن اخبارات اور سوشل میڈیا کا دور عام ہو گیا تو اس کی اشاعت بند کر دی گئی اب فیس بک اور یوٹیوب چینلز کے ذریعہ اپنی بات رکھ رہے ہیں، اب میڈیا خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے لیکن ہفت روزہ اخبار الاحرار کی تاریخ میں ہمیشہ یہ بات یاد رکھی جائے گی کہ مجلس احرار اسلام ہند کے احباب نے قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود بھی اسے جیل سے جاری رکھا تھا۔

جیل میں مزید مصلوں کا قیام

جیل کے سینٹرل احاطہ میں عارضی مسجد کے قیام کے بعد جیل کے دیگر تینوں حصوں میں بھی پنجگانہ نمازوں کے لئے مستقل مصلوں کا قیام کرنے کے لئے میں نے مشورہ کیا کیونکہ اب معاملہ کسی بیرک میں جگہ حاصل کرنے کا نہیں تھا بلکہ قیدیوں میں سے ایسے باصلاحیت لوگوں کا انتخاب کرنا تھا جو کہ پنج وقتہ نمازوں کی امامت کے فرائض ادا کرسکیں، اور الحمد للہ یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا جس کے بعد بی بلاک، بی کے یو بلاک اور این بی بلاک کی بیرکوں میں مصلے قائم کر دئے گئے جہاں ماشاءاللہ ہر ایک نماز میں پندرہ بیس افراد شامل ہونے لگے، دراصل ہمارا مقصد یہ تھا کہ مختلف مقدمات میں جو لوگ جیل آرہے ہیں ان کے مزاج کو دینی سرگرمیوں کیتحت نیکی کی طرف مائل کیا جاسکے، الحمد للہ ان دینی سرگرمیوں کے مثبت نتائج سامنے آئے، بہت سے ایسے افراد جو کہ عرصہ دراز سے غیر اخلاقی اور غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث تھے جس کی وجہ سے وہ رہا ہونے کے بعد پھر سے پکڑے جاتے تھے، نے مستقل توبہ کرلی، اس دوران ایسے چند قیدی بھی سامنے آئے جو کہ گذشتہ دس دس سال سے عمر قید کی سزا کاٹ رہے تھے اور یہ قیدی جو کہ اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے تھے بھی ایک نئی امید کے ساتھ دینی سرگرمیوں سے جڑ گئے، ننکو خان نام کا ایک قیدی جو کہ گذشتہ تیرہ سال سے قید کاٹ رہا تھا اور مایوس تھا دیکھتے دیکھتے ایک نئے جذبہ کے تحت دین کی طرف مائل ہوا، اس نے مجھے خود بتایا کہ میں نے گذشتہ تیرہ سال میں آج پہلی بار نماز ادا کی ہے، ان دینی

سرگرمیوں سے اللہ کریم نے کئی کے بگڑے کام بنا دیئے، اور مدتوں سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ننکو خان جیسے کئی افراد جو کہ صرف اپنی کاغذی کاروائیاں کئی سال سے مکمل ہونے کا انتظار کر رہے تھے رہا ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے، جیل کے مختلف حصوں میں قائم کئے گئے عارضی مصلوں کی ذمہ داری بالترتیب محمد منور حسن قریشی، ماسٹر عید محمد کریم اور نذیر کشمیری کو دی گئی۔

انل جین نے بتائی راز کی بات

جیل میں جن دنوں ہم نے بیرک نمبر چھ کے سائڈ روم میں قیام کیا تو ہمارے ساتھ والے سائڈ روم میں اپنی قید کا وقت گذار رہے لدھیانہ کے ایک مشہور کاروباری انل جین، سابقہ آئی پی افسر پولیس کپتان گر چرن سنگھ پھیرو رائے، سابقہ انسپکٹر جوگیندر سنگھ ہمارے پڑوسی بنے، بندی کھلنے کے بعد خالی وقت میں ان سے اکثر گفتگو ہوتی رہتی اور پھر ساتھ رہتے رہتے ایک سال گذرنے کے بعد تو بے تکلف دوستوں والا معاملہ ہو گیا، جناب انل کمار جین لدھیانہ کے مشہور بیوپاریوں میں سے ہیں، ایک گھریلو جھگڑے کے بعد جیل آ گئے، جین صاحب اکثر دین اسلام کو لیکر مجھ سے طویل گفتگو کرتے، مجھے جب پہلی بار آپ ملے تو کہنے لگے کہ ایک سنت نے راز کی بات ہمیں بتائی ہوئی ہے، کبھی وقت آیا تو آپ کو بتاؤں گا، میں نے جین صاحب سے عرض کیا کہ آج ہی بتا دیں تو کہنے لگے کہ ابھی نہیں یہ کوئی عام راز کی بات نہیں ہے، ہم نے اسے حاصل کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلے ہیں، جب مجھے لگے گا کہ آپ کو بتانی ہے تو بتا دیں گے، وقت

گذرتا گیا اور آخر دو سال بعد جین صاحب مقدمہ سے بری ہوگئے اور جس وقت جانے لگے تو مجھے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ عثمان بھائی میں آپ کو وہ راز کی بات بتا دوں، کہنے لگے کہ جب مجھ پر یہ مقدمہ پڑا تو میں بڑا پریشان تھا، مجھے میرے ایک دوست نے کہا کہ ہماچل پردیش کے پہاڑوں میں ایک سنت جی رہتے ہیں جو کہ ایک شبد بتاتے ہیں، ان کے بتائے ہوئے شبد کو اگر کوئی لگاتار پڑھتا رہے تو خواہ کیسی ہی مصیبت کیوں نہ ہو وہ ختم ہو جاتی ہے انہوں نے بتایا کہ میں اور میرا ایک دوست ان مہاپرش کو ملنے گئے تو ہمیں گاڑی چھوڑنے کے بعد چار گھنٹے پہاڑوں میں پیدل چلنا پڑا تب کہیں جا کر ان کے درشن ہوئے اور پھر اس سادھو مہاراج نے ہمیں یہ شبد پردان کئے اور پھر جین صاحب نے مجھے اب تک راز میں رکھے ہوئے شبد اس طرح سنائے۔

حسبی ربی جل اللہ

مافی قلبی غیر اللہ

نور محمد صلی اللہ

لاالہ الا اللہ

صلی اللہ، صلی اللہ، صلی اللہ

جین صاحب نے جب یہ کلمات بڑے ہی صاف الفاظ میں رازدرانہ انداز میں مجھے بتائے تو مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا اور میں نے ایک تیز جھرجھری لی، جین صاحب کہنے لگے کہ عثمان بھائی یہ وہ طاقت ور شبد ہیں کہ جن کو پڑھنے سے بگڑے کام بن جاتے ہیں، جین صاحب نے جب مجھے ہکا بکا دیکھا تو کہنے لگے

کہ کیا بات ہے آپ کو یہ شبد پڑھنے میں مشکل لگ رہے ہیں، تو میں نے انہیں رقت آمیز آواز میں جواب دیا کہ نہیں نہیں یہ تو ہمارے پیارے نبی ﷺ پر بھیجا جانے والا درود پاک ہے، جسے آپ راز کی بات کہتے ہیں اس راز سے تو ہمارے آقا ﷺ نے اپنی امت کو چودہ سو سال قبل آشنا کر دیا، کاش کہ امت اس راز کی اہمیت کو سمجھنے لگے اور فلاح پا جائے۔

یادگار اسلاف حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی آمد

ہمارے اسیری کے دنوں میں متعدد علماء کرام اور دانشوران قوم سیاسی و مذہبی لیڈران ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے لدھیانہ سینٹرل جیل آتے رہے بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور دیگر بڑے مدارس کے طلباء بھی ملنے کے لئے پہنچتے تھے، اگر ان سب کا ذکر لکھنے بیٹھ جاؤں تو ایک بڑے دفتر کی ضرورت ہو، یہاں پر چنندہ اکابرین کا ذکر کر رہا ہوں جن کی آمد صرف میرے لئے ہی نہیں جیل کے تمام احباب کے لئے باعث برکت و ہدایت بنی۔

۱۹۲۰ء میں لدھیانہ کے گاؤں رسولپور ملاح میں سردار ایشور سنگھ کے گھر پیدا ہوئے، امر سنگھ سے مولانا عبداللہ لدھیانوی کے درجہ تک پہنچے میرے دادا مرحوم کے بھائی مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی کے بچپن کے دوست تھے، پندرہ سال کی عمر میں ہی اسلام قبول کرنے کے بعد ہمارے خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے، مولانا عبداللہ لدھیانوی کی ذات گرامی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے مولانا عبداللہ لدھیانوی کی اپنے بیٹوں کی طرح ہی پرورش فرمائی اور آپ نے بھی رئیس الاحرار کی زندگی کے آخری بیس سالوں میں سایہ کی طرح رئیس الاحرار کے ساتھ رہ کر نہ صرف ملک کی جنگ آزادی کے آخری دور کو دیکھا اور سمجھا بلکہ ایک باوفا بیٹے کی طرح خدمت انجام دی، ۱۹۴۷ء کے بعد جب پنجاب ویران ہو گیا اور پردادا مرحوم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے پاکستان جانے کے بجائے اپنے وطن میں ہی رہنے کا فیصلہ فرمایا تو ان ناسازگار حالات میں امرتسر کی مشہور جامع مسجد خیر الدین کو خالی کروایا گیا اور پھر اس مسجد میں سترہ سال تک مولانا عبداللہ لدھیانوی نے تنہا نماز ادا کی اور ملت کے اس سرمایہ کو سنبھال کر رکھا۔

ہمارے خاندان میں تمام بڑے چھوٹے آپ کو تایا جان کہہ کر مخاطب کرتے تھے، ہمارے جیل جانے کی خبر سن کر دہلی سے خصوصی طور پر اپنے بیٹے عتیق الرحمٰن (عتیق احمد کا بھی جوانی میں انتقال ہو گیا) کے ساتھ لدھیانہ تشریف لائے اور پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو ملنے کے لئے جیل کی ڈیوڑھی میں پہنچے ضعف کے باوجود گرم جوشی سے ملے، میرا ماتھا چوما اور فرمانے لگے کہ آج ایک بار پھر ابا جی (رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ) کی یادیں تازہ ہو گئیں کہ ہم لوگ ان سے ملنے کے لئے جیل جایا کرتے تھے، آپ کی آمد کے موقعہ پر جیلر سے خصوصی اجازت حاصل کر کے میں آپ کو جیل کے اندر لے گیا جہاں پر آپ نے بیرک نمبر چھ میں بنائی گئی عارضی مسجد میں نماز عصر ادا کرنے کے بعد

آدھا گھنٹہ تمام قیدیوں سے خطاب کیا اور اس کے بعد ہمارے مقدمہ میں شامل تمام افراد کو علیحدہ بٹھا کر عزم، ہمت اور جرأت کا سبق دہرایا، اس موقعہ پر آپ نے بہت سے تاریخی واقعات بھی سنائے جن کا تعلق پردادا جان کے دور سے تھا جس میں جیلوں کے واقعات اور دیگر اکابرین کے واقعات بھی شامل تھے، حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی ہمارے اسلاف کی یادگار تھے، آپ کی آمد سے تمام احباب کو بڑا حوصلہ ملا۔ قابل ذکر ہے کہ ۲۰۱۴ء میں آپ کا دہلی میں وصال ہو گیا۔

مفتی محمد خلیل صاحب قاسمی کی آمد

اپنے والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی سرپرستی میں مینے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ بچپن ہی سے اپنے مدرسہ جامعہ حبیبیہ میں دینی تعلیم حاصل کی ہے اور انگلش میڈیم اسکول ''وائی میموریل براؤن روڈ'' سے میٹرک تک پڑھنے کے بعد مجھے ابو جان نے مالیرکوٹلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب قاسمی مدظلہ کی خدمت میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا، میرے استاد جی حضرت مفتی محمد خلیل صاحب کے خاندان سے ہمارے خاندان کا قدیم تعلق ہے، آپ کے والد محترم جناب صوفی محمد اسماعیل صاحب مالیرکوٹلوی پنجاب کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں، حضرت صوفی صاحب کے ساتھ میرے دادا حضرت مولانا مفتی احمد رحمانی لدھیانوی کا تا زندگی بھائیوں جیسا تعلق رہا، صوفی صاحب نے اردو ہندی اور پنجابی میں اب تک بے شمار دینی کتابیں اپنے کتب خانہ واقع محلّہ

کھٹیکان سے شائع کی ہیں، یہ ان کی پنجاب کے مسلمانوں کے لئے بڑی خدمت ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا، میرے استاد جی صوفی صاحب کے بڑے صاحب زادے ہیں اور صوفی صاحب کے دوسرے صاحب زادے حافظ محمد اسرائیل صاحب سے بھی میرا بچپن سے تعلق قائم ہے کیونکہ ہماری لدھیانہ جامع مسجد میں تیس سال سے جمعہ کی امامت حافظ اسرائیل صاحب ہی کرتے ہیں۔

میرے جیل جانے کی خبر سن کر استاذ جی حضرت مولانا مفتی محمد خلیل قاسمی صاحب ملاقات کے لئے جیل تشریف لائے،جیلر سے اجازت کے ساتھ آپ کو بھی میں بیرک میں بنائی عارضی مسجد میں جب لیکر پہنچا تو سبھی ساتھیوں نے حضرت مفتی صاحب کا پر جوش استقبال کیا،آپ کے ساتھ مالیر کوٹلہ کے کچھ دیگر حضرات بھی تھے، ہماری خوش نصیبی کہ آپ کی امامت میں ظہر کی نماز ادا کی اور پھر آپ نے بیرک میں مسلمان قیدیوں سے خطاب فرمایا، قابل ذکر ہے کہ جن دنوں قادیانیوں کی طرف سے ہم پر یہ مقدمہ دائر کروایا گیا تھا تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے نہ صرف اہل مالیر کوٹلہ کی قیادت کرتے ہوئے احتجاجی پروگرام منعقد کئے بلکہ مالیر کوٹلہ کے علماء اور ذمہ داران کے ایک وفد کے ساتھ اس وقت لدھیانہ کے پولیس کپتان کلدیپ سنگھ سے مل کر انہیں اس جھوٹے مقدمہ کو خارج کرنے کے لئے میمورنڈم بھی دیا۔

جیل میں مزار کی تعمیر اور اس کی مسماری

تقسیم ہند کے بعد پنجاب میں بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ ایک بڑی تبدیلی یہ آئی کہ پورے علاقے میں مفاد پرست عناصر نے اہل اللہ کے مزارات کو آمدنی کا ذریعہ بناتے ہوئے اس کام کو خوب فروغ دیا، اور یہاں تک بات پہنچی کہ جہاں کسی بزرگ کی قبر نہیں تھی وہاں پر فرضی نام رکھ کر مزارات بنا دئے گئے اور پھر لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیل کر ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کا کام سرعام شروع کر دیا، حیرت کی بات ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے یہ علیٰحدہ سے ایک مذہب بن گیا ہو، جس میں قبروں پر میلے کے علاوہ خوب خرافات ہو رہی ہیں۔

جن دنوں ہم لوگ جیل گئے تو کسی بھی احاطہ میں کوئی بھی مزار نہیں تھا اچانک ایک دن تین چار افراد جو کہ جیل کے احاطہ بی کے یو کے قیدی تھے مجھ سے ملنے آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ بی کے یو میں درگاہ شریف کی تعمیر کر رہے ہیں مجھے ان کی بات سن کر حیرت نہیں ہوئی کیونکہ ان کا لب ولہجہ بتا رہا تھا کہ یہ نشے کے عادی لوگ ہیں میں نے انہیں کہا کہ جیل میں تو کسی بزرگ کی قبر نہیں ہے تو پھر آپ درگاہ شریف کیسے بنانا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں ہم روز جہاں بیرک کی پشت پر دیا جلاتے ہیں وہیں پر درگاہ شریف کی تعمیر ہوگی خیر میرے منع کرنے کے باوجود وہ نہیں مانے اور پھر دیکھتے دیکھتے بی کے یو احاطہ جو ہم سے ایک میل کی دوری پر جیل میں ہی واقع ہے کے اندر درگاہ شریف بنا دی

گئی، اور وہاں ہر ایک جمعرات کو میلا لگنے لگا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ جیل کے دیگر حصوں سے لوگ اجازت لیکر درگاہ شریف میں ماتھا ٹیکنے کے بہانے بی کے یو سے نشہ خرید کر بیچنے لگے، جیل حکام جنہوں نے درگاہ شریف کی تعمیر میں حصہ لیا تھا اب پچھتانے لگے، قیدیوں میں سے ہی دو غیر مسلم مجاور بن بیٹھے اور پھر انہوں نے سالانہ عرس منانے کا اعلان کیا، مجھے دعوت دینے آئے تو میں نے پھر اپنی بات دہرائی کہ یہ سب جھوٹ پر مبنی ہے اور شرکت سے انکار کر دیا، سالانہ عرس والے دن جب تمام احاطوں کے قیدی وہاں پہنچے تو زیادہ نشہ کرنے کی وجہ سے پندرہ بیس افراد کی حالت بگڑ گئی اسی دوران ایک قیدی نے بیرک خالی دیکھ پھندا لگا کر خودکشی کر لی، جیلر اور دیگر حکام گھبرا گئے دوسرے دن ہی مجھے بلا کر مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے؟ میں نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں پر قبر تھی ہی نہیں ہماری آنکھوں کے سامنے یہ جعلی درگاہ تعمیر کی گئی ہے، جیلر سورن سنگھ نے پوچھا پھر کیا ہوسکتا ہے؟ میں نے دوٹوک کہا کہ اسے گروا دیجیئے میری بات سن کر وہ اور گھبرا گئے کہ ہم باباجی کی جگہ کیسے توڑ سکتے ہیں میں نے کہا کہ آپ نہ توڑیں ہم توڑ دیں گے، آپ اس گورکھ دھندے کو بند کیجیئے، وہ راضی ہو گئے مورخہ ۱۷/ نومبر ۲۰۰۳ء کو دوپہر کے وقت میں اور دیگر بیس مسلم نوجوان بی کے یو احاطہ گئے جہاں پر اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ اس فرضی مزار کو توڑ دیا گیا اور اس کا سارا ملبہ اسی وقت ٹریکٹر ٹرالی منگوا کر جیل سے باہر پھینک دیا گیا، جعلی مزار کا گرنا تھا کہ قبر پرستوں میں بھونچال آ گیا انہوں نے بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا، اس اعلان کے بعد میں نے جیلر صاحب کی معرفت بھوک ہڑتال کرنے

والوں کو ان کے دفتر میں بلوایا اور پوچھا کہ بتاؤ کہ مر کر قبروں میں جانے والے مسلمان ہوتے ہیں یا غیر مسلم؟ انہوں نے جواب دیا کہ قبر تو مسلمانوں کی ہی بنائی جاتی ہے، میں نے کہا پھر آپ کیوں اتنا پریشان ہورہے ہیں اگر قبر تھی تو ہماری ہی تھی اب تو یہ ہمیں اختیار ہے کہ اسے باقی رکھیں یا نہ رکھیں دراصل یہ لوگ منشیات کے عادی تھے ہمارے انداز گفتگو اور جیل حکام کے تیور دیکھ کر سمجھ گئے کہ ان کی بات بننے والی نہیں ہے بلکہ انہیں یوں لگا کہ معاملہ اگر بڑھا تو انہیں چکیوں میں بند کر دیا جائے گا، انہوں نے فوراً بھوک ہڑتال کا اعلان واپس لے لیا، اس طرح ایک سال قبل بنائے گئے اس جعلی مزار کا قصہ مسمار ہونے کے بعد ہمیشہ کے لئے اختتام پذیر ہو گیا، قابل ذکر ہے کہ اس واقعہ کی خبر بھی چند اخبارات میں شائع ہوئی، لیکن یہ کوئی بڑا موضوع نہ بن سکا۔

غازی عید محمد کریم کی اہلیہ کا انتقال اور میری ان سے لڑائی

۲۳/مئی ۲۰۰۳ء کی دوپہر بعد نماز ظہر کا وقت تھا ہم لوگ بیرک نمبر چھ میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ڈیوڑھی کے دربان کا پیغام آیا کہ جلدی جیلر صاحب کے دفتر میں آئیں، اور پھر جب میں وہاں پہنچا تو یہ دکھ بھری خبر موصول ہوئی کہ ہمارے مقدمہ میں ساتھی غازی عید محمد کریم صاحب کی اہلیہ جو کہ دو تین ماہ سے سخت بیمار تھیں کا آج اچانک انتقال ہو گیا ہے، ماسٹر صاحب کی اہلیہ کی عمر صرف پینتالیس سال کی تھیں وہ اچانک کینسر کے مرض میں مبتلا ہو گئی تھیں، ایک

قیدی کو جیل میں اس کی شریک حیات کے انتقال کی خبر دینا کوئی آسان کام نہیں تھا میں واپس بیرک میں پہنچا تو اس دوران ماسٹر جی کسی دوسری بیرک میں گئے ہوئے تھے، انہیں بلوایا لیکن اس دوران جو مشقتی انہیں بلانے کے لئے گیا اس نے اپنی کم عقلی کا استعمال کرتے ہوئے ماسٹر جی کو راستہ ہی میں ان کی بیوی کے انتقال کے بارے میں بتا دیا اس خبر کو سن کر جب وہ ہم لوگوں کے پاس پہنچے تو ان کی حالت بیان نہیں کر سکتا مجھے محسوس ہوا کہ غم کی شدت کی وجہ سے ان کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہو جائے تو میں نے گفتگو کا موضوع تبدیل کرتے ہوئے انہیں جیل کے گذشتہ ایک دو واقعات کے متعلق تلخ باتیں کہیں، جس کا انہوں نے فوراً ردعمل شروع کر دیا میں ماسٹر جی سے غصے میں زوردار الفاظ میں کسی قیدی کے ساتھ ان کی ہوئی تکرار کو لیکر بحث کرنے لگا پھر کیا تھا انہیں مجھ پر غصہ آ گیا اور بحث شروع ہو گئی، گفتگو یہاں تک تلخ ہوئی کہ ماسٹر جی بحث کرتے کرتے اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئے اور پھر انہیں نیند آ گئی، دو گھنٹے بعد جب اٹھے تو میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ ابھی بات سمجھ آئی آپ اگر اس وقت مجھ سے تکرار نہ کرتے تو شاید غم کی وجہ سے مجھ پر فالج کا اثر ہونے ہی والا تھا میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میرا اس غم کی خبر کے درمیان آپ سے تکرار کرنے کا مقصد یہی تھا تاکہ آپ کے ذہن کو کسی اور طرف لگا دیا جائے تاکہ اس بہت بڑی پریشانی کی پہلی ضرب سے آپ محفوظ ہو جائیں، ادھر باہر چچا عتیق الرحمٰن نے ماسٹر جی کے متعلق عدالت میں درخواست لگا کر آپ کو پولیس کی نگرانی میں نماز جنازہ اور تدفین کے عمل میں شریک ہونے کی اجازت لیکر بھیج دی، جس کے بعد پولیس گارڈ کے ساتھ ماسٹر جی

لدھیانہ شہر کے راہوں روڈ چنگی پر واقع قبرستان پہنچے جہاں پر شہر کے ہزاروں مسلمان اس جنازہ میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے، آپ تدفین کے بعد واپس جیل آ گئے اتفاق سے انہی دنوں جیل میں پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ کے جج صاحب دورے پر تشریف لائے انہوں نے جیل میں کھلی عدالت کا انعقاد بھی کیا جس میں مختلف لوگوں نے اپنی شکایتیں پیش کیں، اسی دوران چچا غازی عبید الرحمٰن ماسٹر جی کو لیکر اس عدالت میں پہنچ گئے اور مطالبہ کیا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اور تینوں بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہیں ہے جج صاحب نے ماسٹر جی سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں تو انہوں نے فوراً کہا کہ مجھے دو ماہ کے لئے چھٹی دیدی جائے یہ مطالبہ اسی وقت منظور کر لیا گیا اس طرح عارضی ضمانت پر ماسٹر جی رہا ہو کر اپنے بچوں کے پاس چلے گئے، اہلیہ کا انتقال ماسٹر جی کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا، اس مقدمہ میں میرے ساتھیوں میں سے ماسٹر عید محمد کریم نے سب سے زیادہ قربانیاں پیش کی ہیں۔

نومسلم قیدیوں کے چند واقعات

اسیری کے دنوں میں لدھیانہ سینٹرل جیل کے غیر مسلم قیدیوں کے لئے مسلمانوں کی آپس میں محبتیں حیرت زدہ کرنے والی تھیں کیونکہ ان غیر مسلموں میں سے تقریباً سبھی نے کبھی کسی مسلمان کو اتنا قریب سے نہیں دیکھا تھا، پنجاب جیسے صوبہ میں جہاں ۱۹۴۷ء کے وقت سبھی مسلمان پاکستان ہجرت کر گئے تھے، جیل میں مسلمانوں کا جاہ وجلال ان سب کے لئے عجیب بات تھی، اس دوران

پنجاب کے مزاج کے مطابق اکثریت ان غیر مسلم قیدیوں کی بھی تھی جو مذہب کی بنیاد پر کسی سے نفرت نہیں کرتے ہیں، ان غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات اس لئے بہت جلد گہرے ہو گئے کیونکہ ہم اور وہ خطے کے لحاظ سے سبھی پنجابی تھے۔

دین اسلام کو فطرت کا مذہب کہا گیا ہے یہی وجہ رہی کہ دنیا کی تمام رنگ ونسل کے لوگوں میں یہ دین پہنچ گیا، رسول اللہ ﷺ کی محبت کس طرح ان کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعہ انسانوں کے دلوں میں گھر کر جاتی ہے، اس کے بہت سے عملی نمونے میں نے جیل میں رہتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، ایک عام اندازہ کے مطابق ہمارے ایام اسیری کے ان چند سالوں کے درمیان تقریباً پندرہ سولہ افراد نے اسلام قبول کیا، ان افراد کے اسمائے گرامی اور ذاتی احوال میرے پاس محفوظ ہیں، آپ حضرات کے ساتھ صرف چند واقعات کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں تا کہ یہ آنے والی نسلوں کے لئے نصیحت ہو جائے۔

دستر خوان سے اسلام تک

بیرک نمبر چھ کی بات ہے کہ رمضان المبارک کے دنوں میں ہم سبھی مسلمان جن کی تعداد تقریباً نوے افراد پر مشتمل تھی، ایک ہی دستر خوان پر صبح اور شام کھانا کھایا کرتے تھے جس کا طریقہ کار یہ تھا کہ دستر خوان کے درمیان میں رکھی جانی والی ہر ایک پلیٹ سے دو افراد کھانا کھاتے جس کو جہاں جگہ ملتی وہ اسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا شروع کر دیتا، ان دنوں ہماری بیرک میں تقریباً دس پندرہ

غیر مسلم ہم وطن بھائی بھی قیام پذیر تھے ان ہی میں سے ایک صاحب لگاتار دس دن سے بغور اس عمل کو دیکھ رہے تھے کہ کس طرح یہ الگ الگ رنگ اور نسل کے لوگ ایک ہی دسترخون پر بڑے ہی پیار اور محبت کے ساتھ بنا کسی کراہیت کے کھانا کھا رہے ہیں، بالآخر انہوں نے مجھ سے پوچھ ہی لیا کہ کیا آپ سب لوگ آپس میں رشتہ دار ہیں میں نے جواب دیا نہیں، انہوں نے پھر سوال کیا کہ ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں ہم نے کہا نہیں، پھر حیرت سے پوچھنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی برتن میں صبح شام سب لوگ ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا کھا لیتے ہیں، میں نے انہیں مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ بھائی کھانا جھوٹا نہیں ہوتا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ انسان کا جھوٹا پاک ہے، انہیں یہ فرمان سن کر بڑی حیرت ہوئی اور پھر اس دن سے وہ مجھے اور ماسٹر عید محمد کریم صاحب سے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی مقدس زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرتے اور پھر ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ پنجگانہ نماز میں شامل ہیں معلوم ہوا کہ کلمہ شریف پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں میں نے انہیں اپنے پاس بلا کر پوچھا کہ آخر اسلام کی کس بات نے آپ کو متأثر کیا انہوں نے جواب دیا ایک ہی دسترخوان پر بنا کسی بھید بھاؤ کے مسلمانوں کو ایک ساتھ کھانا کھاتے دیکھ میں اس عظیم مذہب کو قبول کرنے پر راضی ہو گیا کیونکہ اسلام نے انسانوں کے درمیان جو برابری کی بات عملی طور پر پیش کی ہے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، بلا شبہ اسلام فطرت کا مذہب ہے، قابل ذکر ہے کہ ہماری رہائی کے بعد بھی یہ نومسلم بھائی مجھے ایک دن ملنے آئے تو بالکل باشرع تھے۔

پاکی سے اسلام تک

بچپن سے مدرسہ میں ہم سنتے آئے کہ پاکی نصف ایمان ہے اور پھر زندگی کے ہر ایک پڑاو پر پاکی کی اہمیت اور اس کی ضرورت شریعت کی روشنی میں سمجھ آنے لگی، دین اسلام میں عبادات کی ادائیگی سے قبل پاک ہونا اور ہر وقت پاکی کا خیال رکھنا لازم قرار دیا گیا ہے، یہ تمام باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن میں یہ کبھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس عمل کی وجہ سے بھی کوئی فرد اسلام کو قبول کرسکتا ہے، انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ہماری بیرک میں رہنے والے غیر مسلم افراد میں سے ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں میں نے فوراً پوچھا کہ کیوں؟ دراصل میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ صاحب جیل میں ہماری شان وشوکت اور طرز زندگی کا لطف لینے کے لئے بناوٹی مسلمان بننا چاہتے ہیں لیکن اس نومسلم بھائی نے جو جواب دیا اسے سن کر ہم پر رقت طاری ہوگئی، اپنے قبول اسلام کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب میں اس بیرک میں آیا تو مجھے مسلمانوں کے درمیان بہت سی باتیں نئی معلوم ہوئیں ان سب کے بیچ سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ میں نے اتفاقاً اس بات کو نوٹ کیا کہ صرف چھوٹے استنجے کے لئے جانے والے مسلمان بھائی اپنے ساتھ پانی کا برتن لیکر جاتے ہیں معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ اسلام دھرم میں استنجا کرنے کے بعد پاکی حاصل کرنے کا حکم ہے تاکہ نجاست کے قطرے کپڑوں کو نہ لگ جائے، یہ بات معلوم ہونے کے بعد میں رات بھر سو نہیں سکا میرے ذہن میں بار بار یہی

بات آتی رہی کہ جس قوم کے کپڑے اتنے پاک ہیں ان کے دل کیسے صاف ستھرے ہوں گے، میں ان کی یہ بات سن کر خاموش ہو گیا نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ نومسلم بھائی کہنے لگے کہ آپ بہت اچھے مسلمان ہیں میں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے ہم لوگ اپنی قوم کے سب سے کم تر درجے کے مسلمان ہیں، اگر آپ ہمارے اول درجے کے مسلمانوں کو دیکھ لیتے تو بہت پہلے آغوش اسلام میں آ جاتے، اس نومسلم بھائی کے اسلام قبول کر نے کی وجہ آج بھی میرے ذہن میں سوال پیدا کرتی ہے کہ ہمیں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے دین اسلام کی صورت میں کیا گوہر نایاب نظام عطا فرمایا ہے جس کا ہر ایک عمل اپنی جگہ دین کا ترجمان ہے۔

حضرت مولانا علامہ انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی آمد

میرے پردادا مرحوم مجاہد آزادی فاتح قادیان رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ تحریک آزادی کے دوران اکثر و بیشتر انگریزوں کی قید میں رہے، آپ کی مدت اسیری چودہ سال آٹھ ماہ ہے، جو کہ مختلف اوقات میں ملک کی مختلف جیلوں میں گذری، پردادا مرحوم کے استاذ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اکثر اپنے اس شاگرد کو جیل میں ملنے جایا کرتے تھے، ہمارے پیر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا بھی یہ معمول رہا کہ جب کبھی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کسی جیل میں بند ہوتے جس کی نوبت اکثر آتی ہی رہتی تھی تو حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ

کو ملنے جایا کرتے تھے، میں اور میرے ساتھی اپنے اکابرین جیسے تو نہیں ہیں لیکن تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کی برکت سے متعدد اکابرین اور علماء کرام کی زیارتیں ہمیں لدھیانہ سینٹرل جیل کی ڈیوڑھی میں نصیب ہوئیں، انہی میں سے خانوادہ انوریہ کے رجل عظیم حضرت علامہ مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ کی ذات گرامی ہے جنہوں نے اپنے والد محترم کی روایات کو زندہ کرتے ہوئے باطل قوتوں کو خاطر میں نہ لاکر ہم لوگوں سے نہ صرف ملاقات کی بلکہ ہمارے اسیری کے دنوں میں منعقد کئے جارہے مجلس احرار اسلام کے ۷۵ ویں یوم قیام کے اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے تھے، مجھے یاد ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ جو کہ ۲۰۰۸ء میں وصال فرما چکے ہیں جب لدھیانہ تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب بھی شامل سفر تھے، حضرت مولانا علامہ انظر شاہ صاحبؒ نے ہم لوگوں کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"عقیدہ ختم نبوتؐ کا تحفظ کرنا کوئی عام بات نہیں ہے، آپ لوگوں کو اللہ تبارک وتعالی کی جانب سے یہ جو خدمت عطا ہوئی ہے اس میں مشکلات ضرور ہیں لیکن دنیا وآخرت میں کامیابی ہی کامیابی ہے، ہمیں اس بات کو یاد رکھنا ہوگا کہ یہ عقیدہ اسلام کی بنیاد ہے اور بنیاد کی حفاظت عمارت کی تزئین سے زیادہ ضروری ہے، دنیاوی طور پر قید وبند کی یہ صعوبتیں مشکل ضرور نظر آتی ہیں لیکن یہ مرتبہ ہر ایک بشر کے لئے نہیں، آپ سب کو اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیئے کہ فتنہء قادیانیت کے خلاف جس تحریک کی ابتداء علماء لدھیانہ اور علماء دیوبند نے کی تھی

اس کی انتہا آپ لوگوں کے حصے میں آئی، میرے والد محترم حضرت اقدس امام المحدثین علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے اپنے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ اگر ہم عقیدہ ختم نبوتؐ کا تحفظ نہ کر سکے تو گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے"

مجلس احرار اسلام ہند کا ۷۵ سالہ یوم تاسیس

ہم لوگ جیل میں ہی تھے کہ ۲۹/ دسمبر ۲۰۰۴ء کو مجلس احرار اسلام ہند کے ۷۵ ویں یوم قیام کا دن آ گیا، احرار کا یوم قیام جو کہ ہم لوگ ہر سال منعقد کرتے ہیں اپنی ایک علیحدہ شان رکھتا ہے، اس عظیم جماعت کا قیام ۲۹/ دسمبر ۱۹۲۹ء کے دن لاہور میں میرے پردادا مرحوم رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق اور دیگر اکابرین امت نے کیا تھا، احرار نے اپنے قیام سے لیکر آج تک اس انداز سے قربانیاں پیش کی ہیں کہ احرار تحریک تحفظ ختم نبوتؐ اور تحریک جنگ آزادی ہند کے ابواب میں اپنا سنہری مقام رکھتے ہیں، احراریوں نے نہ صرف انگریز کو شکست دی بلکہ اس کے ٹوڈیوں کے خلاف تحریک چلا کر انہیں بے نقاب کیا اور آزادی حاصل ہونے کے بعد اپنی مرکزی زمین پنجاب کے متأثر ہونے کے باوجود بے سروسامانی کی حالت میں اعلیٰ روایات کو قائم رکھا۔

مقدمہ کے بعد کچھ لوگوں اور مخالفین کو یہ غلط فہمی تھی کہ ہمارے جیل جانے کے بعد احرار کی سرگرمیاں سرد ہو جائیں گی اور احرار اپنا ۷۵ سالہ یوم قیام اس جوش وخروش کے ساتھ نہیں منعقد کریں گے جیسا کہ ہونا چاہیئے لیکن الحمدللہ ابو جان

امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی جنہیں بجاطور پر شیر اسلام کے لقب سے بھی نوازا گیا نے ایسے موقعہ پر اللہ کی مدد سے ایک شیر ہی کی طرح دشمنوں کے سارے اندازے غلط ثابت کر دئے، آپ نے احرار کے ۷۵ سالہ یوم قیام گولڈن جبلی پر ایک بڑی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کر دیا جس میں ہم اسیروں کو جیل سے ہفت روزہ اخبار الاحرار کا خصوصی پچھتر سالہ نمبر اردو اور ہندی میں تیار کرنے کا کام دیا گیا جسے میں نے اور میرے ساتھیوں نے ۲۹/ دسمبر ۲۰۰۴ء سے قبل تیار کر دیا اور وہ دستاویز کی شکل میں چھاپ کر کانفرنس کے موقعہ پر تقسیم کیا گیا، یوم احرار کی اس تاریخی تقریب کے انعقاد کے موقعہ پر مندرجہ ذیل خبریں شائع ہوئیں۔

احرار کے حقیقی بانی امام المجاہدین حضرت محمد ﷺ ہیں

مجلس احرار اسلام ہند کے قیام کے ۷۵ سال مکمل ہونے پر لدھیانہ میں دو جنوری بروز اتوار صبح دس بجے سول اسپتال کے سامنے واقع وسیع و عریض میدان میں عظیم الشان یوم احرار کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اس موقعہ پر مہمان خصوصی عالم اسلام کی معروف شخصیت اور دار العلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیریؒ تھے، کانفرنس کی صدارت احرار کے قومی صدر امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی مدظلہ نے فرمائی یوم احرار کی اس عظیم الشان کانفرنس میں پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش، یوپی ودیگر صوبوں سے تقریباً پچاس ہزار رضا کاران احرار اور فرزندان اسلام نے شرکت فرمائی،

کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن، نعت شریف اور امیر احرار کے ہاتھوں پرچم کشائی کے ساتھ ہی رضا کاروں کی طرف سے ترانہ احرار پڑھ کر ہوا، اس موقعہ پر کانفرنس کی نظامت کے فرائض معروف شاعر علامہ منصور احمد منصور بجنوری نے انجام دئے، کانفرنس میں جم غفیر کو خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہند وہ جماعت ہے جس نے ہمیشہ ملک وملت اور خاص طور پر تاج ختم نبوتؐ کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دی ہیں، شاہ صاحبؒ نے کہا ملک کی جنگ آزادی میں احرار کے کردار کو کسی بھی طرح فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ مجلس احرار کے غیور رضا کاروں نے ہر دور میں آگے بڑھ کر مذہب اور ملک کی خدمت کی ہے، شاہ صاحبؒ نے کہا کہ آج پچھتر سال بعد بھی احرار میں وہی جوش اور جذبہ موجود ہے جسے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا یہ مشن جاری رہے گا، انہوں نے کہا کہ امیر احرار مولانا ثانی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک نئی تاریخ بنا دیں انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک میں کوئی بھی ایسی سیاسی جماعت نہیں ہے جسے دولت واقتدار پیارا نہ ہو صرف مجلس احرار اسلام ہند ہی واحد جماعت ہے جس نے ملک کی آزادی سے لیکر آج تک دینی علمی اور سیاسی وسماجی خدمات انجام دیں لیکن کبھی اقتدار کی چاہت نہیں کی حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری نے پر جوش لہجے میں رضا کاران احرار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ احراری وہی ہے کہ جو قادیانی کو دیکھتے ہی تاج ختم نبوّت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جائے۔

شاہ صاحب نے اپنے خطاب کے دوران حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا کہ حکومت جلد از جلد اسیران مجلس احرار کو جیل سے رہا کرے، جو کہ حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے جیل میں ہیں، شاہ صاحبؒ نے کہا کہ جھوٹے مقدمہ میں قادیانی سازش کے تحت جیل میں بند احرار کے احباب مجرم نہیں بلکہ اعزاز دینے کے قابل ہیں، اس موقعہ پر ہریانہ مجلس احرار کے صدر مولانا نور محمد صاحب چندینی نے تاریخ احرار پر تفصیل سے روشنی ڈالی، جبکہ احرار پنجاب کے صدر حافظ بلال طاہر مالیر کوٹلہ نے اکابرین احرار کی حیات وافکار پر بیان کیا، مجلس احرار اترانچل کے صدر قاری نسیم منگلوری نے احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوؐت پر بیان فرمایا، احرار کے قومی ترجمان عتیق الرحمٰن لدھیانوی نے احرار اور تحریک آزادی ہند پر تفصیلی بیان فرمایا۔

مجلس احرار اسلام ہند کے ابتدائی دور کے حالات اور اکابرین احرار بالخصوص رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بچشم خود دیکھنے اور سننے کی سعادت حاصل کرنیوالے غیر مسلم دانشور پروفیسر مہیندر سنگھ چیمہ نے بیان فرمایا، اس عظیم الشان یوم احرار کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام ہند کے قومی صدر مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی مدظلہ العالی نے کہا کہ احرار کے حقیقی بانی امام المجاہدین حضرت محمد ﷺ ہیں آپ ﷺ نے ہی دنیا کو ظلم وستم سے آزاد کروانے کی تحریک کا آغاز کیا تھا انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہند کا منشور اسلامی تعلیمات ہیں، جن پر احرار اپنے یوم تاسیس سے لیکر آج تک مضبوطی کے ساتھ

قائم ہیں، امیر حرار مولانا لدھیانوی نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہند نے برصغیر کی آزادی کے لئے ہراول دستہ کا کردارادا کیا ہے، تحریک آزادی ہند میں احرار کی قربانیاں نا قابل فراموش ہیں انہوں نے کہا کہ احرار ہی واحد جماعت ہے جس نے اپنے یوم تاسیس سے لیکر ملک کی آزادی تک بے باکانہ سلطنت برطانیہ سے نہ صرف ٹکر لی بلکہ انگریز کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا، امیر احرار نے کہا کہ احرار نے ہی برصغیر کی عوام کو فتنہء قادیانیت سے آگاہ کیا اور انگریزی دور میں پھل پھول رہی قادیانیت کو سرد کر دیا انہوں نے کہا کہ دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر احرار کی سول نافرمانی انگریز فوجی کی بھرتی کے خلاف تحریک اور تحریک کشمیر احرار کے وہ روش کارنامے ہیں جن کا اعتراف انگریز مؤرخین نے بھی کیا ہے، امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحٰمن ثانی لدھیانوی نے کہا ہم ہی اپنے مایہ ناز اسلاف کے حقیقی وارث ہیں کیونکہ احرار ہی ہیں جن کو دیکھ کر غداران ملک وملت فروشوں اور اسلام مخالف طاقتوں کو تکلیف ہونی شروع ہو جاتی ہے، حکومت کی طرف سے کی جارہی قادیانیوں کی پشت پناہی اور قادیانی شرانگیزیوں کی مذمت کرتے ہوئے امیر احرار مولانا ثانی لدھیانوی نے کہا کہ نہایت افسوس کی بات ہیکہ ملک کی آزادی کے بعد اقتدار میں آئے لوگوں نے مجاہدین آزادی کو ان کا صحیح مقام نہیں دیا اور اس کے برعکس تاعمر انگریز حکومت کی چاپلوسی کرنے والے قادیانیوں کی حکومت پشت پناہی کر رہی ہے، خاص کر حکومت پنجاب کے کچھ وزراء آگے بڑھ کر قادیانیوں کا ساتھ دے رہے ہیں جس سے ملک کی آزادی اور سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے، امیر احرار مولانا ثانی لدھیانوی نے کہا کہ

اگر قادیانی انگریزی سازش کی تکمیل نہ کرتے تو ملک پچاس سال پہلے آزاد ہو گیا ہوتا، امیر احرار مولانا ثانی مدظلہ نے پرعزم اور پرجوش الفاظ میں کہا کہ جو بھی جماعت اور فرد تاج ختم نبوتﷺ کی طرف گندے عزائم لیکر بڑھے گا احرار اسے سرنگوں کر دیں گے انہوں نے کہا کہ قادیانیت اسلام کو کمزور کرنے کی امریکی اور یہودی سازش ہے جسے کسی قیمت پر پورا نہیں ہونے دیا جائے گا امیر احرار نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے احرار تحریک چلائیں گے انہوں نے دلائل کی بنا پر کہا کہ قادیانی آج بھی ملک دشمن کارروائیوں میں ملوث ہیں، گذشتہ دو سالوں میں تین قادیانی اسلحہ سمیت دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کئے گئے ہیں جن پر حکومت نے پردہ ڈال دیا ہے، لیکن احرار وطن کے غداروں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور وطن عزیز کے خلاف قادیانی عزائم کو مٹی میں ملا دیں گے، امیر احرار نے کہا کہ حیرت ہے کہ حکومت قادیانی اسٹیٹ کے منصوبے کے متعلق جانتے ہوئے بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے، امیر احرار نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہند کے تمام رہنما اور رضا کار اپنا خون دے کر بھی تاج ختم نبوتؐ کی حفاظت کرتے رہیں گے امیر احرار نے کہا کہ شہید بابری مسجد کی اسی جگہ تعمیر کے ساتھ ہی ملک میں فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ ملت فروشوں کو قوم کے سامنے بے نقاب کیا جائے گا اور احرار مظلوم کی مدد کرنے کے لئے اپنی روایت پر قائم رہیں گے کانفرنس میں ان حضرات نے بھی خطاب کیا مولانا وکیل احمد قاسمی سیتاپوری، مولانا فیاض احمد سیتاپوری، مولانا مزمل جمالپور، مولانا محمد اسحاق اٹاوری، مولانا سعید احمد صاحب ممبر ہریانہ وقف بورڈ،

مفتی زاہد صاحب ہریانہ، مولانا محمد الیاس گڑ گاؤں، مولانا محمد عمر صاحب فیروز پور جھر کا، مولانا محمد اصغر قاسمی انبالہ صدر جمعیہ علماء ہریانہ، مولانا قاری محمد خورشید قاسمی روپڑ، حافظ جمیل احمد صاحب انبالہ شہر، مولوی علی جان بخاری فرید آباد ہریانہ، مولانا وحید الحسن قاسمی صاحب، مولانا محمد ساجد گلابی باغ، قاری محمد خالد صاحب گلابی باغ، جناب قاری محمد ارشد صاحب گلابی باغ، قاری محمد شہزاد صاحب گلابی باغ، مولانا مسرور عالم صاحب لوہاراپنڈ، قاری محمد یحییٰ صاحب، حافظ سہارنپوری (قاری محمد اسحاق)، جناب غلام نبی صاحب کشمیری، مجاہد آزادی سالار احرار ۱۹۴۱ء خورشید احمد بھارتی قریشی سہارنپور، بلبل احرار مولانا قطب الدین صاحب، مولانا احمد خضر صاحب صاحبزادہ مولانا سید انظر شاہؒ، محمد ہارون صاحب فیروز پور، محمد شمیم صاحب بڑکلی چوک نگینہ، مولانا نور محمد چندینی فرید آباد، چوہدری محمد ساجد میوات، محمد عرفان سلمانی منگلورا اترانچل، محمد شمشاد انصاری منگلورا اترانچل، حافظ محمد اسلام صاحب منگلورا اترانچل، مستری محمد اکبر صاحب منگلورا اترانچل، حافظ محمد اختر صاحب نائب ناظم مدرسۃ المؤمنین منگلورا اترانچل کے نام قابل ذکر ہیں۔

احرار کانفرنس کی جھلکیاں

لدھیانہ ۲/ جنوری (الاحرار) آج یہاں سول اسپتال میدان میں ہوئی یوم احرار کانفرنس میں کچھ اس طرح کے مناظر دیکھنے کو ملے موسم نے بھی احرار کا ساتھ دیا اور دو روز کی شدید سردی کے بعد آج زبردست دھوپ نکلی، کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے احرار رضا کار منظّم انداز میں مارچ کرتے ہوئے آئے، امیر احرار

مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی اور مولانا انظر شاہ کشمیری کا استقبال تمام لوگوں نے کھڑے ہوکر کیا اور رضا کاروں نے ان کو سلامی دی احرار رہنماؤں کے اندازے غلط ثابت ہوئے، مجمع اتنا بڑھ گیا کہ آس پاس کی سڑکیں بھی بھر گئیں انتظام کرنے والے احرار رضا کار موبائل فون واکی ٹاکی میٹل ڈیکٹر اور تلواریں لئے ہوئے تھے جب سکھ شاعر سردار پنچھی نے نعت پڑھی تو لوگ جذبات میں جھوم اٹھے، امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے اپنے روایتی انداز میں شمشیر لیکر خطاب کیا، کانفرنس میں اللہ اکبر، وطن عزیز زندہ باد، ختم نبوت زندہ باد، احرار پارٹی زندہ باد کے نعرے ہر دو منٹ پر لگتے رہے کانفرنس کے میدان کے چاروں طرف میلے کی طرح کتابوں اور دیگر اشیاء کے اسٹالوں پر لوگوں نے کافی خریداری کی، پنجاب پولیس سیکورٹی سے زائد رضا کار مستعد نظر آئے، امیر احرار مولانا حبیب الرحمٰن کے ولولہ انگیز خطاب کے دوران لوگوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نعرے لگائے کانفرنس میں آئے لوگوں کی گاڑیوں کی وجہ سے جگراؤں پل تک سڑکیں جام ہوگئیں، رضا کاروں نے سیکورٹی کے مدنظر عام لوگوں کو کیمرہ اور ٹیپ لے جانے سے روکا۔

رسالہ فتوئے تکفیر کی اشاعت

جھوٹے نبی مرزا غلام قادیانی کو بے نقاب کرنے کے لئے عالم اسلام میں سب سے پہلے علماء لدھیانہ کے سرخیل حضرت مولانا شاہ محمد صاحب لدھیانوی اوران کے برادران نے کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا جس سے نہ صرف قادیانیوں کو

نا قابل تلافی نقصان پہنچا بلکہ امت مسلمہ اس فتنہ سے ہوشیار ہوگئی، اس تاریخی فتویٰ کو ایک مکمل کتاب کی شکل میں اب تک کئی بار علماء لدھیانہ کے متعدد فرزندوں نے شائع کیا ہے، اس فتویٰ کی تصدیق عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر کے علماء نے کی ہے، جن دنوں ہم جیل میں تھے تو قادیانیت کے فتنہ سے آگاہی کے لئے زبردست تحریک چل رہی تھی کیونکہ نسل نو کے مسلمان یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مجلس احرار اسلام کے ارکان جیل میں ہیں، ہر فرد کو مکمل کتاب فراہم کرنا تو آسان تھا ان باتوں کے مدنظر ابو جان امیر احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے ایک خط کے ذریعہ حکم فرمایا کہ کتاب فتویٰ تکفیر کے تمام ضروری اقتباسات پر مشتمل ایک رسالہ تیار کیا جائے جسے پڑھ کر آسانی سے قارئین قادیانیت کے فتنہ سے آگاہ ہو جائیں، ابو جان کے حکم کے بعد اس رسالہ کی تیاری شروع کردی گئی، اور الحمدللہ یہ رسالہ پچاس صفحات پر مشتمل تیار کر کے شائع کیا جو کہ عوام میں بہت مقبول ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی دس ہزار کاپیاں تقسیم ہو گئیں اور پھر اس رسالہ کا ہندی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا گیا جو کہ اردو سے بھی زیادہ مقبول ہوا، رسالہ میں باقاعدہ لدھیانہ سینٹرل جیل کا ذکر بھی کیا گیا، اب بھی وقتاً فوقتاً اس رسالہ کو شائع کرتے رہتے ہیں۔

غازی محمد مستقیم احراری کی دادی محترمہ کا انتقال

۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو خبر آئی کہ ہمارے ساتھی جناب غازی محمد مستقیم احراری کی دادی محترمہ کا طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا، مرحومہ کا نام بشیرن خاتون

زوجہ حافظ بشیر احمد تھا، مجھے یاد ہے کہ اسیری کے دنوں کے ابتدائی دور میں آپ کی دادی محترمہ سخت علیل تھیں، انتقال کے چند گھنٹوں کے بعد آپ کے اہل خاندان کی طرف سے مرحومہ کی نماز جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی، جیل میں ہونے کی وجہ سے بھائی مستقیم شرکت نہ کر سکے، آپ کو اس خبر سے شدید رنج پہنچا لیکن صبر کا مظاہرہ کیا اور پھر اسی دن تمام ساتھیوں نے قرآن پاک برائے ایصال ثواب پڑھا، بلاشبہ جیل میں رہتے ہوئے خاندان کے کسی فرد کا چلے جانا اور اس کا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہونا ایک ایسا نازک اور صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے جس کی حقیقی کیفیت کو نہ کوئی قلم لکھ سکتا ہے اور نہ الفاظ بیان کر سکتے ہیں۔

کتاب ''قافلہ علم وحریت'' تحریر کرنے کی ابتداء

جب میں نے ہوش سنبھالا اور عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کے ذریعہ تاریخی کتابیں پڑھنے کا موقعہ ملنا شروع ہوا تو ابتداء میں میں نے اپنے داد مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانوی صاحب کے بڑے بھائی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی کی تحریر کردہ کتابوں میں سے "درحدیث دیگراں" و" بھارت کی جنگ آزادی اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی" پڑھیں، یہ دونوں کتابیں اگر چہ میرے پردادا مرحوم کی عظیم قربانیوں پر روشنی ڈالتی ہیں لیکن ان کے پس منظر میں ہمارے آباواجداد کا تعارف بھی نظر آیا اس دن سے تاریخی کتب میں علماء لدھیانہ کے تذکرے تلاش کرنا مزاج کا ایک حصہ بن گیا جب کبھی بھی تحریک تحفظ ختم نبوتؐ اور ملک کی جنگ آزادی نیز علمی

خدمات کی حامل تاریخی شخصیات پر کوئی کتاب میری نظر سے گذرتی تو اس کے مطالعہ کے دوران میں لدھیانہ کے علماء کرام کا ذکر ضرور تلاش کرتا، میرے اندازہ کے مطابق ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک میری نظر سے تقریباً ایسی پچاس سے زائد کتابیں گذریں جن میں علماء لدھیانہ کی قربانیوں کا کہیں کہیں ذکر موجود تھا لیکن اس دوران یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ ملک کی آزادی کے ساتھ تقسیم کے وقت وجود میں آئے نئے ملک پاکستان میں احرار اور جنگ آزادی پر قلم اٹھانے والوں نے قصداً یا حکومت کے خوف یا مسلم لیگیوں کی ناراضگی نہ مول لینے کے سبب نہ صرف تاریخ کے ساتھ ناانصافی کی بلکہ علماء لدھیانہ اور بالخصوص مجاہد آزادی بانی احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا تذکرہ حذف کرنے کی مکمل کوشش کی ہے، ایسی باتوں کو پڑھ کر زمانہ طالب علمی میں ہی یہ ارادہ ہوا کہ علماء لدھیانہ کی عظیم قربانیوں پر ایک مفصل کتاب تحریر کروں لیکن فراغت کے بعد زندگی اتنی تیزی سے گذر رہی تھی کہ اس کام کی طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہیں ملا، جیل میں روزانہ ابو جان کی طرف سے جو قاصد ہم لوگوں کے لئے سامان اور خطوط لیکر آیا کرتا تھا اسی کے بدست اکثر نئی آنے والی کتابیں بھی مجھے موصول ہو جایا کرتی تھیں، انہی دنوں کی بات ہے کہ مجھے پاکستان سے شائع ہوئی ایک کتاب موصول ہوئی جس کا موضوع احرار اور تحریک تحفظ ختم نبوؐت تھا، اس کتاب میں مصنف نے علماء لدھیانہ کے ذکر کے ساتھ حد درجہ زیادتی کی ہوئی تھی یعنی جن اہم تاریخی واقعات میں قیادت صرف علماء لدھیانہ کے ہاتھ میں تھی وہاں سے بھی ان کا ذکر حذف کر دیا گیا تھا، اس زیادتی کو دیکھ کر دل کو بہت تکلیف

پہنچی، جس کے بعد ایک بار پھر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ علماء لدھیانہ کے تاریخی علمی اور مجاہدانہ کارناموں پر ڈال دی گئی گرد کو صاف کرنے کے لئے ایک مفصل اور مدلل کتاب منظر عام پر لائی جائے، اپنے اس ارادہ سے اسی وقت ایک خط کے ذریعہ ابو جان کو مطلع کیا انہوں نے نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس ضمن میں بہت سی کتب مجھے جیل بھیج دیں۔

اور پھر میں نے ۲۱/ اگست ۲۰۰۳ء کو لدھیانہ کے عظیم اکابرین کی تاریخ مرتب کرنی شروع کر دی، اس کتاب کا ابتداء میں نام "علماء لدھیانہ" میں نے منتخب کیا اور پھر جیل کی مصروفیات میں سے روزانہ بعد نماز ظہر تا عصر اور بعد نماز عشاء کا وقت اس کتاب پر صرف کرنا شروع کر دیا، تاریخی حقائق کو اسناد کے ساتھ مرتب کرنے کے لئے ملک کی متعدد لائبریریوں اور برطانوی سامراج کے دور میں تیار کئے گئے دستاویز کی نقلیں منگوانی شروع کیں، نیز پاکسان سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں رہ رہے علماء لدھیانہ کے فرزندوں کو خطوط بھی ڈاک کے ذریعہ روانہ کر دئے، مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہ کام تحقیقی ہونے کی وجہ سے بہت طویل مدت میں مکمل ہوگا، اس لئے اللہ کی مدد اور صبر کے ساتھ ہر ایک بات کو الگ الگ کاپیوں میں درج کرنا شروع کر دیا، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند ماہ کی محنت رنگ لائی اور کتاب کا پہلا حصہ جو کہ امام العارفین حضرت مولانا شاہ عبد القادر لدھیانوی مرحوم کی حیات مبارکہ سے لیکر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر مشتمل تھا مکمل ہو گیا، اس دوران باہر بھیجے گئے خطوط میں سے کچھ کے جوابات آنے لگے بالخصوص میرے ابو جان کے ماموں پاکستان میں ببر شیر کے نام سے مشہور حضرت

مولانا احمد سعید لدھیانوی نے اپنی ذاتی ڈائریاں جو کہ علماء لدھیانہ کے اس فرزند کی زندگی کے اہم واقعات پر مشتمل تھیں مجھے بھیجیں، اس کتاب کو جن دنوں میں تحریر کر رہا تھا تو میرے ذہن میں ایک نیا نام " قافلہ علم وحریت " آیا جسے بعد میں میں نے کتاب کا عنوان بنا دیا۔

علامہ منصور احمد منصور بجنوری کی آمد

میں نے اپنے ابو جان کی طرف سے از سرنو شروع کی گئی تحریک مجلس احرار اسلام ہند میں جن دو افراد کو ابتداء میں سب سے زیادہ مخلص ایماندار اور بہادر پایا ان میں جناب ضمیر مجاہد صاحب جونپوری مرحوم کے بعد علامہ منصور احمد منصور بجنوری کا نام ہے، علامہ صاحب ملک کے مشہور شعراء کرام میں سے تھے، آپ کا بھی اکتوبر ۲۰۱۳ء میں انتقال ہو چکا ہے، انہی دنوں کی بات ہے کہ مولانا صاحب مجھ سے ملنے جیل میں تشریف لائے، کتاب کے پہلے قلمی نسخہ کو دیکھ کر بے انتہا مسرت کا اظہار فرمایا میں نے علامہ صاحب سے جنہیں میں بچپن سے چچا محترم کہتا ہوں مشورہ طلب کیا کہ میں اس کتاب کا نام علماء لدھیانہ یا قافلہ علم وحریت میں سے کیا منتخب کروں آپ نے مجھے محبت سے فرمایا کہ قافلہ علم وحریت نام رکھو اور پھر جیل کی ڈیوڑھی میں ہی میری کتاب " قافلہ علم وحریت " کے لئے مندرجہ ذیل اشعار قلم بند کر دئے

یہ خدائے پاک کا اعزاز ہے اس پر فدا
حریت کا علم جس کو ہے وہ روشن قافلہ
جل رہا ہے لدھیانہ کے تمدن کا دیا
کر رہا ہے آج اپنی عظمتوں سے آشنا
وہ مجاہد اور علماء سبھی دانشوران
قافلۂ حریت کی بن گئے ہیں ایک شان
وہ حبیب الرحمٰن اوّل شعورِ بیکراں
رنگ لایا جن کا ہندوستان میں عزمِ جواں
جو قدم اٹھا وہ اٹھا کامراں و شادماں
ایسی عظمت والا انساں آج ملتا ہے کہاں
وہ مفتی تھے محمد احمد اِک مردِ خدا
اب بھی ہے تاریخ میں جن کے تقدس کی ضیاء
آج مولانا حبیب الرحمٰن ثانی بھی ہیں
اور جن کی خدمتیں پُر نور لا ثانی بھی ہیں
ہیں عزائم ان کے روشن فکریں ایمانی بھی ہیں
جن کے جدو جہد یہ آیتیں قرآنی بھی ہیں
بے سبب ہوتے نہیں اسفارِ عالم دوستو
اُن کے دِل میں جذبۂ ملی بھرا ہے دوستو
مجلس احرار کے ہیں لا ثانی امیر

اُن کے اوپر ہے ازل سے رحمتِ ربِّ قدیر
متصف ہیں آپ ہی سے سب اصاغر اور کبیر
لدھیانہ کے مجاہد جو رہے ہیں بے نظیر
اس کتابِ حق نے روشن کر دیا ہر ایک کو
حریت کے قافلے کا علم ہو بس دوستو
مولوی عثمان رحمانی کی ہیں یہ کاوشیں
رب جزائے خیر دے نازل کرے رب رحمتیں
اور روشن ہوں ہمیشہ ان کی اپنی عظمتیں
اور دے اللہ ان کی عمر میں بھی برکتیں!
یہ حقائق آشنا دیں کے علمبردار ہوں
ملتِ اسلامیہ کے بھی بڑے سردار ہوں
یہ کتابِ قافلۂ حریت کی شان ہے
گردش انوار اِس کے نور سے حیران ہے
ملت اسلامیہ پر اِک بڑا احسان ہے
جو نہ سمجھے اِس کی عظمت وہ بڑا نادان ہے
اہل دانش علم داں کے واسطے ہے اک چراغ
اس سے ملتا ہے حقائق جہد اعلیٰ کا سراغ

جیلر جگجیت سنگھ سے لڑائی اور احتجاجی مظاہرہ

۲۰۰۴ء کے ماہ فروری کی بات ہے کہ میں کچھ علیل ہونے کی وجہ سے تین چار دن کے لئے لدھیانہ سول اسپتال میں زیر علاج تھا اور ان دنوں میرے پاس خدمت کے لئے سابق طالب علم عبدالحلیم احراری جگیانہ بھی میرے پاس مقیم تھا کہ اس دوران مجھے خبر آئی کہ جیل انتظامیہ میں حکومت پنجاب نے بڑی سطح پر تبادلے کئے ہیں اور لدھیانہ جیل کے سپریڈنٹ سردار سورن سنگھ کی جگہ نئے جیلر جگجیت سنگھ لدھیانہ جیل میں لگائے گئے ہیں، اور انہوں نے آتے ہی جیل ملازمین اور قیدیوں پر سختی کردی ہے، انگریز کے دور میں جیل پولیس کو متحرک رکھنے کے لئے ایک پترا چلایا جاتا تھا، پترا تانبے کے ایک گول مہر نما ٹوکن کو کہا جاتا ہے، اصول یہ تھا کہ جیل کے چاروں اطراف تعینات پولیس والوں میں سے ایک آدمی یہ پترا ہاتھ میں لیکر چلے گا اور دوڑ کر جا کر دوسری سمت کے ملازم کو پکڑائے گا جہاں سے وہ دوڑ لگا کر اگلے ملازم تک پہنچائے گا، اس طرح یہ پترا پوری جیل میں گردش کرتا رہے گا اس سے ملازمین چاق وچوبند رہیں گے وہ ڈیوٹی کے دوران آرام نہیں کرسکیں گے، اور نمبر کے مطابق اگر پترا دیر سے پہنچے گا تو وہ جواب دہ ہوں گے، نئے جیلر جگجیت سنگھ نے آتے ہی مدتوں سے بند پڑے اس پترے کے نظام کو چالو کردیا، جس کی وجہ سے جیل پولیس کے تمام ملازمین میں ناراضگی پھیل گئی، جیل پولیس کی ایسوسیشن نے جیلر کو میمورنڈم بھی دیا لیکن جیلر صاحب نے الٹا حکم نہ ماننے والوں کے خلاف نوٹس جاری کردیا اور دوسری طرف جیل

کے بائیس سو سے زائد قیدیوں پر درجنوں سخت پابندیاں عائد کردیں۔

جب میں سول اسپتال سے واپس ۲۰/ فروری کو جیل پہنچا تو ان واقعات کا تفصیلی علم ہوا لیکن اس کے ساتھ جیل میں صفائی اور دیگر چیزیں کچھ بہتر بھی نظر آئیں میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لگتا ہے کہ نیا جیلر فائدہ مند ثابت ہوگا لیکن سب نے میری بات سے انکار کیا سب کا کہنا یہ تھا کہ نیا جیلر نہایت بدتمیز ہے لیکن میں نے ان کی بات نہیں مانی، خیر دو دن کے بعد جب شام کو بندی ہوگئی اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیرک نمبر چھ کی کوٹھری میں بند تھا، اسی جگہ میرا عارضی دفتر بھی قائم تھا جہاں میں ہفت روزہ اخبار "الاحرار" اور اپنی کتاب پر کام کررہا تھا جس کی وجہ سے یہ نصف کمرہ فائلوں اور کتابوں سے مزین تھا، کسی بھی نئے آنے والے کو جیل کی کوٹھری کم اور رہائشی کمرہ زیادہ لگتا تھا، رات تقریباً ایک بجے کی بات ہے کہ میرے تمام ساتھی سو چکے تھے، اور میں ایک اہم مضمون کو قلم بند کررہا تھا کہ اسی دوران جیلر جگجیت سنگھ جو کہ رات میں پہرہ داروں کی تعیناتی چیک کرنے کے لئے دورہ پر تھا ہمارے کمرے کے سامنے سے گذرا تو مجھے دیکھ کر رک گیا، قابل ذکر ہے کہ جیل کی کوٹھریوں اور کمروں کے دروازے سلاخوں کے ہوتے ہیں جن میں کوئی پردہ نہیں ہوتا جیلر نے مجھے کرخت لہجے میں کہا کہ یہ اکزاسٹ فین کیوں چل رہا ہے، جیل میں نواب بنتے ہو سالے، میں جیلر کی بات اور اس کی زبان سے گالی سن کر حیرت زدہ ہوا، اور اسے جواب دینے کے لئے کاپی قلم رکھ کر اٹھ ہی رہا تھا کہ وہ بڑبڑاتے ہوئے آگے روانہ ہوگیا، میں نے دروازہ کی سلاخیں پکڑ کر انہیں آواز بھی دی لیکن اس دوران باہر سے ایک پہرہ دار

نے آواز دے کر بتایا کہ جیلر صاحب جا چکے ہیں، جیلر کی اس بدتمیزی پر مجھے شدید غصہ آیا، ہم جیل میں ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی بھی نیا افسر آئے اور وہ اپنی داداگری دکھانے لگے، اسی وقت رات کو میں نے ابو جان کے نام اس پورے واقعہ پر مشتمل ایک تفصیلی خط تحریر کیا اور ایک خط لدھیانہ کے مسلمانوں کے نام بھی لکھ دیا جس میں جیلر کے خلاف عوامی سطح پر آواز اٹھانے کے لئے فوری طور پر اقدامات کرنے پر زور دیا، صبح نماز فجر کے بعد جب میں نے اپنے ساتھیوں کو رات کے واقعہ کے متعلق بتایا تو سب نے غم و غصے کا اظہار کیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ آپ کے ساتھ ہی یہ واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ کو یقین نہیں تھا کہ یہ جیلر بدتمیز ہے، اور پھر روزانہ کے معمول کے مطابق نو بجے ملاقات کے کمرہ میں ابو جان کا قاصد سامان اور ڈاک دینے آیا تو اس کے ساتھ اس واقعہ پر مشتمل تفصیلی خط روانہ کیا اور زبانی بھی اہم باتیں بتا دیں، قاصد تیزی سے روانہ ہوا اور پھر صبح کی ملاقات کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی واپس آ کر یہ خبر دے گیا کہ دوپہر تین بجے ابو جان کی قیادت میں شہر کے مسلمان لدھیانہ سینٹرل جیل کے باہر احتجاجی مظاہرہ کریں گے، میں نے یہ بات سن کر اسے کہا کہ بالکل صحیح ہے، ہم جیل کے مسلمان قیدی بھی بالکل اسی وقت جیل کے اندرونی طرف احتجاجی مظاہرہ کریں گے، عینی شاہدوں کے مطابق تاریخ میں اپنے جذبہ جرأت اور برق رفتاری کے لئے مشہور احراریوں نے دیکھتے ہی دیکھتے چند گھنٹوں میں اس سرکش ظالم جیلر کے خلاف طوفان برپا کر دیا، ابو جان نے خط ملتے ہی فوراً تایا غلام حسن قیصر اور چند ساتھیوں کو لیا اور یہ قافلہ شہر کے مسلمانوں

کی طرف نکل گیا، اپنے قائد کو ہنگامی صورت حال میں اپنے درمیان دیکھ کر لدھیانہ کے مسلمانوں نے بھی لبیک کہتے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں جیل کی طرف کوچ شروع کر دیا، یہ ایسا وقت تھا کہ جب بہت سے لوگ ابو جان کو مشورہ دے رہے تھے کہ اس پروگرام کو ملتوی کر دیا جائے اور کسی وزیر سے جیلر کو فون کروادیا جائے لیکن ابو جان نے الحمد للہ یہاں پر اپنے دادا مجاہد آزادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی اسی پالیسی کو مدنظر رکھا جس میں مشورہ کو دوسرا اور اقدامات کو پہلا درجہ حاصل تھا۔

۲۳/فروری ۲۰۰۴ء لدھیانہ سینٹرل جیل کی تاریخ میں پہلا دن تھا جب جیلر جگجیت سنگھ جو کہ خواب وخیال میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ گذشتہ رات کے اس واقعہ کا ردعمل ایسا ہوگا کہ انہیں ہاتھ پاؤں کی پڑ جائے گی، دوپہر تین بجے کا وقت تھا کہ جیل کے باہر شہر کے ہزاروں مسلمانوں نے ابو جان حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کے حکم پر گھیرا ڈال کر احتجاج شروع کر دیا، ایک بڑی گاڑی پر لاؤڈ اسپیکر بھی لگا کر لایا گیا تھا اور مائک پر تایا غلام حسن قیصر عرف گلو انکل کی کڑک دار آواز گونج رہی تھی:

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر! اسلام زندہ باد!
جگجیت سنگھ مردہ آباد! ظالم جیلر مردہ باد!
غنڈہ گردی نہیں چلے گی ہٹلر گردی نہیں چلے گی!

ہزاروں افراد کی زوردار آوازیں جیل کے اندر سنائی دینے لگیں، پوری جیل میں شور مچ گیا کہ مسلمانوں نے پوری جیل کو باہر سے گھیر لیا ہے، ایمرجنسی سائرن

بج گیا، جیل کے اندر آناً فاناً تالا بندی شروع ہوگئی لیکن اس سے پہلے ہی مسلمان قیدی جن کی تعداد اس وقت ستر افراد پر مشتمل تھی سب اکٹھے ہوکر میرے ساتھ جیل کے صدر دراوزہ پر اندر کی طرف جمع ہوگئے اور ہم نے بھی اندر کی طرف سے احتجاج اور نعرہ بازی شروع کردی، جیلر اور دیگر حکام بری طرح گھبرا گئے، اب صورت حال یہ تھی کہ جیل کی ڈیوڑھی کے دونوں دروازوں پر احتجاج شروع ہوگیا تھا باہر کی طرف ابو جان کی رہنمائی میں ہزاروں مسلمان غم وغصہ میں احتجاج کر رہے تھے اور بالکل ان کے سامنے اندر کی طرف ہم لوگ احتجاج کرتے ہوئے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے، ضلع انتظامیہ تک بھی یہ خبر بجلی کی طرح پہنچی، پولیس لائن سے ایس پی اور ڈی ایس پی روبی سنگھ اضافی پولیس کے ساتھ جیل پہنچ گئے، نئے آئے ہوئے ایس پی نے پنجاب کی سرزمین پر جب مسلمانوں کے اس رنگ کو دیکھا تو اس نے فرقہ پرستی دکھاتے ہوئے ابو جان کو ڈرانے کے لئے کہا کہ اگر آپ لوگ واپس نہیں جائیں گے تو ہمیں پولیس فورس کی طاقت کا استعمال کرنا پڑے گا، اس کے جواب میں جب ابو نے پنجابی لب ولہجہ میں جواب دیا کہ "ہمت ہے تو گولی چلا کر دکھاؤ، ہم جیلر کی اکڑ نکالے بغیر واپس نہیں جائیں گے" ایس پی بھی گھبرا گئے اور فوراً اپنا لب ولہجہ بدل لیا اور ادھر جیلر اپنے ماتحت افسران کو بار بار بلا کر معلوم کر رہا تھا کہ آخر یہ کون ہیں جن کو رات میں نے غلطی سے کچھ کہہ دیا تم لوگوں نے پہلے کیوں نہیں بتایا، جیل کے دیگر افسران اور ملازمین جو کہ درحقیقت اس واقعہ سے اندرونی طور پر خوش تھے کیونکہ اس جیلر نے انہیں بھی تنگ کر رکھا تھا، نے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کر لی، ادھر احتجاج زور پکڑ گیا، جیلر

جگجیت سنگھ گھٹنوں کے بل آ گیا، کیونکہ اعلیٰ پولیس افسران نے موقعہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے جیلر کو یہ کہہ دیا کہ یا تو آپ معافی مانگ لیں یا پھر اپنے خلاف قانونی کاروائیوں کے لئے تیار ہو جائیں؟ جیلر کو صرف دو گھنٹوں میں ہی یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جیل میں بھی سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا نہیں جا سکتا، جیلر نے حکام سے بات کر کے ہم سے رابطہ کیا کہ میں معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں لیکن ادھر سب مسلمان اس بات پر اڑ گئے کہ نہیں اس کا تبادلہ کیا جائے اور پھر اسی دوران مقامی پولیس افسران جو کہ پہلے سے ہی ہمارے جاننے والے تھے نے ابو جان اور چچا عتیق الرحمٰن کو اس بات پر راضی کیا کہ جیلر کے معافی نامہ کے ساتھ اس معاملہ کو ختم کر دیا جائے، اس طرح اللہ تعالی کی مدد سے صرف ایک دن میں جیلر جگجیت سنگھ کی ساری اکڑ اور غرور ختم ہو گیا، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جیل کے اندر جب ہم لوگوں نے جیلر کے خلاف احتجاج شروع کیا تو بہت سے پرانے اور عادی مجرم اس بات پر خوش نظر آ رہے تھے کہ اب کچھ ہی دیر میں ان پر پولیس کا تشدد شروع ہو گا اور ایک ایک ماہ کے لئے چکیوں میں نظر بند کر دیا جائے گا لیکن اللہ کے فضل سے ہماری فتح کے بعد ان کے منھ میں خاک پڑ گئی اور اس کے ساتھ میری سمجھ میں یہ بات بھی آ گئی کہ حق و انصاف کی لڑائی میں ساتھ دینے والے گنتی کے افراد ہی ہوا کرتے ہیں اور فتح کی صورت میں ہزاروں لوگ ہم رکاب نظر آتے ہیں۔

جیل میں اخبارات کی کٹنگ

اس واقعہ کے دوسرے روز پنجاب کے سبھی روزنامہ اردو ہندی اور پنجابی اخباروں میں جیلر کے ساتھ ہوئے ہمارے اس تنازع کی خبر سرخیوں میں شائع ہوئی جس میں ابوجان کا تفصیلی بیان اور جیلر کی معافی بھی تحریر کی گئی تھی، لیکن جیل کی لائبریری میں روزانہ باہر سے آنے والے ان تمام اخبارات کو اس دن کاٹ کر بھیجا گیا تھا، جیل میں یہ پہلا دن نہیں تھا کہ اخبار کے صفحوں میں سے خبریں کاٹ کر نکال دی گئی تھیں بلکہ جیل میں یہ قانون مدتوں سے رائج ہے کہ جب کبھی کسی اخبار میں جیل حکام کے خلاف کوئی خبر یا مضمون شائع ہو تو اسے اخبار میں سے نکال کر ہی اخبار کو جیل میں پڑھنے کے لئے بھیجا جائے، جیل میں اخبارات سبھی زبانوں میں روزانہ آتے ہیں جو کہ کوئی بھی قیدی لائبریری میں جا کر پڑھ سکتا ہے، اور جو لوگ چاہیں وہ اپنے خرچ پر اخبار بیرک میں بھی منگوا سکتے ہیں، میں نے ابتدائی دنوں میں ہی دو اخبار جن میں ایک اردو اور ایک پنجابی روزنامہ تھا اپنے لیے لگوائے تھے ان اخبارات کا کوئی زیادہ فائدہ تو نہیں تھا لیکن ہاں روزانہ کی لوکل خبروں میں یہ ضرور معلوم ہو جاتا تھا کہ جیل میں نئے آنے والوں میں سے مسلمان کتنے ہیں۔

۱۲ربیع الاول کے موقعہ پر جیل میں جلسۂ سیرت النبی ﷺ

امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی محبت ہی ایمان ہے، آپ ؐ ہی کی ذات گرامی کی وجہ سے دنیا قائم ودائم ہے اور ہم جیسے گنہگار بھی باطل طاقتوں کے

ساتھ ٹکرانے کے باوجود آپؐ ہی کے صدقے کامیاب ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالی نے اپنے محبوب حضرت محمدﷺ کے نام مبارک میں ہی وہ برکتیں اور طاقتیں رکھی ہیں کہ کمزور سے کمزور فرد بھی آپﷺ کا ذکر کرے تو توانا ہوجائے، ہم سب ساتھیوں کا جیل آنا بھی اپنے پیارے رسول حضرت محمدﷺ کے ساتھ ایمانی تعلق کی وجہ سے ممکن ہوا ورنہ کہاں ہم گنہگار لوگ اور کہاں تاج ختم نبوتؐ کے تحفظ کا یہ عظیم کام، ایام اسیری کے دوران جب جب بھی ماہ ربیع الاول آیا تو ہم نے اللہ تعالی کی مدد اور رحمتوں کو ہمیشہ پہلے سے زیادہ محسوس کیا ۲۰۰۴ء ماہ مئی میں تین تاریخ کو بارہ ربیع الاول کے موقعہ پر بھی لدھیانہ سنٹرل جیل میں باقاعدہ جلسہ سیرت النبیﷺ کا انعقاد کیا گیا جس میں باہر سے مجلس احرار اسلام کے ارکان میں سے چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی، مولانا سکندر احراری، محمد عارف احراری اور پیر ضیاء الحق تشریف لائے، یہ تقریب چھ نمبر بیرک میں منعقد کی گئی، اور الحمد للہ اس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ بڑی تعداد میں غیر مسلم قیدیوں نے بھی شرکت کی اور نعتیہ پروگرام تقریباً دو گھنٹے جاری رہا جس کے بعد میرا سیرت رسولﷺ پر پنجابی زبان میں تفصیلی خطاب ہوا، یہ تقریب صبح گیارہ بجے شروع ہوکر نماز ظہر اور پھر نماز عصر کے بعد بھی جاری رہی، مجھے یاد ہے کہ ان دنوں میں سیرت پاک رسول اللہﷺ پر اکثر پنجابی زبان میں نعتیہ کلام پڑھا کرتا تھا جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

جتھے میرے حضورؐ دے قدم لگے اس تھاں ورگی کوئی تھاں نہیوں
جس دیاں قسماں عرش تے رب کھاویں ایڈا سوہناں کسے داناں نہیوں

تے جھڑی میرے حضورؐ دا منھ چمے اس ماں ورگی کوئی ماں نہیوں
چلو چلیئے جالیاں کول بہیئے اودی چھاں ورگی کوئی چھاں نہیوں

مولانا نور محمد چندینی کی آمد

انہی دنوں مجلس احرار اسلام ہریانہ صوبہ کے صدر مولانا نور محمد صاحب چندینی ضعف عمری کے باوجود ہم لوگوں سے ملاقات کے لئے لدھیانہ جیل تشریف لائے، آپ کے ساتھ فرید آباد احرار کے صدر مولوی علی جان بخاری بھی تھے، مولانا نور محمد چندینی میرے دادا مرحوم کے ساتھیوں میں سے ہیں، تقسیم ہند کے بعد پنجاب اور ہریانہ ہماچل میں جن حضرات نے دینی خدمات انجام دیں ان میں ایک بڑا نام مولانا نور محمد چندینی صاحب کا ہے، مجلس احرار اسلام ہند کے پلیٹ فارم سے آپ فتنہء قادیانیت کے خلاف ایک جاں باز سپاہی کی طرح ہیں، ہمیشہ ہی حق بات کہنے میں پیش پیش رہتے ہیں لدھیانہ سینٹرل جیل میں جن اکابرین نے متعدد بار شرف ملاقات بخشا ان میں پہلا نام مولانا نور محمد چندینی کا ہی ہے، آپ بار بار ہم لوگوں سے ملنے آتے رہے اور اس دوران باہر بھی آپ نے فتنہء قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ہریانہ میں بڑی خدمات انجام دیں۔

جیلر کی طرف سے بدلہ لینے کی ناکام کوشش

جون ۲۰۰۴ء کی بات ہے کہ صرف چار ماہ بعد ہی جیلر جگجیت سنگھ نے ہم سے بدلہ لینے کی ناکام کوشش کی کہ اس نے اپنے خاص مخبروں کی طرف سے بنائی گئی جھوٹی اطلاع پر اچانک تیس جون کی دوپہر کو جیل میں کئی درجن سپاہی بلوا کر

ہمارے کمرہ کی تلاشی لینے کی تیاری کی اس کام کو انجام دینے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ پوری جیل کو بند کر دیا گیا، جگہ جگہ سپاہی تعینات کئے گئے، ہم لوگ اس وقت اپنے بیرک سے منسلک کوٹھری میں تھے کہ اچانک کئی درجن سپاہیوں کے ساتھ جیلر جگجیت سنگھ آ پہنچے اس وقت بھی ہم لوگ اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول تھے، دراصل جگجیت سنگھ کو اس کے خاص چمچوں نے یقین دلوایا کہ عثمان بھائی کے پاس جیل میں موبائل فون رکھا ہوا ہے، خبر چاہے غلط تھی لیکن جیلر اپنے زعم میں ہم تک آ پہنچا، دوپہر کے وقت تالا بھی کھلا تھا اور دروازہ بھی، میں نے جیلر کو دیکھا تو علیک سلیک کے بعد پوچھا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی، عجیب سی گھبراہٹ میں کہنے لگا کہ کچھ نہیں ویسے ہی ادھر سے گذر رہا تھا تو سوچا آپ کو ملتا چلوں میں نے چائے کے لئے پوچھا لیکن انہوں نے معذرت چاہی اور الٹے پاؤں واپس چلے گئے، جس کے بعد شام کو مجھے جیل کے ڈپٹی سپریڈنٹ جو کہ میرے بے تکلف دوست بن گئے تھے وجے کمار نے بتایا کہ آج تو جیلر صاحب بڑے گھن گرج کے ساتھ پوری جیل بند کروا کر آپ لوگوں کو گھیرنے گئے تھے، تمام ماتحتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ میاں صاحب کی بیرک اور کمرہ کی ہر ایک چیز کی تلاشی لی جائے لیکن ہم سب اس وقت حیران ہوئے کہ جیلر صاحب گئے تو بڑی اکڑ سے تھے لیکن آپ لوگوں کا حال چال پوچھ کر بڑی مایوسی سے واپس آ گئے، میں نے ڈپٹی جیلر وجے کمار جی کو کہا کہ ہماری حفاظت اللہ تعالی کے سپرد ہے اس جیسے سرکش افسران اللہ کی طاقت کے سامنے خوف زدہ ہو جایا کرتے ہیں اور پھر اسی دن شام کو جیلر صاحب کا پیغام آ گیا کہ مجھ سے ملنے دفتر میں آئیں، میں جب

ان سے ملنے گیا تو کچھ خاموشی کے بعد بولے کہ آئی ایم سوری میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ آج پھر میں غلطی کرنے لگا تھا، مجھے ایسا لگا کہ جیسے کوئی طاقت مجھے تنبیہ کر رہی ہو، اس وقت سے طبیعت بے چین ہے، اسی لئے آپ کو بلوایا اور پھر بہت دیر تک مجھ سے گفتگو کرتے رہے اس دوران میں نے انہیں چند مشورے دئے کہ آپ اپنا رویہ ملازمین اور قیدیوں کے ساتھ تبدیل کریں، طاقت کے ساتھ محبت کی آمیزش کر دی جائے تو بگڑتے کام بھی بن جاتے ہیں، اس واقعہ کے بعد جیلر جگجیت سنگھ میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں اور پھر ۳/ اگست ۲۰۰۴ء میں ان کی بدلی ہوگئی اور آپ کی جگہ سردار کلدیپ سنگھ نئے جیلر بن کر آئے ، کلدیپ سنگھ ہمارے پرانے جاننے والے تھے کیونکہ وہ ہمارے ایام اسیری کے ابتدائی دنوں میں لدھیانہ سنٹرل جیل کے ڈپٹی جیلر رہ چکے تھے اور اب ترقی حاصل کرنے کے بعد دوبارہ آئے تھے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میری دادی محترمہ نے دس سال کی عمر میں مجھے یہ بات سمجھائی کہ بیٹا روزانہ صبح کو یٰسین شریف کی تلاوت کی جائے تو کوئی بھی طاقت انسان پر غالب نہیں آسکتی اور بچپن سے لیکر آج تک میرا کبھی یہ معمول الحمدللہ نہیں چھوٹا، جیلر کا وسیع انتظامات کے باوجود ہمارے دروازہ کی چوکھٹ سے مایوس لوٹنا قرآن پاک کی انہی برکتوں کے سبب ممکن ہوا ہے ورنہ دنیاوی طور پر بڑے سے بڑا طاقتور آدمی جیل میں معمولی ملازمین سے بھی خوف زدہ نظر آتا ہے۔

تحفظ ختم نبوتؐ کورس

لدھیانہ سنٹرل جیل میں رہتے ہوئے لگاتار اردو اور ہندی زبان میں اخبار الاحرار جاری تھا کہ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسلامی مدارس کے طلبہ کے لئے عقیدہ ختم نبوت ﷺ کا ایک مواصلاتی کورس شروع کیا جائے جس کے ذریعہ عزیز طلبہ اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کے متعلق اور زیادہ علمی اور بنیادی حقائق کو سمجھ سکیں نیز فتنہ قادیانیت کی شرانگیزیوں سے ان کو آگاہ کیا جا سکے، اس کام کی ابتداء کے لئے ہم نے سب سے پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ ملتان کے دفتر سے خطوط کے ذریعہ رابطہ کرنے کی کوشش کی جو کہ ناکام رہی، لیکن انہی دنوں میری دادی محترمہ پاکستان کے سفر پر گئی ہوئی تھیں جہاں ان کے برادران بالترتیب جناب آغا محمد خالد لدھیانوی، مولانا محمد عمر لدھیانوی، مولانا محمد عباس لدھیانوی، پیر محمد صدیق لدھیانوی، مولانا محمد زبیر لدھیانوی اور مولانا احمد سعید لدھیانوی ببر شیر قیام پذیر ہیں، دادی محترمہ کو ان کے برادران نے میرے لئے بہت سی کتابیں دیں اور دادی محترمہ کے ہی بدست مجلس احرار اسلام پاکستان کے جناب سید کفیل بخاری صاحب نے بھی بہت سی کتب اور رسائل بھجوائے جن میں ایک کتابچہ کورس کے متعلق بھی دستیاب ہو گیا، اس طرح عقیدہ ختم نبوتؐ کے متعلق یہ کورس تیار کیا گیا، اور اس ضمن میں الاحرار میں اعلان بھی جاری کر دیا گیا۔

ایک رات تالا کھلا رہ گیا

دسمبر کی سخت سردی اور کہرے کی رات میں عشاء کی نماز پڑھ کر ہم لوگ

فارغ ہوئے تو اس طرف دھیان گیا کہ آج شام کی بندی کے بعد ابھی تک کوئی سپاہی ہمارے کمرہ کو تالا لگانے کے لئے نہیں آیا ہے، اور پھر ہم لوگ کھانا وغیرہ تناول کر کے معمولات سے فراغت کے بعد لیٹ گئے، رات تقریباً ایک بجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ابھی تک تالا نہیں لگایا گیا ہے، میں نے اٹھ کر سلاخوں میں سے ہاتھ باہر نکال کر خود ہی اپنے گیٹ کو باہر سے بند کر دیا تاکہ رات میں اگر کوئی افسر دورے پر آئے تو دروازہ کھلا دیکھ کر متعلقہ جیل پولیس سپاہی کے خلاف کہیں کوئی قانونی کاروائی نہ کر دے، ان دنوں ہماری جیل کا چکر حولدار ٹھا کر بلدیو سنگھ تھا، ٹھاکر نہایت ہی شریف اور خوش اخلاق طبیعت کا مالک تھا اور یہ ذمہ داری بھی چکر حولدار پر عائد ہوتی تھی کہ تمام تالا بندی درست ہو، صبح جب تالا کھولنے کے لئے ٹھاکر جی آئے تو باہر سے لگی ہوئی کنڈی دیکھ کر انہیں اپنی غلطی اور سارا ماجرا سمجھ میں آ گیا، ٹھاکر نے تشکر کے آنسوؤں کے ساتھ ہم سب کا شکریہ ادا کیا کہنے لگے کہ واقعی مسلمانوں کا ایمان انہیں ہر ایک غلط کام سے روکتا ہے، اگر آپ لوگوں کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اس موقعہ کا فائدہ اٹھا کر جیل سے فرار ہو جاتا، میں نے انہیں کہا کہ ٹھاکر جی ہم لوگ صرف اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس کی رضا میں راضی ہیں ورنہ یہ سلاخیں اور تالے ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

پیشی والے دن کچہری کا منظر

قادیانیوں کے ساتھ چھ سال کے عرصہ میں عدالت میں تقریباً ایک سو سے زائد مرتبہ ہم لوگوں کی پیشی ہوئی، پیشی والے دن ہمیں لدھیانہ جیل سے پنجاب

پولیس کی علیٰحدہ گارد عدالت لیکر جایا کرتی تھی کیونکہ عام قیدی جو روزانہ کچہری جاتے تھے ان کی تعداد کئی سو افراد پر مشتمل ہوتی تھی، اور حکومت کے مطابق ہمارا ان قیدیوں کے ساتھ جانا سیکورٹی کے لحاظ سے خطرناک تھا اس لئے ہر ایک پیشی پر پولیس لائن سے ہم لوگوں کے لئے اسپیشل گارد آیا کرتی تھی، پیشی والے دن ہم لوگوں کے عدالت پہنچنے سے قبل ہی چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی جناب غلام حسن قیصر اور مدرسہ کے چند طلبہ صبح ہی کچہری پہنچ جایا کرتے تھے جبکہ دیگر تمام ملنے والوں کو ہمیشہ بعد دوپہر کا وقت دیا جاتا تھا کیونکہ صبح جاتے ہی سب سے پہلے عدالت کی کاروائی شروع ہوتی تھی جو کہ بعض اوقات بہت طویل چلا کرتی تھی جس میں ہماری طرف سے ایڈوکیٹ چتر سنگھ جالندھری اور شری پون کمار گھئی ہی زیادہ تر پیش ہوا کرتے تھے، عدالت کی کاروائی کے بعد ہمارا یہ معمول تھا کہ پولیس پارٹی کے پہرہ میں ہم لوگ عدالت کے احاطہ میں واقع پارک میں نماز ظہر با جماعت ادا کرتے تھے اور پھر ہر ایک پیشی والے دن گھر سے امی جان تمام لوگوں کے لئے کھانا بنوا کر بھجواتی تھیں جو کہ پچاس سے زائد افراد کے لئے ہوا کرتا تھا، اور الحمد للہ سب لوگ شکم سیر ہو کر کھایا کرتے تھے، اور پھر شہر سے ملنے والے افراد اور خاندان کے احباب کا تانتا لگ جاتا تھا، تقریباً ہمیشہ نماز عصر سے پہلے ہم لوگ واپسی کیا کرتے تھے، اس دوران اس دن ہوئی کاروائی کی کاپیاں بھی اپلائی کر دی جاتی تھیں، پیشی کا دن ہم سب کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہوا کرتا تھا کیونکہ ہمیں قتل کے اس جھوٹے مقدمہ میں قانونی کاروائی کے دوران اس بات کی مکمل امید تھی کہ سچائی اور حق کی جیت ہوگی۔

ڈپٹی جیلر کی پیشکش برائے صلح اور ہمارا انکار

قید کے ان سالوں میں جیل کے کئی افسران کے ساتھ ہمارے بے تکلفانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے انہی افسران میں سے ایک ہمارے عزیز ایس پی کھنہ صاحب بھی ہیں، آپ کے ساتھ گذشتہ سولہ سترہ سالوں سے ہمارا قریبی تعلق ہے جن دنوں ہم اسیر تھے آپ ڈپٹی جیلر ہوا کرتے تھے، ان دنوں آپ جیل محکمہ میں آئی جی ہیں، ان گذشتہ سالوں میں ہر ایک ماہ آپ سے ملاقات یا فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے، ۲۰۰۵ء کی بات ہے جب آپ لدھیانہ میں ڈپٹی جیلر تعینات تھے تو ایک دن مجھے اپنے دفتر میں بلوایا مستقیم بھائی بھی میرے ساتھ تھے کہنے لگے کہ آج آپ سے بہت خاص بات کرنی ہے، اور پھر رسمی گفتگو کے بعد گوش گذار ہوئے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی آپ کے مخالفوں کے ساتھ صلح کروا دیں کیونکہ مجھے آپ لوگوں سے بہت محبت ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ آپ لوگ یہاں جیل میں اپنا وقت ضائع نہ کریں، مجھے ان کی بات سن کر بڑی حیرانی ہوئی، میں نے انہیں کہا کہ کھنہ صاحب صلح کس بات کی؟ وہ کہنے لگے کہ اگر آپ لوگ صرف اتنا وعدہ کر لیں کہ قادیانیوں کے خلاف بولنا بند کر دیں گے تو معاملہ حل ہو سکتا ہے، میں مسکرایا اور کہنے لگا کہ کھنہ صاحب آپ بھول رہے ہیں کہ ہم پر قتل کا مقدمہ درج ہوا ہے، کسی کے خلاف بولنے کا نہیں وہ ہنسنے لگے اور بولے کہ یہ آپ کو بھی پتہ ہے کہ قادیانی آپ کے خلاف کیوں ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا مطلب آپ تو یہ سمجھ ہی گئے کہ ہم پر یہ دائر کروایا گیا مقدمہ جھوٹا ہے، وہ زیرلب

مسکرانے لگے، میں نے کہا کہ میں اگر پوچھوں گا بھی تو آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ قادیانیوں میں سے کس نے اس پیشکش پر گفتگو کرنے کے لئے کہا ہے، کھنہ صاحب نے مسکرا کر جواب دیا کہ اپ ان باتوں کو چھوڑ یئے اور آپ یہ بتائیں کہ آپ لوگ صلح کر کے جیل سے رہا ہونا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ میں نے انہیں کہا کہ ہمیں ہرگز آپ کی یہ پیشکش قبول نہیں کسی بھی قیمت پر قادیانیوں کے ساتھ اپنے مقدمہ کو لیکر ہم اپنے عقیدہ کا سودا نہیں کر سکتے ہمارے نزدیک قادیانی جماعت انگریزوں کے دور میں بھی ٹوڈیوں کی تھی اور آج بھی غدار ہے، الحمدللہ ہمیں کوئی خوف نہیں ہے، اللہ کی رضا میں ہم لوگ راضی ہیں اور آپ انہیں یہ بتا دیں کہ احراری اور علماء لدھیانہ کے فرزند بدترین حالات میں بھی دشمن کے ساتھ صلح کے بجائے آزمائش کے دور کو پسند کرتے آئے ہیں، اس طرح جیلر صاحب اس معاملہ میں خاموش ہو گئے۔

بلی کی رہائی

تاریخ اسلام میں اہل ایمان کے گھروں میں بلیاں پالنے کے بہت سے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں حتیٰ کہ پیارے نبی ﷺ کے صحابہ کرام کی جماعت میں سے مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ کی بلیوں کے ساتھ محبت دیکھ کر رسول ﷺ نے آپ کو ابو ہریرہ کا لقب عطا فرمایا جس کے بعد اس دن سے لیکر آج تک تمام امت آپ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

جن دنوں ہم جیل میں تھے تو کہیں سے بلی کا چھوٹا سا بچہ آ گیا جسے ہم نے پال لیا، اسے اس حد تک تربیت دی کہ وہ بنا اجازت کھانے پینے کی کسی چیز میں منھ نہیں لگا تا تھا اور کبھی کسی بستر پر گندگی بھی نہیں چھوڑتا تھا یہ بلی ہمارے پاس تقریباً ایک سال رہی، اس دوران ہمارے بیرک کے ایک ضعیف قیدی عقیق احمد خان جن کا تعلق اتر پردیش بریلی سے تھا کی جس دن رہائی ہونی تھی تو خان صاحب کہنے لگے کہ یہ بلی مجھے دے دیں میں اپنے گھر لیکر جاؤں گا، میں نے انہیں ایک چادر میں لپیٹ کر بلی سونپ دی اور جیل حکام کو جب اس بات کا علم ہوا کہ ایک قیدی کے ساتھ ایک بلی بھی باہر جا رہی ہے تو وہ بھی مسکرانے لگے اس طرح یہ بلی رہا ہو کر لدھیانہ سے یوپی کے شہر بریلی پہنچ گئی۔

سردار سمرن جیت سنگھ مان کی طرف سے معافی کا اعلان

شرومنی اکالی دل مان کے صدر اور پنجاب کے علیحدگی پسند سکھ لیڈر اور سابقہ آئی پی ایس افسر سردار سمرن جیت سنگھ مان جو کہ عرصہ دراز سے صوبائی سیاست میں سرگرم ہیں نے قادیانیوں کے سالانہ جلسہ میں پاکستانی مرزائیوں کو ویزا دینے کے لئے حکومت ہند کو 9 نومبر 2003 کو سفارشی خط ارسال کیا جو کہ قادیانی جماعت نے اخبارات میں بھی شائع کروایا اس خط میں مان نے قادیانیوں کو مسلمان بتا دیا، جس کی ابو جان نے مجلس احرار اسلام ہند کی طرف سے نہ صرف سخت الفاظ میں مذمت کی بلکہ ان کے اس بیان کے بعد احتجاج کا سلسلہ بھی شروع کیا، جیل سے ہم لوگوں نے اس ضمن میں کئی پوسٹر تیار کر کے باہر بھیجے،

احرار کی اس تحریک کا علم جیسے ہی مان صاحب کو ہوا تو انہوں نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے قادیانیوں اور مسلمانوں کے اختلافات معلوم کئے جب یہ بات بالکل آشکار ہوگئی کہ یہ معاملہ تو سکھوں اور نرن کاریوں والا ہے، انہوں نے فوراً اپنا بیان واپس لیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ان کے بیان سے اگر مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں، دراصل مان سے یہ بات کہلوانے کے پیچھے قادیانیوں کی سازش تھی جو کہ احرار کی بروقت کارروائیوں سے ناکام ہوگئی۔

جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کی تعمیر کا ارادہ

۲۰۰۵ء ہمارا جیل میں یہ چوتھا سال تھا، اس دوران ہم نے یہاں بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھے، کھٹے میٹھے واقعات بھی رونما ہوئے، اس دوران میرا خیال تھا کہ جیل میں کوئی ایک بیرک ہمیشہ کے لئے مستقل طور پر ریزرو کردی جائے اس ضمن میں ایک روز میں اور چچا غازی عبید الرحمٰن اور غازی محمد مستقیم احراری ڈپٹی جیلر ایس پی کھنہ کے پاس گئے اور ہم نے اپنی یہ بات رکھی کہ جس طرح جیل میں دیگر مذہبی عبادت گاہیں مستقل علاحدہ تعمیر کی گئی ہیں اسی طرح ایک مسجد بھی ہو، اس لئے ایک بیرک ہمیں دے دی جائے، کھنہ صاحب نے ہماری بات سنی اور مسکرا کر کہنے لگے کہ ہمیشہ کے لئے بیرک الاٹ کرنا مشکل کام ہے، میں نے انہیں کہا کہ آپ پھر ایسا کریں کہ آپ ہمیں جیل میں جگہ مہیا کروائیں ہم باقاعدہ مسجد تعمیر کریں گے وہ میری بات سے متفق نظر آئے اور اسی وقت ہم تینوں افراد کو لیکر جیل سپریڈنٹ سردار کلدیپ سنگھ کے دفتر میں لے گئے جہاں انہوں نے

ہماری مکمل بات جیلر صاحب کو بتائی، سردار کلدیپ سنگھ جو کہ نہایت اعلیٰ اور خوبرو شخصیت کے مالک ہیں نے نہ صرف ہماری بات کو سنجیدگی سے لیا بلکہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ہمیں کہا کہ آپ لوگ مجھے درخواست لکھ کر دیں میں اپنے اعلیٰ حکام سے منظوری لیکر جیل میں مسجد کے لئے جگہ دلوانے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن تعمیر کے تمام اخراجات آپ لوگوں کو ہی برداشت کرنے ہوں گے، جیلر صاحب کی یہ بات سن کر میں نے کہا کہ آپ میرے ابو جان بڑے شاہی امام صاحب سے ابھی رابطہ کیجیئے اور ہماری بھی بات کروایئے چنانچہ جیلر صاحب نے فون پر اسی وقت رابطہ کیا جس پر ابو جان نے بھی نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ جیل محکمہ کی طرف سے اگر مسجد تعمیر کرنے کی اجازت ملتی ہے تو تعمیر کا مکمل خرچ ہم اٹھائیں گے اس دوران میں نے بھی ابو جان کے سامنے یہ مطالبہ رکھ دیا کہ جیل میں بننے والی اس مسجد کی تعمیر کے مکمل اخراجات ہم لوگ اپنے گھر سے ادا کریں گے کسی قسم کا کوئی چندہ نہیں کیا جائے گا ابو جان نے فوراً اس بات کا بھی مسکرا کر جواب دیا کہ ان شاء اللہ اگر یہ مسجد تعمیر ہوتی ہے تو خانوادہ لدھیانہ کی طرف سے بنائی جائے گی۔

دوسرے دن صبح ہی میں اور بھائی مستقیم تحریری طور پر ایک درخواست جیلر صاحب کو دے آئے جس پر انہوں نے کاروائی شروع کردی، جس کے ایک ہفتہ کے بعد ہی جیل کے ڈی آئی جی مسٹر دتا نے اس بات پر اپنی رضامندی دکھاتے ہوئے جیل میں مسجد بنائے جانے کی منظوری کی فائل اس وقت جیل محکمہ کے اے ڈی جی پی مسٹر وردی کو بھیج دی، اور الحمد للہ وہاں سے بھی منظوری آگئی جسے

ہمارے جیلر کلدیپ سنگھ نے جیل کے روزنامچہ میں اندراج کر کے ہم لوگوں کو وہی جگہ دیدی جو ہم نے منتخب کی تھی، اس جگہ کا بھی عجیب اتفاق ہے کہ جن دنوں ہم لوگ نئے نئے جیل پہنچے تھے تو ہماری بیرک کے بالکل ساتھ جیل میں آٹے کی چکی لگی ہوئی تھی، جسے ان دنوں ایک مسلمان قیدی ننکو خان چلاتا تھا میں اور مستقیم بھائی جب چکی پر گئے تو چکی کے سامنے سر سبز گراؤنڈ کو دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اے کاش اس چکی والی جگہ پر ایک خوبصورت مسجد ہوتی تو بہت اچھا لگتا، پھر دیکھئے اللہ کی قدرت آج چار سال بعد یہی جگہ ہم نے منتخب کی کیونکہ یہاں پر لگی عارضی چکی نئی جگہ منتقل کر دی گئی تھی اور نئی چکی بننے کے بعد دو سال سے یہ جگہ خالی پڑی تھی، ان دنوں ڈی آئی جی دتا صاحب دورے پر آئے، ہمارے مطالبہ کے مطابق جگہ دیکھی اور منظوری کی خوشخبری دے کر گئے، اس طرح ملک کی جیلوں میں باقاعدہ تعمیر ہونے والی اس پہلی مسجد کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

اسی دران ڈپٹی جیلر ایس پی کھنہ صاحب نے ہمیں بلا کر کہا کہ جیل میں سنٹرل احاطہ سے بی کے یو کے درمیان پیدل جانے والی پگڈنڈی کے بائیں طرف ایک میل لمبی اور چار فٹ چوڑی ایک بنیاد بند پڑی ہے جو کہ کچھ سال قبل دیوار کے لئے بنائی گئی تھی لیکن حکومت کا ارادہ تبدیل ہونے کی وجہ سے ہزاروں اینٹیں اس بنیاد میں ہی رہ گئیں، انہوں نے کہا کہ آپ لوگ چاہیں تو یہ بنیاد کھود لیں اور یہ اینٹیں مسجد کی تعمیر کے کام میں لگالیں، آج بھی میں سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہم ۸۰ مسلمان ایک دن صبح کو وہ بنیاد کھودنے میں لگے اور شام تک ہم زمین میں سے پیتالیس ہزار اینٹیں نکال کر مسجد کی تعمیر والی جگہ پر رکھ چکے تھے،

اہل ایمان میں بلاشبہ یہ طاقت اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے موجزن ہوتی ہے، اس کارنامہ پر کھنہ صاحب اور جیل کے سبھی ساتھی حیران رہ گئے تھے۔

جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کا سنگ بنیاد

مسجد کی تعمیر کے لئے تمام تر تیاریاں طوفانی انداز میں مکمل کر لی گئیں، کام کرنے والے افراد کی کمی نہیں تھی، ہمیں صرف سامان کی ضرورت تھی جو کہ ابو جان نے بھجوانا شروع کر دیا تھا، سیمنٹ، ریت، بجری اور دیگر ضرورت کی چیزیں گاڑیوں میں بھر بھر کے ہمارے پاس جیل میں پہنچ گئیں اور پھر ۲۲/فروری ۲۰۰۵ء کو ابو جان حضرت مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے اس مسجد کا نام مسجد ختم نبوتؐ رکھنے کے ساتھ جیل پہنچ کر اس کا سنگ بنیاد رکھا، اس موقعہ پر آپ نے رقت آمیز دعا بھی کروائی اور پھر اس دن کے بعد ہم سب ساتھی مزدور، مستری اور کاریگر بن گئے، دیگر تمام سرگرمیاں چھوڑ کر مسجد کا کام زور و شور کے ساتھ شروع کر دیا گیا، جیل میں مسلمان قیدیوں کے درمیان جو راج مستری تھے وہ اپنی خدمت دینے کے لئے آگے آگئے، اسی طرح جس قیدی کو جو کام آتا تھا اور جو جس فن میں ماہر تھا مسجد کے کام میں حصہ لینا شروع کر دیا، ان دنوں سہارنپور کے کچھ لکڑی کے مسلم کاریگر جیل میں تھے انہوں نے پلستر پر نقاشی کا کام شروع کر دیا، بیس پچیس مسلمان اینٹیں تراشنے لگے جو کہ محرابوں اور میناروں میں لگائی جانے لگی، اور کچھ لوگوں نے بجلی کا کام اپنے ذمہ لے لیا، سینٹری کا کام جاننے والے پانی کی پائپ لگانے لگے، دو مستری حوض کی تیاری کرنے لگے، اس مسجد کا

نقشہ تین دن کی سخت محنت کے بعد میں نے خود تیار کیا تھا اور تمام مستری صاحبان اور ساتھیوں کو بٹھا کر کاغذ پر سب کو اچھی طرح سمجھایا تا کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہ جا ئے، بلند و بالا بننے والے دو مناروں کے لئے الگ سے دو بنیادیں کھودی گئیں اور کل مسجد کی بنیادوں کو تین حصوں میں بانٹا گیا جس میں پہلے مسجد کا اندرونی حصہ پھر برآمدہ کا حصہ اور پھر صحن کا حصہ رکھا گیا، بائیں طرف کی جگہ میں حوض تیار کیا گیا اور مسجد کے سامنے اتنے ہی رقبہ میں ایک خوبصورت پارک لگانا شروع کردیا گیا جیل میں مسجد ختم نبوّت کی تعمیر جس انداز اور محبت کے ساتھ ہوئی ہے اس پر میں ایک علاحدہ سے کتاب لکھنے بیٹھ جاؤں تو کوئی بڑی بات نہیں ہوگی، اس خوبصورت مسجد کو دیکھ کر فن کار اور انجینئر جلدی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ یہ تمام کام صرف پانچ ماہ میں مکمل کئے گئے ہیں لیکن اگر عشق و جذبہ کے لحاظ سے دیکھیں تو ایسے کمالات کوئی مشکل کام نہیں ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے جیلر سردار کلدیپ سنگھ ہر ایک ہفتہ مسجد کی تعمیر کو دیکھنے کے لئے آتے تھے اور ہر مرتبہ انہیں عمارت میں ایک نئی چیز دکھائی دیتی جس پر خوشی کا اظہار کرتے، اللہ تبارک وتعالی کا کرم رہا کہ اس قلیل سی مدت میں یہ تاریخی مسجد مع دو کمروں کے جس میں سے ایک امام مسجد کے لئے اور دوسرا لائبریری کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے بن کر تیار ہوگئی، مسجد کو اعلیٰ ترین رنگ وروغن کیا گیا فرش میں سنگ مرمر لگایا گیا اور جدید طرز کی بجلی فیٹنگ کی گئی، بلند و بالا خوبصورت مینار کھڑے ہوگئے جن پر لاؤڈ اسپیکر نصب کردیا گیا اور بالآخر ۵/ اگست ۲۰۰۵ء کو ایک عظیم الشان تقریب کا انعقاد کر کے ابو جان اور جیلر صاحب کے بدست ملک کی تمام جیلوں

میں باقاعدہ بننے والی اس پہلی مسجد کا افتتاح کر دیا گیا، جس کے ساتھ ہی اذان بلند ہونے لگی جو کہ سینٹرل جیل کے ساتھ ساتھ قریب کی زنانہ اور بچوں کی جیل میں بھی سنائی دینے لگی، الحمدللہ آج بھی یہ مسجد قائم ہے اور جیل میں آنے والے لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے، اس مسجد میں یادگار کے طور پر لدھیانہ میں انگریزوں کی بنائی ہوئی پرانی جیل کے کھنڈرات میں سے سلاخوں کی ایک بڑی جالی اور ایک لکڑی کا شہتیر کا استعمال کیا گیا ہے۔

مؤذن کا قبول اسلام

لدھیانہ سینٹرل جیل میں بن کر تیار ہوئی مسجد ختم نبوّت میں ان دنوں ایک ۵۶ سالہ غیر مسلم بزرگ روزانہ خدمت کرنے کے لئے آتے تھے، وہ ایک پرانے مقدمہ میں سزا رہ جانے کی وجہ سے قید میں تھے اکثر بڑی صفائی کے ساتھ وہ ان اینٹوں کو تراشتے تھے جو کہ محراب میں لگائی جا رہی تھیں، اور مجھے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان جی پہلی اذان میں دوں گا، میں ان کی بات پر مسکراتا تھا لیکن جواب نہیں دیتا تھا شاید ان کو کسی نے بتا دیا کہ آپ اذان نہیں دے سکتے، اذان دینے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہوتا ہے، اور پھر بات آئی گئی ہوگئی، لیکن جس دن مسجد کا افتتاح تھا اور جب اذان کا وقت ہوا تو وہ بڑے میاں آگے بڑھے اور انہوں نے مجھے پنجابی میں کہا کہ اذان میں دوں گا میں مسکرایا تو کہنے لگے ہاں ہاں میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میں نے اپنا نام بھی عبداللہ رکھ لیا ہے، اتنا کہتے ہوئے مجھ سے بغل گیر ہوئے اور ہم دونوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، مسجد

کے اس غیر مسلم مستری نے اینٹیں تراشنے کے ساتھ ساتھ اپنا دل بھی تراش لیا تھا، چہرہ پر پہلے سے ہی سفید داڑھی تھی جس پر اب اسلام کا نور برسنے لگا تھا بعد میں انہوں نے مجھے بتایا کہ گذشتہ تین ماہ سے میں نے مسجد میں تعمیر کے ساتھ ساتھ تمام کلمے اور نمازیں اپنے چند ساتھیوں سے پوچھ پوچھ کر سیکھ لی تھیں اور میرا ارادہ تھا کہ یہ خوبصورت دین قبول کر کے اس مسجد کی پہلی اذان میں ہی دوں گا، اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی، اس گفتگو کے بعد میں نے پہلی نماز کی امامت کروائی، اس طرح یہ دن بہت ہی خوبصورت یادوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، ان دنوں الاحرار میں مسجد ختم نبوتؐ کے افتتاح سے متعلق مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی۔

لدھیانہ جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کا افتتاح

لدھیانہ 5 اگست (پریس ریلیز) لدھیانہ سینٹرل جیل میں مجلس احرار اسلام ہند کے تعاون سے تعمیر ہونے والی برصغیر کی جیلوں میں اول مسجد ختم نبوتؐ کی افتتاحی تقریب مجلس احرار اسلام ہند کے قومی صدر مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ بعد نماز جمعہ سے لیکر عصر کی نماز تک ہوئی اس عظیم الشان تقریب میں امیر احرار مدظلہ کے ہمراہ احرار کے قومی ترجمان عتیق الرحمٰن لدھیانوی، مجلس احرار اسلام ہریانہ کے صدر مولانا نور محمد چندینی، مجلس احرار اسلام اترانچل کے صدر قاری نسیم منگلوری، بزم حبیب کے صدر غلام حسن قیصر، مالیرکوٹلہ کی معروف دینی شخصیت حافظ محمد اسرائیل صاحب، جالندھر کے

مسلم لیڈر جناب نثار احمد قاسمی شامل ہوئے۔جیل محکمہ خانہ جات کی جانب سے لدھیانہ جیل کے جیلر جناب کلدیپ سنگھ، ڈپٹی جیلر شری ایس پی کھنہ، اسسٹنٹ ڈپٹی شری رام سنگھارا سنگھ، اقبال سنگھ، نواب دین کلرک نے شرکت کی۔

افتتاحی تقریب کی نظامت اسیرِ ختم نبوتؐ مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی (نائب شاہی امام) نے فرمائی۔اس تقریب میں لدھیانہ جیل میں مقید تمام مسلم اسیران کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں نے بھی شرکت کی۔ نیز خصوصی دعوت پر باہر سے حلقہ احرار میں سے کئی افراد نے تقریب کو رونق بخشی۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی مدظلہ نے کہا کہ تاج ختم نبوت ﷺ کی حفاظت مجلس احرار کا نصب العین ہے اور احرار اپنے موقف پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔انہوں نے کہا کہ جیلوں میں دین کو قائم کرنا ہمارے اکابرین کی سنت ہے۔ہمیں خوشی ہے کہ رضا کاران احرار نے سینٹرل جیل لدھیانہ میں مسجد ختم نبوتؐ کی تعمیر کر کے تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

امیر احرار نے کہا کہ یہ خوشی کی بات ہے کہ ختم نبوتؐ کے نام سے تعمیر ہونے والی یہ مسجد برصغیر کی جیلوں کی اول مسجد ہے۔انہوں نے کہا کہ مسجد خدا کا گھر ہے۔ یہاں پر آ کر انسان پریشانیوں سے دور ہو کر مسجد میں بیٹھ کر سکون کے لمحات گزارتا ہے، اپنے رب کو پکارتا ہے، اپنے دل کی کیفیت اپنے خدا سے بیان کر کے راحت پاتا ہے۔تقریب کو خطاب کرتے ہوئے جیلر سردار کلدیپ سنگھ نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ ان حضرات (اسیران ختم نبوتؐ) کی بے پناہ محنت

اور مشقت سے لدھیانہ جیل میں یہ خوبصورت مسجد بن کر تیار ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیل میں مسجد کے قیام سے یہ جیل ملک کی واحد سیکولر جیل بن گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی آزادی ہے۔ احرار کے قومی ترجمان عتیق الرحمٰن لدھیانوی نے کہا کہ مسجد کے دروازے تمام لوگوں کیلئے کھلے ہیں۔ مسجد صرف نماز پڑھنے کیلئے ہی نہیں ہے بلکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو اپنے رب سے ملوانے کا ذریعہ بھی ہے۔ مولانا نور محمد چندینی صدر احرار ہریانہ نے کہا کہ اسیری کی زندگی گزارتے ہوئے فرزندان احرار نے اکابرین احرار کی سنت کو زندہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسیران ختم نبوت کی کارگزاری قابل رشک ہے۔ قاری نسیم منگلوری صدر احرار اترانچل نے کہا کہ لدھیانہ جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کے قیام نے ہمارے عزم کو مزید پختہ کر دیا ہے۔ یہ تحریک تحفظ ختم نبوتؐ کی برکت ہے کہ آج ہم اللہ کے اس گھر میں سربسجود ہورہے ہیں۔

تقریب میں آئے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام ہند کے شعبہ تحفظ ختم نبوتؐ کے ناظم و نائب شاہی امام مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی نے کہا کہ جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کی تعمیر درس وتدریس کا سلسلہ، اشاعت اسلام کی کوششیں، اہل اسلام کیلئے عزت واحترام کا یہ ماحول ہمارا کمال نہیں بلکہ فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے تاج ختم نبوت کی برکت ہے۔ قابل ذکر ہے کہ گزشتہ چار سال سے ایک قادیانی کے قتل کے جھوٹے الزام میں مجلس احرار اسلام ہند کے سات افراد لدھیانہ جیل میں بند ہیں۔ جیل

میں دینی ماحول اور مسجد ختم نبوت ؐ کی تعمیر مجلس احرار اسلام ہند کے انہیں افراد کی بفضل باری تعالیٰ کوششوں کا نتیجہ ہے۔

جیل میں نماز جمعہ کی ابتداء

اسے حسن تفاق ہی سمجھا جائے گا کہ جیل میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جب میں نے اکابر علماء سے رابطہ کیا تو مسجد کی تعمیر کے دوران ہی متعدد بڑے مدارس سے اس ضمن میں فتوے موصول ہونے شروع ہو گئے اور متفقہ طور پر یہ بات تحریر کی گئی تھی کہ جیل کے قیدیوں کی تعداد اگر پچاس سے زائد ہے اور نماز کے لئے مخصوص کی گئی جگہ پر قیدیوں کے آنے پر کوئی پابندی نہیں ہے تو پھر نماز جمعہ ادا کی جا سکتی ہے، اس ضمن میں دار العلوم دیوبند کے فتوی کے ساتھ حضرت مفتی اعظم مولانا رشید احمد لدھیانوی کے احسن الفتاوی کا حوالہ درج کیا گیا تھا، ان فتووں کے آنے کے بعد میں نے ایک بار پھر رسمی طور پر جیل حکام کی طرف سے جمعہ کے اجازت نامہ پر دستخط کروا کے دستاویز محفوظ کر لی اور پھر اس طرح مسجد کے افتتاح کے ساتھ ہی جیل میں نماز جمعہ ادا کی جانے لگی۔

ابو جان کے ساتھ میری خط و کتابت

اسیری کے تقریباً پانچ سالوں میں روزانہ ہی متعدد حضرات کے ساتھ خط وکتابت ہوتی رہی اعداد وشمار کے مطابق میں نے اپنے ابو جان کو جیل سے دو ہزار خطوط تحریر کئے اور اتنے ہی خطوط ابو جان نے مجھے لکھے جو کہ تمام کے تمام خطوط گھر پر ذاتی لائبریری کی فائلوں میں موجود ہیں، ان خطوط کے ذکر کے لئے

علاحدہ سے کتاب کی ضرورت ہے جو پھر کبھی ان شاء اللہ تحریر کرنیکی کوشش کرونگا، اس دوران میری امی جان کے ساتھ پنجابی زبان میں ہوئی خط وکتابت بھی الگ سے ایک داستان بیان کرتی ہے فی الحال میں یہاں ابو جان کی جانب سے تمام ساتھیوں کے نام تحریر کیا گیا ایک خط شامل اشاعت کر رہا ہوں جو کہ اس طرح ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ بیشک پیارے نبی حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

یہ خط لدھیانہ جامع مسجد سے احرار کے امیر مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کی جانب سے لدھیانہ سینٹرل جیل میں عقیدہ ختم نبوت ؐ کے محافظین کے نام:

محترم بھائی غازی عبیدالرحمٰن لدھیانوی صاحب، عزیزم بیٹے محمد عثمان رحمانی لدھیانوی، ماسٹر عید محمد کریم صاحب، عزیزم محمد مستقیم احراری، عزیزم حافظ انعام الحق وعزیز منور علی صاحب،

آپ حضرات فتنہء قادیانیت کو سرنگوں کرتے ہوئے میدان عمل میں اس مقام پر آگئے ہیں جہاں پر پہنچنا ہر ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی تمنا ہوتی ہے۔ دنیا کی نظر میں آپ لوگوں پر قادیانیوں نے ایک قتل کا جھوٹا الزام لگایا ہے لیکن رب کریم جو کہ دلوں کا حال جانتا ہے اسے اس بات کا خوب علم ہے کہ قادیانیت کی طرف سے آپ کو اس لئے نشانہ بنایا گیا ہے، کیونکہ آپ لوگ عقیدہ ختم نبوت ؐ کا تحفظ کرتے ہوئے مرتدوں کو بے نقاب کر رہے تھے۔

میرے عزیز ساتھیو!

اسیری کی یہ زندگی اللہ کے راستے میں ایک اہم منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔
آپ تمام حضرات ویسے تو بہادر ہیں، بے خوف ہیں لیکن یہ بات ہر لمحہ یاد رکھئے گا کہ ہمارا اولین مقصد زندان سے رہائی حاصل کرنا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ناکام کرنا ہے۔
میرے جانباز ساتھیو! صبر اور استقامت کا دامن پکڑے رہنا اللہ کے علاوہ کسی اور سے کسی بھی قسم کی توقع نہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی ذات سپریم پاور ہے اور احرار کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔
عزیز دوستو! دنیا والے تو شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کے جیل جانے سے ہم کمزور یا اداس ہو گئے ہیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ انہیں کیا معلوم ہم تو اس بات پر اپنے رب کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہماری جماعت کو اس عظیم خدمت کیلئے قبول فرمایا ہے۔

یہ منصب بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

دوستو! مجھے اللہ کی ذات سے نیک امید ہے کہ ہم یہ جنگ جیت جائیں گے دشمن کا دار و مدار دولت اور جھوٹ پر قائم ہے جب کہ ہمارے ساتھ اللہ کی طاقت ہے جس کے سامنے دنیا کی تمام طاقتیں سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ مجاہد ساتھیو! جیل میں رہتے ہوئے آپ جماعت اور ہم سب کیلئے دعائیں کرتے رہیں میدان عمل میں ہم آپ کی کمی محسوس کر رہے ہیں لیکن اس بات سے آپ تمام افراد مطمئن رہیں کہ تحریک تحفظ ختم نبوتؐ ان شاء اللہ بدستور جاری ہے گی۔ زندگی اور موت تو

اللہ کے اختیار میں ہے میری تمنا تو یہی ہے کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں اور یہ پرچم مزید بلند ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھتے ہوئے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ راہ حق کے مسافر واس بات سے مطمئن رہو۔ انشاء اللہ تحریک ختم نبوت ﷺ کا مشن خون کے آخری قطرے تک جاری رہے گا۔

ختم نبوتؐ۔ زندہ باد

حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی

26 / دسمبر 2002 لدھیانہ

☆☆☆

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کا مکتوب

۲۰۰۵ء کی اسلامی تاریخ ۵/ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ ڈاک کے ذریعہ مجھے اپنے استاد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلی جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کا خط موصول ہوا، حضرت مفتی صاحب سے ہمارے خاندان کا قدیم تعلق ہے میرے والد محترم نے جب بھی سہارنپور کا سفر کیا تو حضرت سے بغیر ملاقات کے کبھی واپسی نہیں ہوئی اور میں نے بھی اپنی تعلیم کے آخری تین سال آپ ہی کی سرپرستی میں جامعہ مظاہر علوم وقف میں گذارے ہیں تعلیم کے دنوں میں میرا روزانہ کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد حضرت کی مجلس میں بیٹھا کرتا

تھا آپ مجھ سے بڑی شفقت فرماتے تھے، میری فراغت کے بعد جب آپ کو مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر درج کروائے گئے اس جھوٹے مقدمہ کا علم ہوا تو آپ نے ہمیں صبر کے ساتھ کام لینے کی تلقین فرماتے ہوئے بڑے ہی حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے، آپ کے خط کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

عزیزم محمد عثمان لدھیانوی مظاہری سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احباب نے خبر دی کہ آپ اور آپ کے ساتھی ان دنوں لدھیانہ جیل میں بند ہیں اللہ تبارک وتعالی آسانی کا معاملہ فرمائیں گے بالکل بھی فکر نہ کیجیئے گا، دین اسلام کے مبلغین کی زندگیوں میں ایسے مقامات آتے رہتے ہیں، ماشاء اللہ آپ حضرات کا خاندان ابتدا ہی سے عقیدہ ختم نبوت ؐ کا تحفظ کرتا آرہا ہے، اللہ تعالی آپ کا حامی ہوگا اور انشاء اللہ جلد یا کچھ دیر بعد جب بھی رہائی ہوگی عزت کے ساتھ ہوگی ہم سب آپ کے لئے ہمیشہ دعا گو ہیں

والسلام

مظفر حسین عفی عنہ

۵/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ایک غمگین لڑکا اور اس سے دوستی

ایام اسیری کے دوران روزانہ ہی تقریباً ایک دو افراد مسلمان ہوں یا غیر مسلم مجھ سے علاحدہ اپنے مسائل کے متعلق بات کیا کرتے تھے جن میں سے کچھ کی

ضروریات بھی ہوا کرتی تھیں جو کہ اللہ کے فضل سے پایہ تکمیل کو پہنچتی تھیں، میری اس دوران یہ بھی کوشش رہتی کہ بڑی عمر کے قیدی خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو وہ غمگین نہ رہے اسی دوران کشمیر کا ایک لڑکا محمد نذیر جیل آیا جس کے والد کشمیری تھے اور ماں یوپی کی تھی اس لئے اس کی زبان میں کشمیریت اور یوپی کی اردو زبان کی آمیزش تھی لیکن وہ اکثر اداس رہتا تھا، میں نے اس کو کئی بار سمجھایا اس میں کچھ تبدیلی آئی لیکن معاملہ حل نہیں ہوا بالآخر میں نے اسے مشورہ دیا کہ آپ کسی کو اپنا دوست بنالیں جواب میں اس نے کہا کہ آپ ہی مجھے اپنا دوست بنالیں اس طرح میں نے اس کو اپنا دوست بنالیا اور جیل میں سب کو بتا دیا کہ یہ میرا دوست ہے، سب اسے دوست کہہ کر ہی پکارنے لگے اور چند دنوں میں ہی وہ ہر ایک کے ساتھ مسکرا کر باتیں کرنے لگا، جیل میں دوست کے نام سے ہی مشہور ہو گیا، اس کا تعلق کشمیر کے ضلع اننت ناگ سے تھا، جیل میں ایسے متعدد واقعات ہوئے۔

اہل خود کو کبھی سمجھا نہیں میں اس سعادت کا
مجھے تو لطف آتا ہے ہنسانے میں عبادت کا

مسجد ختم نبوتؐ کی تعمیر کے بعد

جیل میں مسجد ختم نبوتؐ کی تعمیر کے بعد میرے معمولات میں بھی تبدیلی آ گئی، سائڈ روم سے الاحرار اور دیگر کتب کے متعلق چل رہا کام مسجد میں بنائے گئے کمرہ میں منتقل کر دیا گیا اب ہم لوگ روزانہ نماز فجر کے وقت مسجد جاتے اور

نماز عشاء پڑھنے کے بعد ہی واپسی ہوتی، دوپہر کی تالا بندی مسجد میں ہی کروالی جاتی، قابل ذکر ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے وقت میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس عمارت کو جیل قواعد کے لحاظ سے بھی بنایا جائے تا کہ بوقت ضرورت یہاں کچھ افراد بندی کروا کر اندر رہتے ہوئے نمازوں کی ادائیگی کر سکیں، اور پھر ہم نے اندرونی ہال اسی طرز پر تیار کیا، اس کے دائیں بائیں دو کمرے ہیں انہی میں سے ایک کمرہ میں ایک چھوٹا وضو خانہ اور بیت الخلاء اور نماز کے ہال میں سامنے کی طرف دائیں بائیں سلاخوں کی کھڑکیاں اور سلاخوں کا ہی مضبوط گیٹ نصب کروایا گیا جس سے یہ فائدہ ہوا کہ شب برات اور رمضان میں پانچ قیدی لگا تار چوبیس گھنٹے قیام کرنے لگے اور یہ سلسلہ الحمدللہ اب بھی جاری ہے، مسجد ختم نبوّت کا شہرہ پنجاب بھر کی جیلوں میں ہوا اور دیگر جیلوں میں قید کاٹ رہے مسلمان قیدیوں نے درخواستیں دے کر اپنا نام لدھیانہ جیل میں درج کرا لیا اس طرح وہ بھی اس مسجد سے فیضیاب ہونے لگے، مسجد میں روزانہ ہی بہت سے ہندو سکھ دوست بھی آتے ہیں۔

جیل میں شاعری کی محفل

لدھیانہ جیل میں بھی ہم لوگوں کی ہمہ وقت کوئی نہ کوئی مصروفیت رہتی تھی ورنہ بہت سے ایسے افراد کو جیل میں دیکھا ہے جو مایوسی کے عالم میں بیرک میں چھت کی کڑیوں یا پھر بیرک کی سلاخوں کو گنتے رہتے تھے، اللہ تعالی کا ہم سب پر یہ احسان رہا کہ ہم سب ساتھیوں نے ذہنی طور پر قید خانہ کو قبول نہیں کیا، ہر ایک

اتوار بعد نماز عشاء تمام ساتھیوں کی فرمائش پر میں نے شاعری کی نشست بیرک میں منعقد کرنے کی اجازت دے دی، اجازت سے مراد یہ کہ مجھے اپنا بڑا بھائی سمجھنے والے تمام قیدی کوئی بھی کام بنا میرے مرضی کے کرنے کو تیار نہیں ہوا کرتے تھے، ان سب مسلمانوں کو مجھ سے اور مجھے ان سے ایسی محبت تھی کہ ۲۰۰۵ء کی بات ہے کہ میں نے گرمی کی شدت سے کچھ راحت حاصل کرنے کے لئے اپنے سر پر استرا لگوالیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیرک کے تمام لوگوں نے ٹکلا کروالیا، اتفاق سے جیلر صاحب کا آنا ہوا تو پوری بیرک کو گنجا دیکھ کر گھبرا گئے اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگے کہ سب خیریت تو ہے نا؟ میں نے کہا کہ صرف گرمی کی وجہ سے بال اتروائے ہیں، اور پھر سب کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے لوٹ گئے، خیر ہم لوگ اتوار کی رات کو شاعری کی نشست منعقد کرنے لگے، جس میں سب سے پہلے اللہ تعالی کی حمد اور پھر نعت رسول پاک ﷺ کے بعد ہی دیگر اشعار کہنے کی اجازت تھی باقاعدہ ایک طرف میں اور تقریباً بیس پچیس ساتھی اور دوسری طرف مستقیم بھائی ہوا کرتے تھے، مجھے شاعری کا شوق اپنے دادا مرحوم سے وراثت میں ملا ہے اور اسلامی شعراء میں سے مجھے علامہ عامر عثمانیؒ کے کلام سے عشق رہا ہے، حمد باری تعالی اور نعت رسولؐ پاک کے بعد ان کے اشعار ہی سب سے پہلے جیل کی شعری نشست میں سنائے تھے جو کہ کچھ اس طرح ہیں:

قادر مطلق کی بارگاہ میں

یہ جانتا ہوں کہ کچھ نہیں ہے متاع علم وکمال میری
مگر یہ ہے تیری دسترس میں خذف کوموتی کا رنگ دیدے
عروج آئے وہ پستیوں پر، بلندیاں بھی عرق عرق ہوں
خزاں کی ویران وسعتوں کو بہار کا جل ترنگ دے دے

نعت رسول ؐ پاک

عمر گذری ہے اسی فکر میں اے شاہ امم ؐ
ایک ہی شعر تیری شان کے قابل ہو جائے
پیکر جرم وخطا نام ہے جس کا عامر
وہ غلاموں کی کسی صف میں تو شامل ہو جائے

ہفت روزہ ہونے والی اس شاعری کی نشست میں حمد باری تعالی اور نعت کے لئے ان دنوں جیل میں بند یو پی کے ضلع کوشی نگر کے ڈوگاہی گاؤں کے عبدالمنان کومنتخب کیا گیا تھا، عبدالمنان کی آواز اور تلفظ دونوں ہی بہت اعلیٰ تھے، ان کے علاوہ اس مجلس میں انتخاب کردہ اشعار سنانے والوں میں غازی عید محمد کریم، غازی محمد مستقیم، غازی منورعلی، غازی انعام الحق، شیخ بھائی مہاراشٹری، عقیق خان، کفیل خان، مہتاب انصاری، حارث انصاری، کالے خان، بوٹا خان، روز محمد، محمد بھیم تو پچی کے نام قابل ذکر ہیں، میری جانب سے اس مجلس میں پیش کئے گئے منتخب اشعار میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں

ہو بلا سے گر بغاوت ہے ہاں ہمیں ظلم سے عداوت ہے
کثرت دشمناں نہیں کچھ بھی دل میں گر جذبہ شہادت ہے
مجھ کو کمزور مت سمجھ ناداں درگذر اپنی شان وعادت ہے
تلخ لگتے ہیں اس لئے تجھ کو میرے الفاظ میں صداقت ہے
جو کرے محبت وہی جانے افروز پیار میں کس قدر لطافت ہے
سن او زبان کو بگاڑنے والے یہ تیرا فن نہیں جہالت ہے

☆☆☆

ظلم سے جو جنگ تھی کیسی لگی، یار من یہ زندگی کیسی لگی
صرف حق کو بر ملا کہنے کے بعد ہاتھ میں پھر ہتھکڑی کیسی لگی
کیسا پایا عشق نبیؐ کا معجزہ عثمان کی جادوگری کیسی لگی

☆☆☆

تمہارے درد اپنے خون میں تحلیل کرنا ہے
کسی صورت تو اپنی ذات کی تکمیل کر نا ہے
اسے معلوم ہے راہ محبت کی مسافت میں
کہاں لہجہ کہاں پر راستہ تبدیل کر نا ہے

☆☆☆

کس میں کتنا ظرف تھا صفائی سے کھل گیا
یہ راز ایک ذراسی لڑائی سے کھل گیا
چھوٹے سے امتحان نے اگل دیں حقیقتیں

سارا بھرم ہماری جدائی سے کھل گیا
وہ مصنوعی سے اشک حقیقی نہ بن سکے
چاہت کا رنگ پہلی دھلائی میں دھل گیا
مشکل گھڑی میں دل کی دعا کام آئے گی
باب اثر بھی میری دہائی سے کھل گیا

☆☆☆

تمہارے غم میں عموماً یہ حال ہو تا ہے
قدم قدم پہ تمہارا خیال ہو تا ہے
اسے میں عشق کہوں یا کفر کہوں
نماز میں بھی تمہارا خیال ہوتا ہے

☆☆☆

کیا خبر دل میں اب ارمان رہے یا نہ رہے
مستقل طور پر بہاراں رہے یا نہ رہے
سرفروشوں کی فطرت کا تو تقاضا یہ ہے
آبرو باقی رہے جاں رہے یا نہ رہے

ان کے علاوہ اسیری کے دنوں میں متعدد افراد نے بہت سارے اشعار سنائے میں نے بھی کچھ اشعار لکھے اور اپنے پسندیدہ شعراء حضرات علامہ عامر عثمانی اور حضرت علامہ اقبال صاحب ، بہادر شاہ ظفر مرحوم، مرزا غالب اور مشہور جاسوسی ناولوں کے مصنف ابن صفی اسرار احمد کے اشعار جیل میں سناتا رہا، اس دوران ایک

ادبی واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ آسام سے تعلق رکھنے والے ایک مسلمان قیدی ربنا علی نے بڑی مشکل سے کہیں سے نعت پاک کا ایک شعر حاصل کیا اور پھر انہوں نے مجھے کہا کہ آج میں سب سے پہلے اپنا شعر کہنا چاہتا ہوں اور پھر کچھ یوں گویا ہوئے۔

عامر یہ مقام ہے عشق رسول ﷺ کا
اس گفتگو کے بعد کوئی گفتگو نہ ہو

یہ شعر سنتے ہی سب نے درود پاک پڑھا اور سب سے پہلے میں نے اٹھ کر مجلس کی برخواستگی کا اعلان کیا، اب شعر سنانے والے صاحب سب سے زیادہ حیران کہ میں نے آج شعر سنایا اور آپ نے محفل ہی ختم کردی میں نے انہیں محبت سے سمجھایا کہ آپ نے جو شعر سنایا ہے اس کی تعظیم میں ہی یہ نشست اختتام پذیر کی جارہی ہے اور پھر یہ صاحب اس دن کے بعد بڑے فخر سے لوگوں میں بیان کرتے تھے کہ میں نے ایسا شعر سنایا تھا کہ اس کے بعد کوئی دوسرا شعر نہیں سنا سکا۔

جیل میں موصول ہوئے خطوط

ایام اسیری کے دوران مجھے گھر سے روزانہ ابو جان امی محترمہ کے خطوط کے علاوہ جن حضرات اور احباب کے خط موصول ہوئے ان کا تفصیلی ذکر کرنے کے لئے باقاعدہ ایک دفتر کی ضرورت ہے جیل کے زمانے کے خطوط جن کی تعداد تقریباً دس ہزار سے زائد ہے فائلوں میں محفوظ کئے گئے ہیں یہاں صرف ان مخصوص حضرات اور بھائی بہنوں کے نام لکھ رہا ہوں جنہوں نے مصائب کے اس دور میں مجھے یاد رکھا اور اپنی تحریروں کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے، ان میں پہلا نام میری دادی محترمہ زاہدہ رحمانی مرحومہ کا ہے، جنہیں بچپن سے اب تک میں

نے ہمہ وقت قرآن پڑھتے ہی دیکھا وہ مجھے میری چچازاد بہن ریحانہ خاتون زوجہ ڈاکٹر محمد شاکر لبڑا سے خط لکھواتی تھیں، میری والدہ اپنے قلم سے پنجابی زبان میں خط لکھتی تھیں، چچا عتیق الرحمٰن اپنے قلم سے ہندی زبان میں خط بھیجا کرتے تھے، بھائی محمود حسن ابن غلام حسن قیصر کے طویل خطوط اردو میں موصول ہوتے، میری بڑی بہن نغمہ حبیب زوجہ جناب جمال حبیب یو ایس اے کے خطوط انگریزی زبان میں ہوا کرتے تھے، اس کے علاوہ میرے تایا مرحوم بلال احمد لدھیانوی کی صاحبزادی میری بہن منزہ بلال دہلوی زوجہ محمد یاسر کے خطوط حوصلہ افزا ہوا کرتے تھے، میری پھوپھی محترمہ حمیرہ خاتون زوجہ محبوب عالم لدھیانہ کے خطوط ہندی زبان میں آیا کرتے تھے، مدرسہ جامعہ حبیبیہ کے طلباء میں سے محمد اکرام عارضی، پیر ضیاء الحق، محمد عابد، محمد شمشیر، محمد عارف کشمیری اور دیگر اہل مدرسہ کے خطوط اردو زبان میں ہوا کرتے تھے، ملک کے متعدد مدارس سے ہزاروں پوسٹ کارڈ درجہ ہفتم اور دورہ حدیث کے طلباء کے خطوط بھی موصول ہوئے، اور کچھ دوستوں میں سے محمد نعیم الحسن بجنوری، مولانا فہیم الدین قاسمی، مولانا روش دین چمبا، حافظ بلال طاہر تابناک اور حافظ اسحاق مالیر کوٹلہ کے خطوط بھی محفوظ ہیں ان کے علاوہ مشہور اکابرین میں سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب پیر جی ابن شیخ زکریاؒ، حضرت مولانا محمد سالم صاحب، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، حضرت مولانا مفتی محمد جاوید نجیب آبادی، حضرت مولانا مفتی خلیل قاسمی مالیر کوٹلہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

عدالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر

۹/ مارچ ۲۰۰۶ء کے دن ہم سب ساتھیوں کو پنجاب پولیس کی گاڑی میں

لدھیانہ سنڑل جیل سے نئی کچہری میں واقع ایڈیشنل سیشن جج سردار گربیر سنگھ کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے لے جایا گیا آج ہمارے اس مقدمہ کی آخری تاریخ تھی کیونکہ گذشتہ پیشی پر مقدمہ مکمل ہونے کے بعد آج کا دن فیصلے کی تاریخ کے لئے مقرر کیا گیا تھا، مقدمہ میں شامل تمام افراد اپنے اپنے خیالات میں محو تھے، اور کمرہ عدالت کے باہر بہت سے ملنے جلنے والے فکرمند کھڑے تھے، پیش کار نے جب آواز لگائی تو ذہن میں دو ہی باتیں آئیں کہ اگر ہم اس مقدمہ سے بری ہو گئے تو پھر از سر نو زندگی کا آغاز ہے اور اگر عمر قید کی سزا سنا دی گئی تو پھر جیل ہی اپنا ٹھکانہ ہے، یہ خیال آتے ہی میرے دل نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تمہیں اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں میں نے اپنے دل ہی دل میں کمرہ عدالت میں کھڑے ہوئے اپنے آپ کو جواب دیا کہ ہاں بلاشبہ مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، پھر اسی وقت میرے دل نے مجھے یہ جواب دیا کہ اگر یقین ہے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو جاؤ، اپنے آپ سے ہوئی اس گفتگو کے بعد دل و دماغ سے تمام فکریں اسی وقت دور ہو گئیں، اور پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑے اطمینان سے جج صاحب کی طرف دیکھنے لگا اور پھر جج صاحب نے فیصلہ سنانا شروع کیا انہوں نے سب سے پہلے چچا عبید الرحمٰن کا نام لیا پھر میرا نام لیا اور پھر محمد مستقیم احراری کا نام لیا اور ساتھ ہی حولدار جگدیو سنگھ کا نام پکارا ہم چاروں کو جب انہوں نے ایک طرف ہونے کو کہا تو کمرہ عدالت میں کھڑے بہت سے لوگ خاموش تھے کہ اب کیا حکم صادر ہوتا ہے کہ اتنی دیر میں جج صاحب نے ہم چاروں کو کہا کہ آپ کو بری کیا جاتا ہے، یہ لفظ سننے تھے کہ میں وہیں عدالت میں

قبلہ کی جانب زمین پر سر بسجود ہوا اور پھر باقی ساتھیوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور عدالت سے باہر آگئے جہاں تمام احباب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، میں نے وہیں سے سب سے پہلا فون اپنے ابو جان اور امی کو کیا، پانچ سال کی اس طویل مدت کے بعد حاصل ہوئی اتنی بڑی کامیابی اور سچائی کی جیت کو بتانے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں تھے دل و دماغ زبان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، فون پر والدین کی آواز سننے کے بعد میں کچھ کہہ نہ سکا صرف فتح کی خوشی میں آرہے آنسوؤں اور سسکیوں کی آواز نے انہیں یہ پیغام پہنچا دیا کہ اللہ کریم نے ہمیں قادیانیوں کے خلاف فتح عطا فرمائی ہے، ابھی ہم شکر ادا کر رہے تھے کہ اچانک فیصلے کا دوسرا حصہ سننے کو ملا کہ ہمارے مقدمہ کے ساتھیوں میں سے غازی عید محمد کریم غازی حافظ انعام الحق، غازی منور علی کو سزا سنائی گئی ہے، یہ تینوں ساتھی یہ فیصلہ سننے کے بعد خاموش تھے کہ ہم تمام بری ہونے والے ساتھی ان کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ کوئی فکر نہ کریں، اللہ کریم آپ کی بھی رہائی کے اسباب پیدا فرمائیں گے اور پھر اس فیصلہ کے بعد غازی انعام الحق اور غازی منور علی جن کی عمر مقدمہ کے وقت صرف سترہ سال تھی جینائل ہونے کی وجہ سے قانون کے مطابق ۲۰۰۸ء میں رہا کر دئے گئے نیز غازی ماسٹر عید محمد کریم صاحب کو پنجاب کے اس وقت کے وزیر اعلی سردار پرکاش سنگھ بادل کے حکم پر نابھہ کی کھلی جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں پر کوئی دیوار نہیں ہے اور قیدی کھیتی کرتے ہیں اس جیل میں دو سال محنت کرنے والے اگر فرار نہیں ہوتے تو انہیں رہا کر دیا جاتا ہے، اس طرح ۲۰۱۰ء میں غازی محمد عید کریم بھی رہا ہو کر ہمیشہ کے لئے اپنے خاندان والوں میں لوٹ گئے۔

جیل سے رہائی

مقدمہ سے بری ہونے کے بعد اسی دن شام کو میں اور چچا غازی عبید الرحمٰن لدھیانوی، غازی محمد مستقیم لدھیانوی لدھیانہ سینٹرل جیل سے رخصت ہونے لگے تو سب سے پہلے ہم لوگوں نے جیل کی مسجد ختم نبوتؐ میں دو دو نفل نماز شکرانہ ادا کئے، زندگی بھی عجیب رنگ دکھاتی ہے جس روز ہم جیل آئے تھے تو باہر بہت سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آج جب اللہ کے فضل سے ہم جیل سے باعزت رہا ہو کر جارہے تھے تو مسجد ختم نبوّت کو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو تھے اور جیل سے ہمیں وداع کرتے ہوئے متعدد قیدیوں کی آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے اشکبار تھیں، جیل کی ڈیوڑھی میں تمام جیل افسران نے ہمیں محبت سے وداع کیا، جیسے ہی ہم باہر نکلے تو چچا عتیق الرحمٰن لدھیانوی کی معیت میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا قافلہ اللہ اکبر کی صداؤں کے ساتھ ہمارا استقبال کررہا تھا، جیل سے لدھیانہ جامع مسجد آتے ہوئے ہزاروں افراد اس قافلہ میں شامل ہوئے اور عشاء کے وقت یہ قافلہ فیلڈ گنج چوک میں واقع جامع مسجد پہنچا، جہاں پر باہر ہی بہت سے محلّہ کے غیر مسلم احباب کی طرف سے استقبال میں ہار پہنائے گئے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ابو جان کے ساتھ میں اور ساتھی بغل گیر ہوئے جس کے بعد نماز شکرانہ ادا کی، پانچ سال کے بعد ہم اپنے مرکز میں آزدای کے ساتھ واپس لوٹ آئے تھے، شہر بھر کی مساجد سے تمام ائمہ اور ذمہ داران بھی مبارک بادی دینے کے لئے پہنچے۔

رہائی کے بعد پنجاب بھر کی جیلوں کا دورہ

رہائی کے دو دن بعد ہم تمام احباب لدھیانہ جیل کے دورے پر گئے تا کہ وہاں مسجد کے نظام کو بخوبی چلانے کے لئے کچھ لوگوں کی ذمہ داریاں لگا دی جا ئیں، جیلر صاحب نے اور ڈپٹی جیلر صاحب نے اس ضمن میں خوب تعاون فرمایا اس کے بعد ہم لوگ گھریلو کام دیکھنے کے بعد دینی سرگرمیوں میں مشغول میں ہو گئے بالخصوص شہر کی اکثر مساجد کے ذمہ داران کی فرمائش پر وہاں جمعہ کا خطاب کرنے جانا پڑ رہا تھا یہ سلسلہ لگا تار چار ماہ جاری رہا کہ رمضان شریف کی آمد آمد نظر آنے لگی جس کے مدنظر مجھے اپنا وعدہ یاد آیا کہ ایام اسیری کے دوران یہ بات طے کی تھی کہ ہم رہا ہونے کے بعد پنجاب کی تمام جیلوں میں رمضان شریف میں خصوصی انتظام کروایا کریں گے نیز روزہ رکھنے والوں کو اچھی ڈائٹ پہنچا ئیں گے، چنانچہ اس ضمن میں پیش قدمی شروع کر دی گئی، ان دنوں جیل محکمہ کے وزیر لدھیانہ کے ہی ایم ایل اے جناب ملکیت سنگھ برمی تھے، جن سے ملاقات کے بعد اس ضمن میں باقاعدہ مجلس احرار اسلام کے فلاحی شعبے کی طرف سے درخواست دیدی گئی، اور تمام جیلوں میں رمضان کے دوران مسلمان قیدیوں کے لئے سحری افطاری کا انتظام ہم لوگوں نے شروع کیا اور پھر اس سے اگلے سال نئی بنی حکومت میں وزیر جیل بھی لدھیانہ کے جتھیدار ہیرا سنگھ گابڑیا بنے جنہوں نے ہمارے رمضان کے سحر وافطار پروگرام میں خوب تعاون کیا، باقاعدہ اس ضمن میں روزہ رکھنے والوں کے لئے جیل محکمہ کی طرف سے خصوصی ڈائٹ کا حکم جاری ہوا اور ہم لوگوں نے بھی اس سال سے لگا تار روزہ داروں کو نئے کپڑے، جانماز، قرآن پاک، کتابیں، تسبیحات اور افطار کے مکمل سامان کے ساتھ ساتھ قیدیوں کی طرف

سے جو کچھ بھی منگوایا جاتا ہے بھجوانا شروع کیا، الحمدللہ گذشتہ پندرہ سالوں سے یہ سلسلہ جاری ہے، اس طرح میں نے اور میرے ساتھیوں نے پنجاب کی تمام جیلوں کا بارہا دورہ کیا جس کے دوران ہر ایک مرتبہ مستحق قیدیوں کا جرمانہ ادا کر کے انہیں رہا کروانے کا سلسلہ بھی الحمدللہ جاری ہے، جیل کے سحر وافطار پروگرام کے دوران مظلوم افراد کے بہت دلخراش اور ایمان افروز واقعات بھی سننے کو ملے

جیلیں اب چوروں اور بدمعاشوں کیلئے رہ گئی ہیں

آج مورخہ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۲۰ء کو بوقت بارہ بج کر بیس منٹ پر یہ کتاب ایام اسیری اللہ تعالی کے فضل اور رسول کریم ﷺ کے صدقہ طفیل مکمل کر چکا ہوں اس وقت میرا دس سالہ بیٹا عزیزم شاہ محمد سلمہ میرے قریب بیٹھا ہے، اسیری کے دنوں کی اس داستان کو مرتب کرنے کے بعد دعا گو ہوں کہ یہ واقعات اور باتیں کل قیامت کے روز مجھ گنہگار کے لئے نجات کا ذریعہ بنیں اور امت کے لئے بھی اگر یہ داستان مفید ثابت ہو تو میرے لئے خوش قسمتی کی بات ہوگی۔

جیل جانا امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ہمارے ملک کے اکابر علماء میں سے بے باک مجاہد حسرت موہانیؒ، حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن، مفتیٔ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت سید شاہ عطاء اللہ بخاریؒ اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ جیسے ان گنت اکابرین کی سنت رہی ہے، لیکن آج کل دیکھنے کو ملتا ہے کہ ہماری قوم کے سرکردہ علماء اور لیڈران کبھی جیل یاترا نہیں کرتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیلیں صرف چوروں اور اچکوں کے لئے رہ

گئی ہیں کیونکہ جرائم پیشہ افراد کے علاوہ صرف وہی لوگ جیل جاتے ہیں جو اپنے ملک اور قوم کے لئے وقت کے حاکموں کے سامنے سچی اور کھری باتیں کرتے ہیں، خوشامدیوں کے لئے جیلیں نہیں بنائی گئیں، افسوس کا مقام ہے کہ آج کے قائدین ملک اور قوم کے مفادات کو اپنے ذاتی مفادات کے لئے فروخت کر رہے ہیں، ابن الوقت بنے بڑے بڑے جبّوں اور قباؤں والے یہ بات یاد رکھیں تاریخ میں حاکم وقت کے سامنے حق بات کہنے والوں کو ہی یاد رکھا جاتا ہے چمچوں اور خوشامدیوں کا ذکر مٹ جایا کرتا ہے،

قومیں وہی زندہ رہتی ہیں جن کے قائدین ذاتی نفع اور نقصان کے متعلق نہیں سوچتے، حالات خواہ کیسے بھی کیوں نہ ہوں، رسول پاک ﷺ کی تعلیمات اور اسلام کی فطرت کے مدنظر اہل حق کبھی مایوس نہیں ہوتے، یہ وقت بھی گذر جائے گا اور آنے والے دور میں بھی ان شاء اللہ ایسے افراد جنم لیں گے جو کہ اپنی زندگیوں سے زیادہ مقصد کی جانب توجہ دیا کریں گے، میری کتاب کے ان آخری الفاظ سے ہوسکتا ہے کہ کچھ حضرات کو تکلیف پہنچے لیکن علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

۴/ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ - ۱۲/ اکتوبر ۲۰۲۰ء

لدھیانہ

مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی
کی علمی، تحقیقی، تاریخی کتابیں
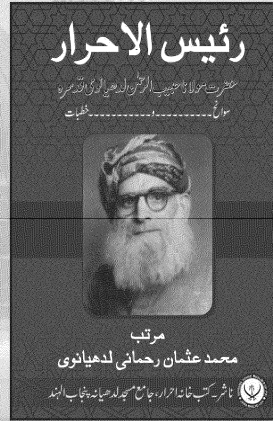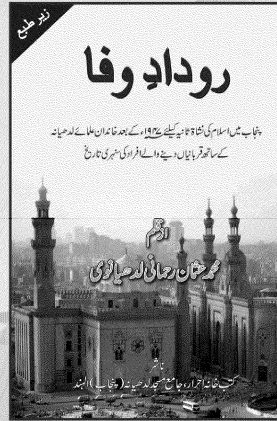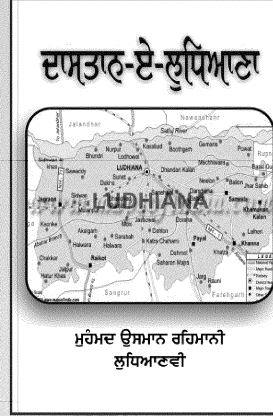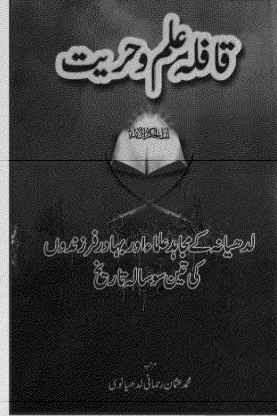
KUTUB KHANA AHRAR

Field Ganj Chowk, Jama Masjid, Ludhiana

کتب خانہ احرار

فیلڈ گنج چوک جامع مسجد لدھیانہ